# اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ

مقالہ برائے پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)

مقالہ نگار:

فرہاد احمد

نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

اگست ۲۰۲۴ء

# اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ


مقالہ نگار:

**فرہاد احمد**


یہ مقالہ

**پی۔ ایچ۔ ڈی (اردو)**

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا۔

فیکلٹی آف لینگویجز

(اردو زبان و ادب)


**نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد**


**اگست ۲۰۲۴ء**

# مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انھوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے دفاع کو جانچا ہے۔ وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگویجز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: **اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ**

پیش کار: فرہاد احمد        رجسٹریشن نمبر (766-PHD-Urd-F18)

## ڈاکٹر آف فلاسفی

شعبہ اردو زبان و ادب

ڈاکٹر شفیق انجم ____________________

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ____________________

ڈین فیکلٹی آف لینگویجز

میجر جنرل شاہد محمود کیانی (ہلال امتیاز ملٹری) (ر) ____________

ریکٹر ایکڈمکس

تاریخ____________

# اقرار نامہ

میں، فرہاد احمد حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ اس مقالے میں پیش کیا گیا کام میرا ذاتی ہے اور نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کے پی ایچ ڈی اردو سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر شفیق انجم کی نگرانی میں مکمل کیا ہے۔ میں نے یہ کام کسی اور یونی ورسٹی یا ادارے میں ڈگری کے حصول کے لیے پیش نہیں کیا اور نہ ہی آئندہ کروں گا۔

فرہاد احمد

مقالہ نگار

نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

## فہرست ابواب


| | |
|---|---|
| مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم | III |
| اقرار نامہ | IV |
| فہرست ابواب | V |
| Abstract | VIII |
| اظہار تشکر | IX |
| باب اول: موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث | ۱ |
| (الف) تمہید | ۲ |
| موضوع کا تعارف | ۳ |
| بیان مسئلہ | ۶ |
| مقاصد تحقیق | ۶ |
| سوالات | ۷ |
| نظری دائرہ کار | ۷ |
| تحقیقی طریقہ کار | ۸ |
| ما قبل تحقیق | ۹ |
| تحدید | ۹ |
| پس منظری مطالعہ | ۱۰ |
| تحقیق کی اہمیت | ۱۰ |
| (ب) اردو املا اور تلفظ کے مباحث کا پس منظری مطالعہ | ۱۲ |
| (ج) اردو املا اور تلفظ کے مباحث: ابتدائی نقوش | ۴۰ |
| باب دوم: اردو املا کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ | ۵۰ |

| | |
|---|---|
| (الف): ا۔ الف اور الف ہائے مختفی کی بحث | ۵۴ |
| ۲۔ ت اور ط کے مباحث | ۶۵ |
| ۳۔ ذ، ز، ژ کی بحث | ۷۴ |
| ۴۔ س، ش اور ص کی بحث | ۸۲ |
| ۵۔ ک اور گ کی بحث | ۸۹ |
| ۶۔ نون اور نون غنہ کی بحث | ۹۱ |
| ۷۔ واو کے استعمال کی بحث | ۱۰۵ |
| ۸۔ ہائے ہوز اور ہائے مخلوط کی بحث | ۱۱۱ |
| ۹۔ لفظوں کو ملا کر یا الگ لکھنے کی بحث | ۱۱۶ |
| (ب) تقابلی جائزہ | ۱۲۶ |
| باب سوم: اردو تلفظ کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ | ۱۴۲ |
| (الف) ا۔ شمسی اور قمری حروف کی ادائیگی کی بحث | ۱۴۳ |
| ۲۔ ہمزہ کی ادائیگی کی بحث | ۱۴۷ |
| ۳۔ عربی الفاظ کے اردو تلفظ کی بحث | ۱۶۰ |
| ۴۔ اردو میں فارسی الفاظ کے تلفظ کی بحث | ۱۷۱ |
| ۵۔ اردو میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کی بحث | ۱۷۵ |

| | |
|---|---|
| ۶۔غلط العام اور غلط العوام تلفظ کی بحث | ۱۸۰ |
| ۷۔مسائلِ تلفظ:اسباب و محرکات | ۱۹۵ |
| (ب)تقابلی جائزہ | ۲۰۲ |
| باب چہارم:اردو املا اور تلفظ کے مباحث:معاصر صورتِ حال اور امکانات | ۲۱۶ |
| (الف)مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی تجاویز | ۲۱۷ |
| (ب)اردو اکادمی دہلی کی تجاویز | ۲۳۸ |
| (ج)ادارہ جاتی تجاویز کا ردو قبول | ۲۴۹ |
| (د)مسائل و امکانات | ۲۵۳ |
| باب پنجم:محاکمہ | ۲۵۹ |
| کتابیات | ۲۶۸ |

# Abstract

**Title: Discussions on Spelling and Pronunciation in Urdu: A Critical and Comparative Study of Linguistic Researchers' Opinions**

The issue of spelling and pronunciation has been a topic of discussion in Urdu language and literature from the beginning. In this regard, many researchers, critics, writers, poets, and language reformers have presented their suggestions and made efforts toward language reform. The first phase of language reform in Urdu began with Arzu and Hatim. However, by this time, the Urdu language had already gone through several stages of evolution. Urdu is considered a mixed language because it has been influenced by various languages and trends at different times. These influences have directly shaped the language. Among the languages that have deeply impacted Urdu, Persian holds a key position. Many researchers have highlighted the merits of Persian's influence on Urdu language and literature. Persian has influenced Urdu at various levels, and the same is true for Arabic. Arabic also has a direct impact on Urdu. Due to the influence of these languages, changes occurred in the structure of Urdu, and in some cases, certain distortions emerged. To correct these changes and misunderstandings, many language reformers offered their services and worked at various levels to improve the language. As a result, changes were made to the pronunciation and spelling of Urdu. The reformers especially highlighted issues related to pronunciation.

# پیش لفظ

میں شکر گزار ہوں اس مالک ارض و سما کا جو ہمارے جسم و جاں پر اختیار رکھتا ہے۔ کروڑ ہا درود و سلام خاتم النبیین محمد عربی ﷺ پر جن کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ الحمد للہ میرا یہ پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ مکمل ہوا۔ اس کی تکمیل میں مجھے گوناگوں مشکلات پیش آئیں تاہم کچھ لوگوں نے مجھے تھامے رکھا جن کا شکریہ ادا کرنے سے بھی ان کی نیکی اور احسان کم نہیں ہو گا۔ میرے والد عبد الغنی اعوان اور والدہ پروین اختر کی دعائیں اور تعاون مجھے ہمیشہ میسر رہا۔ میرے استاذ محترم ڈاکٹر شفیق انجم جن کی محبت کا میں تاحیات مقروض رہوں گا۔ اگر ڈاکٹر شفیق انجم کی شفقت نہ ہوتی تو مَیں یہ کام ہرگز مکمل نہ کر پاتا۔ مَیں نے کئی مرتبہ اس کو ادھورا چھوڑنا چاہا لیکن میرے شفیق استاد ڈاکٹر شفیق انجم کی حوصلہ افزائی نے مجھے ایسا کرنے سے ہر بار باز رہا۔ میری اہلیہ سائرہ ارشاد قریشی نے مجھے ہمیشہ ہمت بخشی اور ان کے تعاون کی بدولت یہ مقالہ تکمیل کو پہنچا۔ میرے اساتذہ جن سے ہمیشہ مجھے کچھ نیا سیکھنے کو ملا۔ بالخصوص پروفیسر ڈاکٹر روبینہ شہناز صاحبہ جن سے ایک والدہ کی سی محبت پائی، ڈاکٹر فوزیہ اسلم صاحبہ جنھوں نے اردو کے بنیادی قواعد سے شناسا کیا، ڈاکٹر عابد سیال صاحب جنھوں نے تاریخِ ادب اردو کے ساتھ ساتھ اقبال سے متعارف کروایا، ڈاکٹر نعیم مظہر صاحب نے، جو میرے ایم۔اے اور ایم۔فل کے مقالہ جات کے نگران بھی رہے مجھے تحقیقی پیچیدگیوں سے روشناس کرایا، ڈاکٹر صائمہ نذیر صاحبہ جو مشکل گھڑی میں مجھ ایسے کئی طلبہ کا حوصلہ بڑھاتی ہیں، ڈاکٹر ظفر احمد صاحب جن سے لسانیات کے حوالے سے بہت کچھ سیکھا، ڈاکٹر عنبرین شاکر جان صاحبہ جن سے زندگی جینے کا ہنر سیکھا، اس کے ساتھ ساتھ نمل کے جملہ اساتذہ کی محبتوں کے لیے شکر گزار ہوں۔

میرے اس سفر میں نذیر حسین اعوان صاحب نے مجھے حقیقی معنوں میں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ جب میں تعلیم سے بالکل لا تعلق ہو چکا تھا تب نذیر بھائی نے مجھے سہارا دیا اور آگے بڑھنے کی تحریک بخشی۔ شوکت اقبال صاحب میرے وہ محسن ہیں جنھوں نے میری زندگی پر بہت گہرے اثرات مرتب کیے۔ ایک بڑے بھائی، ایک استاد اور ایک دوست کی طرح ہمیشہ میری معاونت کی۔ میں اپنے ان دونوں احباب کا ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔

میں اپنے ان سبھی دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن سے ہمیشہ اچھا سیکھنے کو ملا۔ ڈاکٹر آمنہ بہار صاحبہ، حبیب گوہر صاحب، جاوید الحسن جاوید صاحب اور کریم اعوان صاحب جب بھی ملے اس مقالے کا پوچھتے رہے۔ کریم صاحب تو میرے نام کے ساتھ قبل از وقت ڈاکٹر کا سابقہ لگاتے رہے۔ ان کی اس محبت کا شکریہ۔ آصف اسحاق میرا وہ دوست جو

ہمیشہ میرا حوصلہ بنا، وقار احمد میر جس نے ہمیشہ کام مکمل کرنے پر زور دیا، ڈاکٹر یوسف میر اور میرے محسن پروفیسر اعجاز نعمانی نے اس مقالے لیے ہر قسم کے تعاون کی فراہمی کا کہا اور ہمیشہ کوتاہی پر سرزنش کی، ڈاکٹر ماجد محمود، سالک محبوب اعوان، عتیق الرحمان اعوان، تسکین محبوب اعوان، ہم جماعت حامد محمود، احسن ارشاد قریشی، میری ہم جماعت کوثر پروین، میری بہن مہوش غنی، بہنوئی واجد یونس اعوان، آمنہ ارشاد قریشی، فیضان نثار میر، عطاالرحمان جگوال، بشیر الدین چغتائی اور راجا لیاقت علی کا شکریہ جن کی محبتیں میرا سرمایہ ہیں۔ میرے والد ماجد کے دوست راجا عبدالمجید خان کی اعانت پر ان کا شکریہ بھی مجھ پر واجب ہے۔

میں اپنے عزیز دوستوں حسن ظہیر راجا، ڈاکٹر ظہیر عمر رانجھا شعیب خورشید اور ساجد عباس کا شکر گزار ہوں۔ حسن سے ہمیشہ نیا سیکھنے کو ملا میرا یہ دوست میرے لیے ایک استاد کا درجہ رکھتا ہے۔ میں اپنے دوست ڈاکٹر شعیب صدیقی کا شکر گزار ہوں جس نے میرے اس مقالے کی تکمیل میں بھرپور تعاون کیا۔ میں نے اس مقالے کو مکمل کر کے ایک خواب کی تعبیر پائی ہے اس لیے میں بارِ دگر اپنے سبھی چاہنے والوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

فرہاد احمد

۱۵ اگست ۲۰۲۴ء

## باب اول:

# موضوع کا تعارف اور بنیادی مباحث

(الف) تمہید

موضوع کا تعارف

بیانِ مسئلہ

مقاصد تحقیق

سوالات

نظری دائرہ کار

تحقیقی طریقہ کار

ما قبل تحقیق

تحدید

پس منظری مطالعہ

تحقیق کی اہمیت

(ب) اردو املا اور تلفظ کے مباحث کا پس منظر مطالعہ

(ج) اردو املا اور تلفظ کے مباحث: ابتدائی نقوش

اردو اور بولی میں بنیادی فرق یہی ہوتا ہے کہ زبان مکمل ضابطوں اور اصولوں کی پابند ہوتی ہے۔ اس میں الفاظ کے املا اور تلفظ کی ادائی کے اصول وضع ہوتے ہیں اور اس میں اعلیٰ پائے کے ادب کی تخلیق ہوتی ہے جب کہ بولی عام بول چال یا ذریعہ ابلاغ کی زبان ہوتی ہے۔ اردو کو ترقی یافتہ زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے پس منظر میں صدیوں کی مسافت نظر آتی ہے۔ اردو زبان نے اپنے آغاز سے حال تک بے شمار نشیب و فرائض دیکھے ہیں۔ ان بے شمار تغیرات اور تبدیلیوں کے بعد اردو زبان کی موجودہ صورت اختیار کی ہے۔ اردو زبان کو موجودہ ترقی یافتہ صورت تک کرنے میں بہت سے اہل قلم کی کاوشیں شامل ہیں۔ جنہوں نے اردو کا املا اور تلفظ کو بہترین بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اردو کے آغاز کے ساتھ ہی اس کی اصلاح کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اردو زبان میں املا اور تلفظ میں پائے جانے والے تغیرات کی درست صورت میں تفہیم کے لیے اس کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جانا ضروری قرار پاتا ہے۔

## تمہید

کوئی بھی زبان باضابطہ اصول قواعد کی پاسداری کے تحت ہی پروان چڑھتی ہے۔ دنیا کی تمام زبانوں میں ان کی لکھاوٹ کے طور طریقوں کے اصول مقرر ہیں لکھنے کے انداز یا طریقے کو رسم الخط کہتے ہیں ہر زبان کے متعین کردہ حروف تہجی ان حروف تہجی کی بدولت زبان کے املا جاتا ہے اور اصول وضوابط کے مطابق املا کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے یہی معاملہ تلفظ کی ادائی کا ہے جو لفظ کاغذ پر تحریر کیا جاتا ہے اس کی زبان سے ادائی کو تلفظ کہتے ہیں۔ تلفظ کی درست اور قواعد کے مطابق ادائی کے اصول وضوابط مقرر ہیں۔ اردو زبان میں ان بنیادی اصول و ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے املا اور تلفظ کے مسائل سے بچا جا سکتا ہے اور املا کے حوالے سے پائی جانے والی پیچیدگیوں سے اور تلفظ کے مغالطوں کے حوالے سے ناقدین محققین نے اپنی کتب میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس مقالے میں ان امور کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

## موضوع کا تعارف

اردو زبان و ادب میں ابتدا سے ہی املا اور تلفظ کا مسئلہ زیر بحث رہا ہے۔ اس ضمن میں متعدد محققین، ناقدین ادبا، شعرا اور مصلحین زبان نے اپنی اپنی تجاویز پیش کرتے ہوئے اصلاح زبان کے حوالے سے کوششیں کی ہیں۔ اردو زبان میں اصلاحِ زبان کے دور اول کا آغاز مرزا مظہر جان جاناں اور آرزو سے شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس دور تک آتے آتے اردو زبان اپنے ارتقا کے بہت سے ادوار طے کر چکی تھی۔ محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

''اردو زبان کے عہدِ ناسخ تک پانچ دور ہوئے اور ہر دور میں زبان بدلتی رہی''(۱)

اردو زبان کو مخلوط زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اردو مختلف ادوار میں مختلف زبانوں اور رجحانات کے زیر اثر رہی ہے۔ اس کے سبب اردو زبان پر ان زبانوں کے اثرات براہ راست انداز میں مرتب ہوتے رہے ہیں۔ اردو زبان پر گہرے اثرات مرتب کرنے کے سلسلے میں فارسی زبان کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ فارسی زبان و ادب کے اردو زبان پر اثرات کے حوالے سے متعدد محققین نے آرا پیش کرتے ہوئے محاسن کو اجاگر کیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''اس دور میں فارسی شعرا، اردو شاعروں کے لیے ایک نمونے کا درجہ رکھتے تھے۔ اس لیے اردو شاعری پر ان کا گہرا اثر پڑا ہے۔ ایام گوئی کے پیچھے عبد الغنی قبول کی شاعری تھی۔ تمثیلیہ شاعری کے پیچھے بیدل اور دوسرے فارسی شعرا کے متاخرین کی شاعری تھی۔ تازہ گوئی کے پیچھے مرزا مظہر جانِ جاناں، خان آرزو کی شاعری تھی۔ اگر یہ فارسی گو شعرا، اردو شعرا کے درمیان شاعری نہ کر رہے ہوتے تو اتنی جلدی سودا، میر اور درد جیسے شاعر پیدا نہیں ہو سکتے تھے''(۲)

فارسی زبان کے اردو زبان پر مختلف سطحوں پر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہی احوال عربی زبان کا ہے۔ عربی زبان بھی براہ راست انداز میں اردو زبان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اردو پر ان زبانوں کے اثرات کی وجہ سے جہاں زبان کی ساخت میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔ بعض بگاڑ کی صورتیں بھی پیدا ہوئیں۔ زبان میں پیدا

ہونے والی تبدیلیوں اور مغالطوں کی اصلاح کے لیے بہت سے مصلحین زبان نے اپنی خدمات پیش کیں اور مختلف سطحوں پر اصلاحِ زبان کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس کی بدولت اردو زبان کے تلفظ اور اس کی املا کی صورتوں میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ مصلحین نے تلفظ کے مسائل کو خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا ہے۔ مثال کے طور پر اصلاح زبان میں سراج الدین خان آرزو کا نام نمایاں ہے۔ انھوں نے لفظ کی بحث میں الفاظ کی ادائی کے بارے میں وضاحت کی ہے:

> "کسی بھی لفظ کو اسی تلفظ کے ساتھ داخلِ لغت ہونا چاہیے۔ جس طرح وہ بولا جاتا ہے۔ مثلاً "خط زن" در اصل "قط زن" ہے۔ چوں کہ اہل ہند قاف، صاد، طا، ظا، عین، فا کو صحیح ادا نہیں کر سکتے۔ اس لیے لفظوں کی بگڑی ہوئی شکلوں کو لغت میں لانا بے جا ہے۔ جیسے مسجد کو مہجد کہتے ہیں لیکن مہجد کو سند کا درجہ ہر گز نہیں دیا جا سکتا ا۔لبتہ "مہجد" کو اگر عم و خواص یکساں طور پر استعمال کرنے لگے تو اس صورت میں یہ لفظ مستند ہو جائے گا"(۳)

مندرجہ بالا اقتباس میں سراج الدین خان آرزو نے تلفظ کے مباحث میں وضاحت پیش کی ہے کہ کوئی بھی لفظ جب کسی زبان میں شامل ہوتا ہے تو اس کا مخصوص تلفظ ہوتا ہے۔ اس تلفظ کو اس لفظ کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جس تلفظ کے ساتھ وہ زبان میں آتا ہے۔ اگر اس کی صورت بدل دی جائے تو خان آرزو کے مطابق یہ تلفظ کی غلطی شمار ہو گی۔ سراج الدین خان آرزو نے الفاظ کی نوعیت اجاگر کرتے ہوئے ان کی اصل صورتوں کو بھی واضح کیا ہے کہ کون سے الفاظ اردو زبان میں شامل ہونے سے پہلے کسی تلفظ کے ساتھ ادا کیے جاتے تھے اور اردو زبان میں شامل ہونے پر ان کے تلفظ میں کس انداز میں تبدیلی وقوع پذیر ہوئی۔ سراج الدین خان مختلف الفاظ کی مثالوں کے ساتھ وضاحت پیش کی ہے اور الفاظ کے تلفظ پر بحث کی ہے۔

اردو زبان میں تلفظ و املا کی اصلاحات کے حوالے سے بیشتر شعراء نے خدمات انجام دی ہیں۔ ان شعراء میں دبستان دہلی اور دبستان لکھنو کے شعراء شامل ہیں۔ میر اور غالب نے بھی اصلاحِ زبان کے حوالے سے خدمات پیش کی ہیں۔ ان کی شاعری میں بھی اس حوالے سے اصلاحی رنگ پایا جاتا ہے۔ انھوں نے زبان کی سطح پر برتی جانے والی اغلاط کو دور کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

تلفظ اور املا کے مباحث میں مصلحین نے بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان مصلحین میں خواجہ الطاف حسین حالی، سرسید احمد خاں، مولوی عبدالحق، راجیشور راؤ اصغر، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، احسان دانش، ڈاکٹر سہیل بخاری اور رشید حسن خاں شامل ہیں۔ ان تمام مصلحین نے اردو زبان میں تلفظ اور املا میں بگاڑ کے مختلف صورتوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اس ضمن میں اصول وضوابط کے حوالے سے بھی اظہار خیال کیا ہے۔ خاص طور پر دوسری زبانوں سے اردو میں شامل ہونے والے الفاظ مثلاً عربی اور فارسی وغیرہ کے بارے میں وضاحت پیش کی ہیں۔ اردو زبان میں تلفظ اور املا کے مسائل میں مختلف اداروں کا کردار بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس حوالے سے تقسیمِ ہند سے پہلے اور بعد دونوں ادارے شامل تقسیم ہند سے پہلے اداروں میں فورٹ ولیم کالج نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں اگرچہ بنیادی طور پر ترجمے ہوئے لیکن اصلاحِ زبان کے حوالے سے اس ادارے کی خدمات قابل تحسین ہیں۔ اس ضمن میں ایک اور اہم اور قابل ذکر ادارہ انجمن ترقی اردو ہے۔ اس ادارے نے اصلاح تلفظ اور املا کے حوالے سے متعدد کتب شائع کی ہیں۔ جامع عثمانیہ کا ادارہ تصنیف و تالیف بھی اصلاحات زبان کے ضمن میں اہم حیثیت کا حامل ہے۔ اس ادارے نے زبان کی اصطلاحات خاص طور پر تلفظ اور املا میں اعراب پر خاص توجہ دی ہے۔ ہندوستان میں بھی اصلاحِ زبان کے حوالے سے متعدد ادارے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں ایک نمایاں اور قابل ذکر ادارہ ترقی اردو بورڈ ہے۔ اس ادارے نے بہت سے اہل قلم وابستہ رہے ہیں۔ مجنوں گورکھ پوری نے اصلاحِ زبان کے حوالے سے خدمات انجام دی ہیں۔ پاکستان میں بھی املا اور تلفظ کی اصلاحات میں انفرادی کے ساتھ اجتماعی سطح پر بھی خدمات قابل ذکر ہیں۔ اس ضمن میں اداروں کی خدمات بھی شامل ہیں۔ تلفظ اور املا کے حوالے سے اردو ڈکشنری بورڈ کراچی، اہم ادارہ ہے۔ اس ادارے املائی اور اعرابی مباحث میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

دائرہ معارف اسلامیہ نے بھی اصلاحِ زبان کے حوالے سے خدمات انجام دی ہیں۔ ایک اور قابل ذکر ادارہ مقتدرہ قومی زبان ہے۔ مقتدرہ نے جہاں ادارہ جاتی سطح پر زبان کے حوالے سے تحقیقات کرائی ہیں وہیں سیمینار اور کانفرنسیں کرا کے تجاویز بھی پیش کیں ہیں۔ اسی ادارے نے "اصطلاحات" کے حوالے سے بھی خدمات پیش کی ہیں۔

مجلس ترقی ادب لاہور، بھی قابل ذکر ادارہ ہے۔ اس ادارے سے اصلاحِ زبان کے حوالے سے متعدد کتب شائع ہوئی ہیں۔ ان کتابوں میں رشید حسن خاں کی بیشتر کتب شامل ہیں۔ جو اصلاحِ زبان کے موضوعات پر ہیں۔ علاوہ ازیں دیگر محققین اور ناقدین کی کتب شائع ہوئی ہیں۔ اردو زبان میں املا اور تلفظ کے مباحث میں ان جملہ پہلوؤں کا احاطہ کرنا ضروری ہے۔ ان مباحث کو شامل کر کے ہی زبان درست تلفظ اور صحیح املا کے طریقوں کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

## بیانِ مسئلہ

اردو زبان میں املا اور تلفظ کے معاملات پر بیش تر ناقدین و محققین نے تجاویز اور آرا پیش کی ہیں۔ اس ضمن میں مختلف سیمینار بھی منعقد ہوتے رہے ہیں اور ادارہ جاتی تحقیقات بھی ہوئی ہیں۔ اس حوالے سے املا اور تلفظ کے بعض پہلوؤں پر ناقدین و محققین متفق نظر آتے ہیں جب کہ بعض میں ان کے ہاں اختلافات بھی پائے جاتے ہیں۔ اردو میں اس ضمن میں ایسی کوئی جامع دستاویزی تحقیق موجود نہیں ہے جو ان تمام مباحث کا احاطہ کر کے اردو میں املا اور تلفظ کے معاملات کو اجاگر کرے اور ان مباحث کے تقابل و تجزیہ پیش کرے۔ اس حوالے سے ایک جامع تحقیق کی ضرورت ہے۔ جس میں تمام مباحث کو شامل کر کے ان کا تقابل کرتے ہوئے حقائق کو اجاگر کیا جائے۔

## مقاصد تحقیق

1۔ اردو میں املا اور تلفظ کی روایت کا جائزہ لینا اور مسائل اور مباحث کی نوعیت کو زیر بحث لانا

2۔ اردو املا اور تلفظ کے حوالے سے لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی اور تقابلی تجزیہ کرنا اور اختلافات و اشتراکات کی نشان دہی کرنا۔

## سوالات

1۔ اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث کی روایت نوعیت کیا ہے؟

2۔ اردو میں املا اور تلفظ کے حوالے سے لسانی محققین کی آرا اور تجاویز کیا ہیں؟ اور ان کے اختلافات و اشتراکات کیا ہیں؟

## نظری دائرہ کار

اردو زبان میں تلفظ اور املا کے تناظر میں بہت سے اصول و ضوابط کی کار فرمائی نظر آتی ہے۔ ابتدا میں شعرا اردو نے الفاظ کی نوعیت اور ان کے استعمال کو بنیاد بنایا کلاسیکل شعرا کے الفاظ کی ساخت اور ان کے برتاؤ پر خواص توجہ نظر آتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعد میں اردو زبان کی مرتب ہونے والے لغات میں انھیں اساتذہ (ناسخ، آتش، میر، غالب) کے اشعار میں مستعمل الفاظ کو بطور سند نقل کیے جانے لگے۔ ان شعرا نے نہ صرف اپنی شاعری میں الفاظ کی نوعیت اور استعمال پر بحث کی بلکہ انھوں نے اپنی تحریروں میں بھی الفاظ کے تلفظ اردو املا کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔

برطانوی راج کے زمانے میں بہت سے نئے رجحانات نے فروغ پایا۔ ان رجحانات میں زبان کو اداروں کی سرپرستی کا رجحان بھی شامل تھا۔ اردو زبان کے دیگر معاملات کے ساتھ املا اور تلفظ کے مسائل میں بھی اداروں نے کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں اداروں نے مختلف حوالوں سے زبان اور تلفظ کو موضوع بنایا اور اصلاحات پیش کیں۔

برصغیر کے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ یہاں بہت سی اصولی بحثیں اور نظریات تعصبات کی نظر ہو جاتی ہیں۔ اردو زبان میں اس حوالے سے املا اور تلفظ کے تناظر میں پیش کردہ اصول و نظریات بھی تصورات کی نظر ہوئے اور دبستانی امتیازات پیدا ہوئے۔ مختلف دبستانوں میں ایک ہی لفظ کے تلفظ اور املا کی مختلف صورتیں وضع ہوئیں۔ جس کے سبب لسانی مسائل نے جنم لیا۔ اس سلسلے میں اس تحقیق میں بہ تواتر اساتذہ کے کلاسیکی تصورات، مابعد مطالعات اور جدید و معاصر مطالعات پیش نظر رہیں گے۔ لسانی اعتبار سے زیادہ موثر اور مدلل

مباحث کے حوالے سے ڈاکٹر عبد الستار صدیقی (مقالاتِ صدیقی) ڈاکٹر محی الدین قادری زور (ہندوستانی لسانیات) رشید حسن خاں (اردو املا، عبارت کیسے لکھیں انشاء اور تلفظ) اور شان الحق حقی (فرہنگ تلفظ) کے ہاں ملتے ہیں۔ اس لیے تجزیہ و تقابل اور نتیجہ کاری کے لیے نظری سطح پر انھیں ماہرین لسانیات کے مطالعات کو بنیاد بنایا جائے یا مزید بر آں اردو اکادمی دہلی مقتدرہ قومی زبان اسلام جیسے داروں کی تجاویز اور سفارشات پر مبنی مرتبہ کتب بھی پیش نظر رہیں۔

## طریقہ تحقیق

اس تحقیق میں دستاویزی طریقے تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ درست انداز میں حقائق اجاگر کرنے کے لیے تمام بنیادی مآخذ تک رسائی حاصل کی گئی ہے۔ املا اور تلفظ کے ذیل میں لغات اہم سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ اس لیے لغات سے بھی مدد لی گئی ہے۔ کلاسیکل شعرا کے ہاں املا و تلفظ کے استعمال کو بھی بطور سند لایا گیا ہے۔

ناقدین اور محققین کے ہاں ایک ہی لفظ کے مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔ اس لیے لفظ کی مختلف صورتوں میں ناقدین کے ہاں پیش کردہ مشترک اور اختلافی دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اردو میں املا اور تلفظ کے حوالے سے متعدد معتبر کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ان کتب سے استفادہ کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں رسائل و جرائد میں بھی اس ضمن میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ متعلقہ مواد کی دستیابی کے لیے ان رسائل اور جرائد سے بھی رجوع کیا گیا ہے۔

دورِ حاضر میں معلومات کے حصول کے لیے انٹرنیٹ بھی ایک اہم اور مستند ذریعہ ہے۔ لہٰذا، معلومات کے حصول کے لیے انٹرنیٹ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ مختلف ماہرین لسانیات سے انٹرویو بھی کیے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام طریقوں کے علاوہ، تحقیق کے عمل کو مستند اور جامع بنانے کے لیے وہ تمام امور شامل کیے گئے ہیں جنھوں نے تحقیق کے عمل کو مستند بنایا ہے۔

## ماقبل تحقیق

غیر سندی تحقیق میں بیشتر محققین اردو زبان میں املا اور تلفظ کے مسائل کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس حوالے سے رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ، محی الدین قادری زور، عبد الستار صدیقی اور شان الحق حقی جیسے محقق شامل ہیں۔ اردو میں غیر سندی تحقیق کے حوالے سے بیشتر کتب بھی شائع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ لیکن سندی تحقیق میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ جامعیاتی سطح پر ہونے والی تحقیقات میں اس حوالے سے کچھ حد تک قریب کے موضوعات حسب ذیل ہیں۔

(۱)ساجد عباس، اردو املا: منتخب امور، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ایم اے

(۲)سائرہ خاتون: اردو املا پر مطبوعہ کتب کا جائزہ، ہزارہ یونی ورسٹی مانسہرہ، ایم فل

(۳)عبد الستار ملک: پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث: تحقیقی و تنقیدی جائزہ، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پی ایچ ڈی

(۴)محمد ظہیر الدین: اردو میں صوتیاتی اور فونیمیاتی تحقیق کا تجزیاتی مطالعہ، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز ،اسلام آباد، ایم فل

(۵)سید اشفاق حسین بخاری: پاکستان میں دفتری اردو کا تجزیاتی مطالعہ، نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، پی ایچ ڈی

## تحدید

اردو زبان میں املا اور تلفظ کے مباحث میں پاک و ہند کے متعدد جید علمائے اردو نے ان مباحث پر بات کی ہے۔ زیرِ نظر تحقیق میں روایت کا ذکر کرتے ہوئے ان تمام ماہرین اور ان کے پیش کردہ نکات کو زیرِ بحث لایا جائے گا۔ ان ماہرین میں انشاء اللہ خان انشاء، امام بخش ناسخ، مولوی عبد الحق، عبد الستار صدیقی، محی الدین قادری زور

،رشید حسن خاں ، گوپی چند نارنگ، دتاتریہ کیفی، گیان چند جین، فرمان فتح پوری اور شان الحق حقی وغیرہ شامل ہیں۔

اس مقالے میں اردو زبان کے حوالے سے املا اور تلفظ کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس میں املا کے ذیل میں پائے جانے والے مباحث ان مباحث کے مشترک اور متضاد پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس طرح تلفظ کے معاملات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر موضوعات مثلاً گرائمر یا عروض وغیرہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

## پس منظری مطالعہ

اردو زبان میں بہت سے الفاظ عربی زبان سے آئے ہیں۔ عربی زبان کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس کو مذہبی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ عربی زبان کے الفاظ کے غلط تلفظ یا املا کے فرق سے لفظ کی صورت اور معنویت دونوں بدل جاتے ہیں۔ جس سے زبان میں حساس صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اردو زبان میں املا اور تلفظ کا معاملہ حساس نوعیت کا حامل ہے اور اس کا سب سے اہم معاملہ اس کا مذہبی رخ ہے۔ زبان کے دیگر تناظرات میں ثقافت، تاریخ اور لسانی اجارہ جاری وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں خالصتاً لسانی تناظر بھی اہمیت کا حامل ہے۔ اس حوالے سے متعدد ماہرین اردو نے پر مغز گفتگو کی ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں اس موضوع سے متعلق جملہ تناظرات کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسائل و امکانات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

## تحقیق کی اہمیت

اردو میں املا اور تلفظ کے مباحث کے حوالے سے یہ تحقیق اہمیت کی حامل ہے۔ املا اور تلفظ کا موضوع نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ماضی سے حال تک متعدد اہل قلم نے اس موضوع پر لکھا ہے۔ ابتدائی طور پر اردو زبان کے ارتقا کے ساتھ ہی ان مباحث کا آغاز ملتا ہے۔ انشاءاللہ خان انشاء نے دریائے لطافت لکھ کر لسانی مباحث میں نئے دور کا آغاز کیا۔ اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر دتاتریہ کیفی نے اس کو فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ دتریہ کیفی نہیں اپنی کتاب " کیفیہ " میں بھی اردو املا اور تلفظ کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولوی عبدالحق کو بابائے اردو کہا جاتا ہے۔ انھوں نے جہاں اردو زبان و

ادب کے دیگر موضوعات پر لکھا ہے۔ وہیں املا اور تلفظ کو بھی موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس موضوع پر ان کی اہم تحقیق قواعد اردو کی صورت میں منظر عام پر آئی ہے۔ جس میں انھوں نے زبان کے تمام بنیادی قواعدوں اور اصول وضوابط کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ مولوی عبد الحق نے اپنی کتاب قواعد اردو میں جملے کی درست ساخت اور درست صورت کو بھی اجاگر کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اردو تحقیق میں ان کی کتاب اردو قواعد کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

جدید اردو لسانی مباحث میں عبد الستار صدیقی کو بانی کی حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے اس موضوع کو خصوصیت کے ساتھ موزوںِ سخن بنایا ہے۔ عبد الستار صدیقی کی تحقیق اس حوالے سے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ انھوں نے املا اور تلفظ دونوں پہلوؤں پر لکھا ہے۔ ان کی تحقیق مستند بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی تحقیق میں ان جملہ امور کو موضوع تحقیق بنایا ہے جو کسی بھی حوالے سے اردو میں کشمکش اور پیچیدگی کے حامل تھے۔

املا اور تلفظ کے موضوعات پر تحقیقی اعتبار سے سند کا درجہ رکھنے والی شخصیات میں عبد الستار صدیقی بھی شامل ہیں۔ انھوں نے املا اور تلفظ کے ذیل میں متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کی تحقیق میں تمام املا اور تلفظ کے جملہ معاملات زیر بحث آئے ہیں۔ ان کی تحقیقی تحریریں "مقالات صدیقی" کے عنوان سے شائع ہو چکی ہیں۔

اردو املا اور تلفظ کے مباحث میں ایک اہم ترین نام رشید حسن خاں کا ہے۔ رشید حسن خاں نے خصوصیت کے ساتھ املا کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتاب اردو املا کو علمی حلقوں میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں انھوں نے عبارت کیسے لکھیں میں بھی املا کے موضوعات پر تحقیق کی ہے۔ ان کی ایک اور اہم تحقیق انشاء اور تلفظ کے عنوان سے ہے۔ اس میں انھوں نے املا کے ساتھ تلفظ کے معاملات کو بھی موضوع تحقیق بنایا ہے۔ گوپی چند نارنگ کی کتاب املانامہ بھی اسی ذیل میں شمار ہوتی ہے۔ املا اور تلفظ کے مباحث میں شان الحق حقی کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے فرہنگ تلفظ میں ان موضوعات پر تحقیق پیش کی ہے۔ شان الحق حقی قدیم وضع کے جدید حیثیت رکھنے والے ماہر لسان ہیں۔

اس تحقیق میں استاد، علمائے لسانیات کے نظریات کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان کے درمیان مباحث کے تنوع کی نشان دہی کی گئی ہے ۔ساتھ میں مسائل کے حل اور امکانی صورتوں کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔اس اعتبار سے یہ ایک بنیادی نوعیت کی تحقیق ہے جس سے املاؤ تلفظ کی تحقیق میں نئی راہیں کھلنے کے امکانات موجود ہیں۔

## (ب)املا اور تلفظ کے مباحث کا پس منظر مطالعہ

اردو زبان کو ارتقائی اعتبار سے محققین نے مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم زبان میں آنے والے بدلاؤ کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اردو زبان میں املا اور تلفظ کے مباحث میں سرِ فہرست شعرا شامل ہیں۔ شعراء اردو زبان کی اصلاح کے حوالے سے مختلف سطحوں پر خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے جہاں اپنے اشعار میں الفاظ کے مختلف صورتوں اور حالتوں کو برتا ہے وہیں زبان کی اصلاح کے حوالے سے مختلف نظریات کی اپنی تحریروں میں بھی پیشکش کی ہے۔ اس اعتبار سے دور اول کے شعرا میں سراج الدین خان آرزو کا نام سرِ فہرست شامل ہے۔ خان آرزو کو جہاں شاعری کے حوالے سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ وہیں املا اور تلفظ کے ساتھ زبان کے معاملات کے حوالے سے بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے زبان کی اصلاح کے تناظر میں اپنی نظریات کی پیشکش کی ہے۔ پروفیسر مقبول نثار ملک سراج الدین خان ارزو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”سب سے پہلے انھوں نے ہی لفظ اور اپنی تصنیف نوادر الفاظ میں اردو زبان کے معنی میں استعمال کیا۔ انھوں نے مذکورہ کتاب میں یہ لفظ متعدد جگہوں پر استعمال کیا ہے۔ انھوں نے سبکِ ہندی اور سبکِ ایرانی کی بحث کے دوران اردو زبان کے قواعد اس کے صرف و نحو اور لغات کے بارے میں موقع در موقع اشارات و توضیح کے ساتھ ساتھ اردو ابلاغ کے اصول مقرر کیے“(۴)

سراج خان آرزو نے اردو میں استعمال ہونے والے مختلف زبانوں کے الفاظ جن میں سنسکرت، فارسی ،ہندی اور ترکی کے الفاظ شامل تھے، کو موضوع تحقیق بنایا۔ ان الفاظ کی ساخت کے بارے میں وضاحت کی اور اردو میں ان کے استعمال کی درست صورتوں کا تعین کیا۔ انھوں نے ان الفاظ کے املا اور تلفظ پر خاص توجہ صرف

کی اور واضح کیا کہ ان کی اصل زبانوں میں ان کا املا اور تلفظ پر خاص توجہ صرف کی تھا اور اردو میں ان کی املا اور تلفظ کی صورتوں میں کیا بدلاؤ واقع ہوا۔

سراج الدین خان آرزو نے اردو زبان کے الفاظ کے تلفظ کے بارے میں وضاحت سے لکھا ہے۔ انھوں نے غرائب اللغات کی غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ غرائب اللغات اردو لغت ہے۔ جس کو عبدالواسع ہانسوی نے ترتیب دیا ہے۔ اس لغت میں عبدالواسع ہانسوی نے الفاظ کو اس صورت میں شامل کیا ہے۔ جس تلفظ کے ساتھ وہ عوام میں قبولیت رکھتے تھے۔ مثلاً بجاج (بزار) جچہ (زچہ) ریحل (رحل)، آفتاوا (آفتابہ) پجاوا (پزواہ)، چرکھی (چرخی) لیکن آرزو نوادر الفاظ میں اصلاحِ اس زبان کے الفاظ کو صحیح تلفظ اور صحیح املا کے تحت بیان کیا اس سلسلے میں آرزو کے اہل زبان اور فصحا کا معیار پیش نظر رکھا۔ انھوں نے عوامی تلفظ کے بجائے اہل زبان کے تلفظ اور ان کے لہجے کو قبولیت کرتے ہوئے اپنی تحقیق میں پیش کیا وہ نوادر الفاظ میں لکھتے ہیں:

> ”ہندوستان کے ایک فاضل اور عالم نامدار نے فنِ لغت میں ایک کتاب تالیف کی ہے جس کا نام غرائب اللغات ہے اور ہندی کے ایسے الفاظ جن کو فارسی، عربی یا ترکی متبادل الفاظ یہاں کے لوگوں میں زیادہ مستعمل نہیں۔ ان کے معانی کے ساتھ درج کیا ہے۔ ان الفاظ کے بیان کرنے میں کہیں کہیں غلطی اور تساہل نظر آیا ہے۔ اس لیے باب میں ایک نسخہ ترتیب آیا۔ جس جگہ کوئی غلطی معلوم ہوئی اس طرف اشارہ کر دیا اور اپنی ناقص رائے کے مطابق اضافہ بھی کیا ہے“(۵)

سراج الدین خان آرزو نے الفاظ کی ساخت پر بحث کرتے ہوئے ان کے مصادر کو بھی واضح کیا ہے۔ انھوں نے اردو اور فارسی زبان کے الفاظ اور ان کے مخارج کو بھی اجاگر کیا ہے۔ مخارج کی بحث میں خان آرزو کو اولیت حاصل ہے۔ انھوں نے اس لسانی تقابل میں "توافق لسانین" کا نام دیا ہے۔ وہ ہر لفظ پر بحث کرتے ہوئے اس کی اصل زبان تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور اس کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس کے لغوی املائی اور اصلاحی نظام پر بحث کرتے ہیں۔ مثلاً وہ لفظ "چلون" کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا فارسی مترادف "چیق" ہے جو کہ ترکی لفظ کی فارسی شکل ہے۔

نجم الدین آرزو جن کو ادبی دنیا میں شام مبارک آبرو کے نام سے شہرت حاصل ہوئی۔ گوالیار میں ہی پیدا ہوئے۔ ان کے زمانے تک آتے آتے فارسی زبان کی روایت سے کنارہ کشی اختیار کی جانے لگی تھی اور اس کی جگہ دیسی زبانوں کی اہمیت حاصل ہو رہی تھی۔ شاہ مبارک نے فارسی کے اس خلا کو پر کرنے کے لیے ریختہ گوئی کو فروغ دیا انھوں نے اردو زبان میں اصلاحات کے حوالے سے اس امر پر زور دیا کہ جو لفظ بھی اسی صورت میں ہے اس کو اسی صورت میں لکھا جائے اور اس کا تلفظ بھی اسی صورت میں ادا کیا جائے۔ اگر ایک لفظ ایک زبان سے دوسری زبان میں شامل ہوتا ہے تو اس کا تلفظ اور اس کا املا تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔

شاہ مبارک کے اشعار میں بھی اصلاح املا اور تلفظ کے برعکس واضح نظر آتا ہے۔ وہ الفاظ کے املا اور ان کے تلفظ کے حوالے سے ہم آہنگی کے قائل ہیں۔ ان کے اس نظریے کے بارے میں ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> ”انھوں نے یہ اصول اختیار کیا کہ جو لفظ جس طرح بولا جاتا ہے اسی طرح لکھا بھی ہے تا کہ بولنے اور لکھنے کی زبان الگ الگ نہ رہے۔ جیسے یہ کی بجائے یے، پہ کی بجائے پے، کنویں کی بجائے کنوئے، سننے کی بجائے سن نے، سنہری کی بجائے سونہری، تسبیح کی بجائے تسبی، مصر ع کی بجائے مصرا، باگیں کی بجائے بانگیں، چوکنا کی بجائے چونکنا جھوٹا کی بجائے جھوٹھا“(٦)

سراج الدین خان نے اصلاح زبان کے حوالے سے اس امر پر زور دیا کہ جو الفاظ جس طرح بولا جائے اس کو اس کے تلفظ کے مطابق ہی لکھا جائے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ لفظ کا املا اور اس کے تلفظ میں مطابقت پائی جائے۔اس ضمن میں وہ تلفظ کے حوالے سے مقامیت پر زور دیتے ہیں۔ انھوں نے تلفظ کے معاملے میں اس اسلوب کو اختیار کیا ہے جو قبول عام کی حیثیت یا درجہ رکھتا ہے۔ انھوں نے دیگر زبانوں کے اردو میں شامل ہونے والے الفاظ کے بارے میں بھی یہی رویہ اختیار کیا ہے۔ مثلاً عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جو ”ہ“ پر ختم ہوتے ہیں اور انھیں اردو تلفظ کے مزاج کے مطابق الف پر ختم کیا جانا چاہیے۔ چوں کہ اردو تلفظ میں ان الفاظ کے آخر میں الف کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان الفاظ کو اس کے مزاج کے مطابق الف کی املا کے ساتھ لکھا جانا

چاہیے۔ مثلاً چرغہ کو چرغا، رتبہ کو رتبا، صلح کو صلا، کلمہ کو کلما، روپیہ کو روپیا، بوسہ کو بوسا، مثردہ کو مثردا، رشتہ کو رشتا، رستہ کو رستا، قبلہ کو قبلا، تشبیہ کو تشبیا وغیرہ۔

شاہ مبارک دوسری زبانوں کے قواعد اور اصولوں کی اندھی پیروی کے حق میں نہیں تھے۔ بلکہ اس حوالے سے وہ مقامی زبان کے اسلوب اور اس کے مزاج کو اہمیت دیتے تھے۔انھوں نے وضاحت کی ہے کہ لفظ جب کسی زبان میں شامل ہو جاتا ہے تو وہ اس زبان کا حصہ بن جاتا ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ لفظ کو پھر اس زبان کے مزاج اور اسلوب کے مطابق لکھا اور پڑھا جائے۔یہی سبب ہے کہ انھوں نے عربی اور فارسی کے الفاظ کو اردو زبان میں شامل ہونے پر اردو زبان کے مزاج کے مطابق استعمال کرنے کی تاکید کی اور اس کے طریقوں کو اپنی تحریروں میں بھی شامل استعمال کیا۔ اردو املا اور تلفظ کے مسائل حل کرنے میں مرزا مظہر جانِ جاناں کا نام بھی شامل ہے۔ مظہر جانِ جاناں روحانی شخصیت تھے۔ وہ اپنی دیگر مصروفیات کے سبب شاعری کو زیادہ وقت نہ دے سکے۔ لیکن اصلاح زبان کے حوالے سے انھوں نے اپنے شاگردوں کی اچھی خاصی تعداد تیار کی۔ یہ وہ عہد تھا جب اردو میں ایہام گوئی کے رجحان کو فروغ حاصل تھا۔ایہام گوئی کی روایت میں لفظوں کو توڑ مروڑ کر اور اس کے معنی کی رعایت سے استعمال کرنے کا رجحان غالب تھا۔ مرزا مظہر جانِ جاناں نے اس رجحان کے خلاف آواز بلند کی۔ انھوں نے اپنے اشعار میں صاف گوئی کا آغاز کیا ہے۔یہ شعری رجحان اصلاح تلفظ اور اصلاح املا کا بھی باعث بنا۔ یہ وہ عہد تھا جب اردو زبان اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہی تھی۔ اس وقت اردو زبان پر فارسی کے گہرے اثرات تھے۔ مرزا مظہر جانِ جاناں نے فارسی کے تمام الفاظ کو قبول کرنے سے انکار کیا۔ انھوں نے اس حوالے سے معیار مقرر کیا اور صرف انھی الفاظ کو قبول کیا جو اردو کے مزاج سے مطابقت رکھتے تھے۔اردو زبان کے مزاج سے ہم آہنگ تراکیب اور لفظیات کو شامل کیا گیا جب کہ دیگر فارسی الفاظ جو اردو کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں تھے انھیں قبول کرنے سے انکار کیا۔ یہی روایت ان کے شاگردوں میں بھی تھی۔ مرزا مظہر کے عہد تک اردو زبان چوں کہ اپنے تشکیلی عہد میں تھی اس لیے اس عہد تک اردو زبان اور اردو املا کے حوالے سے اصول واضح نہیں تھے۔ اردو میں سنسکرت اور دیگر کئی زبانوں کے الفاظ شامل تھے۔ الفاظ کے املا میں بھی واضح حصول کارفرما نھیں ہوتے تھے۔ ہم آواز الفاظ کے املا بدل کر لکھا لیا جاتا تھا۔ لیکن مظہر جانِ جاناں نے املا کے حوالے سے اصول وضوابط وضع کیے۔ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

”دور مظہر کے آغاز تک اردو میں سنسکرت بھاشا اور قدیم دکھنی کے سیکڑوں الفاظ مستمل تھے۔ علاوہ ازیں فارسی اور عربی کی جو الفاظ رائج تھے ان کی صحت کا بہت کم خیال رکھا جاتا تھا۔ جیسے س اور ص کا قافیہ بنالینا۔ جن لفظوں کا اختتام ہائے حطی پر ہوتا تھا. ان کا املا الف سے تبدیل کر دینا یا اسے ختم کر لینا۔ جیسے تسبیح کو تسبی صحیح کو صحی، اصلاح کو اصلا، مرزانے اس کی تصحیح کرتے ہوئے ہائے کو ختم کرنے کے غلط رجحان کے نفی کی ہے اور عام لوگوں کے ساتھ آبرو کے اس اصول کو بھی خلافِ قاعدہ قرار دیا۔ جس میں مقامی لہجے کے مطابق ہائے حطی کو الف سے تبدیل کرنے کا رجحان تھا“(۷)

مرزا مظہر جان جاناں نے آبرو کے اس قاعدے کی نفی کی جس کے مطابق انھوں نے زبان کی ساخت بدلنے کے اصول کو وضع کیے۔ مرزانے لفظ کا املا مقامی تلفظ کے مطابق لکھنے کے بجائے اس کو اصل صورت میں لکھنے کی تاکید کی۔ اس طرح آبرو کے اصول کی نفی کے ساتھ مقامی سطح پر الفاظ کے بگڑے ہوئے یا غلط املا کو درست صورت میں لکھنے کا رجحان عام ہوا۔ الفاظ کے درست املا کے ساتھ مرزانے الفاظ کے تلفظ کی ادائی پر بھی زور دیا اور واضح کیا کہ الفاظ کی مقامی صورت میں تلفظ ادا کرنے کی بجائے اس کے درست لفظوں کے ساتھ ادا کیا جائے۔

اردو زبان پر مقامی سطح پر مقامی زبانوں کے اثرات مرتب ہوئے۔ ان اثرات کی وجہ سے زبان کے تلفظ میں تبدیلیاں ہوئیں اور املا کی صورتیں بدل گئی۔ اردو زبان میں دکنی اور برج بھاشا کے اثرات کی وجہ سے مرزا مظہر کے تک آنے والے اردو کے الفاظ کو مختصر کر کے لکھنے کا رجحان بھی عام ہو چکا تھا۔ اس اختصار نویسی کی وجہ سے جہاں الفاظ کے املا بدل جاتا تھا وہیں الفاظ کے تلفظ میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی۔ اس رجحان کے تحت الفاظ کی املا میں درمیانی حرف کو حذف کر دیا جاتا۔ جیسے اظہر کی "ہ" حذف کر کے اسے "اظر" لکھنا۔ اس طرح بے تاب املا میں "ے" حذف کر کے اسے "بتاب" لکھنا، دیوانہ کا املا دوانہ لکھنا، یا سپارہ کا املا سپارہ لکھنا۔ مرزا مظہر نے اختصار نویسی کے اس اصول کی نفی کی اور الفاظ کی صورتوں کو بدل کر آواز کو درست املا کے ساتھ لکھنے کی تلقین کی۔ انھوں نے وضاحت کی کہ الفاظ کے درمیانے حروف نکالنے سے جہاں الفاظ کا املا غلط ہو جاتا ہے وہیں الفاظ کا املا بھی بگڑ جاتا ہے۔ جس کے سبب زبان میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں نے فارسی اور عربی کے اردو میں

شامل ہونے والے الفاظ کے حوالے سے بھی اصول وضوابط مقرر کیے۔ انھوں نے عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ کو اردو میں قبول کیا جو اردو میں آسانی سے استعمال ہو سکتے تھے اور ان کا سمجھنا عام لوگوں کے لیے بھی مشکل نہیں تھا جب کہ ایسے الفاظ جو عام لوگوں کے لیے بعید از فہم تھے اور ان کی تفہیم مشکل تھی۔ علاوہ ازیں وہ زبان میں اجنبیت پیدا کرنے کا سبب تھے۔ انھیں استعمال کرنے سے گریز کیا۔ یہ اصول انھوں نے لفظوں کے لیے وضع کیا جب کہ فارسی اور عربی اسماء کو اس اصول سے مستثنٰی قرار دیا گیا۔ الفاظ کے تلفظ کے حوالے سے انھوں نے دہلی زبان اور دہلی محاورے کو سند قرار دیا۔ انھوں نے مغربی بولی اور کھڑی بولی کے ان الفاظ کے تلفظ کو قبول کیا جو اہلِ دہلی کے ہاں قبول تھے۔ جب کہ غیر مقبول الفاظ جن میں مغربی بولی، کھڑی بولی اور بھاشا وغیرہ کے الفاظ کے تلفظ شامل تھے۔ ان کو زبان سے خارج کرنے کا اصول وضع کیا۔

اردو زبان میں اصلاح املا تلفظ کے سلسلے میں شاہ حاتم کا نام بھی نمایاں ہے۔ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کے حوالے سے جو کوششیں کی ان کی عملی صورت ان کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق ان کے کلام کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”قدیم وجدید کے امتیازات اور اور ان میں تبدیلی وانحراف کا سب سے فکر انگیز مطالعہ ہمیں حاتم میں ملتا ہے۔ حاتم نے دیوان زادا کی ترتیب نو کے وقت اس ضرورت کے پیشِ نظر پورے کلام کا ایک انتخاب کیا اور اس میں اصلاح و اضافے بھی کیے۔ انہی تقاضوں سے مجبور ہو کر انھوں نے ۱۱۶۹ء میں نیا انتخاب اور نئی ترتیب پیش کی اور بہت سے نئے اضافے بھی کیے۔ الفاظ و معنی کی تبدیلی کے ساتھ ایہام گوئی سے دست برداری، غزلوں میں بحروں کی تخفیص، مسدساً تخلیق اور طرحی زمینوں کا اندراج بھی شامل کیا“(۸)

شاہ حاتم کی اردو زبان میں سب سے نمایاں خدمات اصلاحِ تلفظ کے حوالے سے ہے۔ ان سے بیشتر اردو زبان کے لیے مختلف نام استعمال کیے جاتے تھے۔ اردو زبان میں مختلف لہجوں کی عملداری تھی۔ زبان مختلف بولیوں کا ملغوبہ تھی۔ اردو زبان میں فارسی کے تلفظ کی ادائی پر مختلف بولیوں کے اثرات نمایاں تھے۔ جس کی وجہ سے لہجے

اور زبان کے تلفظ کی ادائی کے مسائل پیدا ہوتے تھے۔ شاہ حاتم نے الفاظ کے تلفظ کی ادائی اور زبان کے لہجے کو درست کرنے پر زور دیا۔ انھوں نے بولیوں کے اثرات کی نفی کی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> ”شاہ حاتم سے قبل اردو کا کوئی معیار مقرر نہ تھا اس کی شناخت ہندی، ہندوی، دکنی اور ریختہ جیسے ناموں سے ہوتی تھی۔ یہ زبان مختلف بولیوں کا ملغوبہ تھی۔ جس میں عربی، فارسی، ترکی کے علاوہ سنسکرت، برج بھاشا، کھڑی بولی، پنجابی، راجھستانی وغیرہ شامل تھیں۔ عام بول چال کے علاوہ ادبی تحریری سطح پر بھی کئی لہجے رائج تھے۔ جیسے دکنی لہجہ، شاہجہانی لہجہ، متفرق لہجے۔ حاتم نے محاورہ روز مرہ دہلی کو معیار بنایا اور اس شہر کو اردو کا مرکز قرار دیا“(۹)

شاہ حاتم کا اردو زبان پر سب سے بڑا احسان یہی ہے کہ انھوں نے زبان میں تلفظ کی سطح پر پائی جانے والی متنوع صورتوں کی نفی کی۔ خاص طور پر لہجوں کی سطح پر اس انتشار کی صورت کو واضح سمت عطا کی۔ چوں کہ اردو میں مختلف زبانوں کے الفاظ شامل تھے۔ اس طرح اردو زبان پر مقامی سطح پر دیگر علاقائی اثرات بھی مرتب ہوئے جس سے الفاظ کی ادائی کی مختلف صورتوں میں جنم لیا۔ اس حوالے سے خاص طور پر تلفظ کی حالت بگڑی اور ایک لفظ کی کئی کئی لہجوں اور تلفظ میں ادا کیا جانے لگا۔ لیکن شاہ حاتم نے اس حوالے سے واضح اصول مقرر کیے اور الفاظ کو مختلف صورتوں میں ادا کرنے کی بجائے ایک صورت میں ادا کرنے کی تلقین کی۔ اس ضمن میں انھوں نے دہلی زبان اور دہلی محاورے کو بنیاد بنایا اور اس کے مطابق لہجہ اور تلفظ ادا کرنے کا اصول وضع کیا۔ اس طرح الفاظ جو مختلف لہجوں اور قاعدوں کے مطابق ادا ہوتے تھے۔ وہ واضح انداز میں ایک صورت میں ادا ہونے لگے اور ان کے تلفظ کا مسئلہ حل ہوا۔ ہر زبان کو تلفظ اور لہجے کے مطابق ادا کرنا یا بولنا درست قرار پاتا ہے۔ جس صورت میں اس کے خاص مرکزی علاقے کے لوگ بولتے ہیں۔ انگریزی، عربی اور فارسی زبانوں کے تلفظ اور لہجے کے حوالے سے ان کے مراکز کو سند تسلیم کیا جاتا ہے۔ اردو زبان کو علاقائی اعتبار سے صنعت کا درجہ عطا کرنے میں شاہ حاتم نے نمایاں کردار ادا کیا اور اس خطے یعنی دہلی کے لوگ جس انداز میں اردو بولتے تھے اس لفظ کو معیار قرار دیا۔ جس سے زبان کو تلفظ کے اعتبار سے وحدت میسر آئی۔

شاہ حاتم نے زبان پر مقامی سطح پر تلفظ پر مرتب ہونے والے اثرات کو بگاڑ کی ایک صورت قرار دیا ۔انھوں نے اردو زبان میں مختلف زبانوں کے الفاظ خاص طور پر پھر فارسی پر مقامی لہجوں کی نفی کی اور ان الفاظ کو اصل تلفظ کے مطابق ادا کرنے پر زور دیا۔ مقامی سطح پر تلفظ بھی سطح پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو انھوں نے الفاظ کے تلفظ بگڑنے کا سبب قرار دیا اور اس عمل کی ترتیب کی حد کے عہد تک آتے آتے بہت سے الفاظ غلط تلفظ اور غلط املا کے ساتھ زبان کا حصہ بن چکے تھے۔ شاہ حاتم نے اس کی طرف توجہ دی اور ان الفاظ کو ان کی اصل صورت میں ادا کرنے کی تلقین کی۔ ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> "ان کے دور میں عربی اور فارسی کے جو الفاظ جس طرح بولے جاتے تھے اس طرح لکھے بھی جاتے ہیں۔ جیسے تسبیح کو تسبی، صحیح کو صحی، بیگانہ کو بگانہ، دیوانہ کو دوانہ، وغیرہ۔ حاتم نے انھیں اصل تلفظ کے مطابق استعمال کرنے پر زور دیا اور عوام میں رائج ہونے والے غلط تلفظ کو منسوخ قرار دیا"(۱۰)

اس دور کی اردو میں بہت سی متحرک حروف کو ساکن اور ساکن کو متحرک استعمال کر لیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے الفاظ کا املا اور تلفظ دونوں بگڑ جاتے تھے۔ حاتم نے یہ اصول بنایا کہ جو حرف جس زبان سے اردو زبان میں شامل ہوا ہے اس کا املا اور تلفظ اس زبان کے مطابق درست ہو گیا۔ اس میں تبدیلی کرنے کی صورت میں الفاظ کا تلفظ اور املا غلط قرار پائے۔ جیسے مرض کو مَرَضْ، غَرَض کو غَرَضْ یاحَشر کو حَشَر بولا اور لکھا جاتا ہے۔ انھوں نے صورت میں غلط تلفظ میں استعمال ہونے والے لفظوں کے اصول وضع کیے۔ انھیں اصول کے تحت ان کے استعمال کو درست قرار دیا اور مقامی صورتوں میں تلفظ کی ادائی کو غلط قرار دیا۔ عربی اور فارسی کے ایسے الفاظ جو ہائے ہوز پر ختم ہوتے تھے۔ دہلی اور اس کے مضافات کے لوگ انھیں اپنے مقامی لہجے کے مطابق ہائے ہوز کو الف میں بدل لیتے تھے۔ جیسے بندہ کو بندا، پروہ کو پروا، شرمندہ کو شرمندا، حاتم نے اس اصول کو بدلا اور واضح کیا کہ ہائے ہوز کو الف میں بدلنا خاص وعام کا وتیرہ بن چکا ہے۔ انھوں نے اپنی اصلاحات میں واضح کر دیا کہ روزمرہ اور محاورے کی غلطی یا فصاحت کی خلاف ورزی کسی طرح جائز نہیں ہے۔

حاتم نے املا کے حوالے سے اپنے عہد کے مروجہ طریقوں سے انحراف کیا اور املا کے بھی نئے اصول وضع کیے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں اس حوالے سے اپنے اصولوں کے مطابق الفاظ کا استعمال کیا اور اپنے شاگردوں کو بھی اس انداز میں املا لکھنے کی تلقین کی۔ مثال کے طور پر حاتم سے پہلے سیتی، " ستی" استعمال ہوتے تھے۔ حاتم نے اس مقصد کے لیے سوں اور سیں کو رائج کیا۔ جو آگے چل کر " سے" میں تبدیل ہوئے۔ اس طرح لفظ " موں" کو انھوں نے " میں" کی ترقی یافتہ شکل میں ڈھالا۔ حاتم سے پہلے لفظ " کو" کو" کوں" میں استعمال کیا جاتا تھا۔ حاتم نے اس طرز کے عام الفاظ میں نون غنہ کے استعمال کی نفی کی۔ اس طرح کے حاتم نے پہلے لفظ " نے" کا املا" نیں" استعمال ہوتا تھا۔ حاتم نے اس کی ترقی یافتہ شکل " نے" کو فروغ دیا۔ حاتم کے عہد تک اردو میں پر کے بجائے پہ اور یہاں، وہاں کی جگہ ہاں اور واں کی صورت میں املا لکھا جاتا تھا۔ حاتم نے ان تمام صورتوں میں املا میں تبدیلیاں کیں اور انھیں ترقی یافتہ صورت میں لکھا۔ بعد ازاں حاتم کے اصولوں کے مطابق ان الفاظ سے املا اردو رائج ہوا اور باقی تمام صورتیں متروک قرار پائیں۔

املا اور تلفظ کی ذیل میں حاتم عظیم مصلحِ زبان کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ ان پر آکر اردو زبان نئے رنگ سے دوچار ہوتی ہے۔ اس میں املا اور تلفظ کی سطح پر واضح صورت میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اردو زبان میں درست تلفظ اور درست املا کو پذیرائی ملتی ہے اور غلط صورتوں کی نفی ہوتی ہے۔ اردو زبان اپنے ارتقائی مراحل میں مختلف صورتوں سے گزری۔ اردو زبان میں ارتقا کے دوران الفاظ کی صورتوں میں کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ ان تبدیلیوں کا اظہار روایت کے تسلسل میں استعمال ہونے والے لفظوں میں ملتا ہے۔ اردو زبان میں املا کو بہتر بنانے اور الفاظ کی لکھاوٹ کو تبدیل کرتے ہیں۔ میر تقی میر کا کردار بھی اہم ہے۔ اگرچہ میر نے براہ راست انداز میں مظہر جان جاناں یا شاہ حاتم کی طرز پر اصلاحات زبان کا بیڑا نہیں اٹھایا اور الفاظ کے املا اور تلفظوں پر کام ہی کیا لیکن انھوں نے اپنی تحریروں اور شاعری میں املا کا جو طریقہ اختیار کیا۔ وہ آنے والے شعراء کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اردو میں جدید املا کا آغاز ہوا اور وہی روش آگے چل کر نئی صورتوں سے دوچار ہوئی۔

املا کے سلسلے میں میر کا ذہن ماضی کی طرف نہیں تھا بلکہ وہ حال کی طرف دیکھتے تھے۔ انھوں نے ماضی کی زبان کو اپنانے کی بجائے الفاظ کی ان صورتوں کو اپنایا۔ جو آگے چل کر ترقی یافتہ اور اصلاح شدہ املا قرار پایا۔ میر نے اپنی شاعری میں ماضی سے چلنے کے بجائے الفاظ کے ان املا کا انتخاب کیا جو ان کے زمانے میں جدید ترین صورت رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر میر سے پہلے کبھی کو کدھیں اور کدھی کے املا میں لکھا جاتا تھا۔ پہلی بار ناجی اور مضمون نے کدھیں اور کدھی کے بجائے کبھو کا املا استعمال کیا تھا۔ حاتم نے بھی اس پر اپنی مہر سند ثبت کی۔ چناں چہ میر نے کدھیں اور کدھی کی بجائے کبھو کا املا ملتا ہے۔ یہی املا آگے چل کر مزید ترقی یافتہ صورت میں سامنے آیا اور کبھی کا املا میں لکھا جانے لگا۔ اس طرح املا کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں میر کا کلیدی کردار ہے۔ انھوں نے الفاظ کے قدیم املا کو ارتقا کی صورت عطا کی۔

اس طرح میر سے پہلے کس اور کسی کی جگہ کنے اور کناں وغیرہ استعمال ہوتے تھے۔ میر نے اپنی مکمل شاعری اور تحریروں میں کنے اور کناں وغیرہ کے املا استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ان کے ہاں ان الفاظ کی ترقی یافتہ صورت کسو استعمال ہوئی ہے۔ میر کی شاعری اور نثری تحریروں میں کسو کا املا ملتا ہے۔

دہلی میں الفاظ کا املا تلفظ خاص طرز پر رائج تھا۔ یہی طریقہ سند قرار دیا جاتا تھا۔ دہلی چوں کہ اہلِ زبان کا مرکز تھا۔ اس لیے اس خطے کی زبان کو ہی قابل قبول اور معیار قرار دیا جاتا تھا۔ دہلی میں بعض الفاظ کا املا قدیم وضع میں چلا آرہا تھا۔ ان میں کدھر اور جدھر کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ انشاءاللہ خاں انشاء ان الفاظ کے بارے میں دہلی میں اپنائے جانے والے املا کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”دہلی شہر کے قدیم حصے میں رہنے والے اِدھر کو ایدھر، اُدھر کو اُودھر اور کدِھر کو کیدِھر لکھتے ہیں“(۱۱)

میر چوں کہ خود دہلی کے رہنے والے تھے ان کے ہاں بھی املا کا یہی رنگ نظر آتا ہے۔ لیکن انھوں نے اپنی شاعری میں لفظ جدھر کو بہت کم استعمال کیا ہے۔ بعد یہ لفظ اردو میں متروک قرار پائے۔ جدید املا میں اس لفظ کا استعمال نہیں ہوتا۔

میر کے ہاں بہت سے الفاظ کا املا جدید صورت میں ملتا ہے۔ مثال کے طور پر قدیم املا میں لہو کو لوہو لکھتے تھے۔ میر کے ہاں اس لفظ کا املا لہو ہی ملتا ہے۔ جو کہ بعد میں اردو نثر اور نظم دونوں صورتوں میں مقبول ہوا۔

میر کے دور کا لسانی اعتبار سے مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو تا ہے کہ ان کا املا بتدریج تبدیل ہو تا رہا۔ انھوں نے املا کی انہی صورتوں کو آخر تک اپنانے کے بجائے ان میں تبدیلیاں پیدا کیں اور وقت کے ساتھ ان کے املا میں تغیر پیدا ہو تا رہا۔ ان کے ہاں دیوان اول سے دیوان ششم تک بہت سے الفاظ املا میں تغیر و تبدل پایا جاتا ہے۔

قدیم اردو کے بہت سے الفاظ میں ہائے مخلوظ کا استعمال ہو تا تھا۔ بہت سے لفظوں میں ہائے مخلوظ کا استعمال غیر ضروری طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> "قدیم اردو میں بہت سے لفظوں میں ہائے مخلوط کا استعمال ہو تا تھا۔ جیسے جھوٹو، بھیکھ، بھیگھ تڑھپنا، ہونٹھ وغیرہ۔ جو بعد کی اصلاحاتِ زبان کے تحت متروک ٹھہرے۔ میر نے طویل عمر پائی تھی۔ ان کی ابتدائی دور میں دہلی کے خاص و عام میں یہ الفاظ مستمل تھے۔ لہٰذا میر کے اس دور کے کلام میں ان الفاظ کا استعمال عام نظر آتا ہے۔ لیکن بعد ازاں ان الفاظ کا مروجہ تلفظ و فصحا کی زبان پر نہ رہا۔ جس کی وجہ سے حاتم اور دوسرے مصلحین نے ہائے مخلوط کے استعمال پر نظر ثانی کی۔ جس کی وجہ سے میر کے بعد کے دور میں ہائے مخلوط اس انداز میں استعمال کم ہو تا چلا گیا اور چھٹے دیوان تک اس کی کم و بیش وہی صورت دکھائی دیتی ہے جو آج کل اردو میں ہے" (۱۲)

اردو زبان میں املا اور لفظ کے حوالے سے دہلی کے ساتھ ساتھ لکھنو میں بھی اصلاحات ہوتی رہیں۔ املا اور تلفظ کی اصلاحات کے تاریخی پس منظر میں دور ثانی میں اس حوالے سے خاصا کام ہوا۔ اس ضمن میں انشاءاللہ خان انشاء کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔ انشاء نے اصلاحِ تلفظ اور اصلاح املا کے حوالے سے نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کو شاعر ہفت زبان بھی کہا جاتا ہے۔ انھیں عربی، فارسی، ترکی اور اردو پر مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے اپنے زبان کے نئے رجحانات کو قبول کیا۔ ان کی لسانی خدمات میں یہ رجحان غالب نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں بھی نئے رجحانات کے مطابق الفاظ کی صورتیں تبدیل ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے دیگر انگریزی زبان سے بھی

اثرات قبول کیے ہیں۔ ان کی غزلیات میں انگریزی زبان کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے لہجے میں بھی بسااوقات انگریزی اسلوب کی عکاسی ملتی ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر جمیل جالبی رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اثرات اور پھیلتے ہوئے اقتدار کے باعث انشاء کے ہاں انگریزی الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں مثلاً ان کا یہ شعر دیکھیں۔

کرچ لے کر آہ کی کہتا ہے یوں دل چرخ سے

تم سے "دل یوگر" بڑا سب لڑائی مانگتا

دوسرا مصرع انگریزی صاحب کی اردو کا لہجہ ہے۔ جس میں عام بول کے انگریزی الفاظ(Well Bagger) استعمال میں آئے ہیں۔ اسی طرح جو قصیدہ جارج سوم کے تخت نشینی کی سالگرہ کے موقع پر پیش کیا گیا اس میں کئی الفاظ مثلاً پاوڈر(Powder)، کین(Cane)، بوتل(Bottle) پلٹن(Paltoon) ارگن(Argon)، کوچ(Coach )، کنگ(King) کے علاوہ بعض انگریزی اشیاء کے اردو ترجمے بھی کیے۔ مثلاً صندوقِ فرنگی(Musical Box)، ساعت فرنگی، انشا پہلے شاعر ہیں جنہوں نے انگریزی کے الفاظ اردو غزل اور قصیدے میں استعمال کیے ہیں"(۱۳)

انشاءاللہ خان نے املا تلفظ کے حوالے سے وضاحت کی ہے کہ اردو میں جب کسی بھی زبان کا لفظ شامل ہوا تو اس کے لیے قاعدہ یہ ہو گا کہ وہ اردو کے مطابق میں لکھا اور پڑھا جائے گا۔ یعنی اس کا املا اور اس کا تلفظ اردو زبان کے قواعد کے مطابق ہو گا۔ اس میں اردو قواعد سے مطابقت پایا جانا ضروری ہے۔ اگر کوئی لفظ کسی دوسری زبان سے اردو میں شامل ہوا ہے اور اردو میں شامل ہو کر اس صورت میں اصل زبان سے مختلف صورت اختیار کر لی ہے تو لفظ غلط شمار نہیں ہو گا۔ بلکہ انشاءاللہ خان کے مطابق لفظ کا املا یا تلفظ اس وقت غلط قرار پائے گا جب وہ اردو کے مروجہ اصولوں اور قواعد کے منافی لکھا اور پڑھا جائے گا۔ کیوں کہ وہ اردو میں شامل ہونے والے ہر لفظ کو اردو کے لفظ میں شمار کرتے ہیں۔ اس لیے اس لفظ کی صحت کا انحصار اردو قواعد پر ہوتا ہے۔ انشاءاللہ خان نے اس ضمن میں بہت

سے الفاظ کی مثالیں درج کی ہیں جو اصل کے اعتبار سے مختلف تلفظ اور املا رکھتے ہیں۔یعنی ان کی اصل زبانوں میں ان کا تلفظ اور املا مختلف ہے۔ لیکن اردو میں ان کے املا ان کا تلفظ تبدیل ہو جاتا ہے۔انشاءاللہ خان نے اس حوالے سے لفظ قلفی کی مثال درج کی ہے۔ جب کہ اس کا درست املا قفلی ہے لیکن اردو میں قلفی رائج ہے تو اس کو قلفی کے املا میں لکھا جانے لگا اور اس کی یہی تلفظ درست قرار پائے گا۔اس طرح لفظ معنی کا تلفظ اہل اور ماعنی بولتے ہیں۔ شعر کو تلفظ شیر ادا کرتے ہیں۔اس اصول کی کار فرمائی بہت سی دوسرے الفاظ میں بھی نظر آتی ہے۔مثال کے طور پر اردو میں پیالہ کو پیالا، پردہ کو پردا، ستارہ کو ستارا برقع کو برقا، نصیل کو نسیل کہتے ہیں۔اس طرح بہت سے الفاظ کا تلفظ اعراب کے غلط استعمال سے بگڑ جاتا ہے۔ جیسے صدُر کو صَدَر، عَذر کو عذَر وغیرہ۔انشاءاللہ خان کے مطابق چوں کہ یہ تلفظ عام اور خاص رائج ہے۔ اس سے لیے ان کو اردو کے مزاج کے مطابق اس انداز میں لکھنا اور بولنا چاہیے۔

انشاءاللہ خان نے الفاظ کے ساکن اور متحرک حروف الفاظ کو تبدیل کرنے کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس تبدیلی کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے بارے میں رائے پیش کی ہے۔مسئلہ انھوں نے عربی اور فارسی صورتحال کے حوالے سے وضاحت کی ہے کہ عربی اور فارسی کے بعد سہ حرفی الفاظ کے درمیانی حرفوں کو اردو میں عموماً ساکن سے متحرک بنادیا جاتا ہے۔ جیسے شَرَم کو شرم، گرم کو گرَم۔اسی طرح کبر، نرم، صبر، علم، عقل، قبر ، شکل، فکر وغیرہ۔یہ تمام الفاظ ساکن الاول ہیں۔یعنی ان کا پہلا لفظ ساکن ہے۔لیکن اردو میں انھیں متحرک الاول میں بدل دیتے ہیں۔یعنی پہلا لفظ متروک کر دیا جاتا ہے۔انشاءاللہ خان نے عربی اور فارسی صوتیات پر بحث کرتے ہوئے ان الفاظ کے تلفظ کی وضاحت پیش کی ہے اور واضح کیا ہے کہ ان کی اصل تلفظ ان کی اصل زبانوں میں اردو کے تلفظ سے مختلف ہے۔ لیکن اردو میں اس کی صورت بدل جاتی ہے۔یعنی ساکن ہر متحرک سورت اختیار کر لیتا ہے انھوں نے قاعدے کی روشنی میں اس اصول کو درست قرار دیا ہے کہ اردو میں ان کی یہی صورت درست قرار پائی۔یعنی اگر ساکن الاول، متحرک الاول قرار پائیں گے تو ہی تلفظ درست قرار پائے گا۔ کیوں کہ یہ تلفظ اردو کے لسانی مزاج سے ہم آہنگ ہے۔ اس لیے اردو میں الفاظ کا تلفظ اسی انداز میں بڑھتا جائے گا۔اردو املا اور تلفظ کی اصلاحات میں ایک اہم نام شیخ امام بخش ناسخ ہے۔ناسخ دبستان لکھنو کے نمائندہ شاعر ہیں۔ انھوں نے غزل کی صنف میں اپنا نام پیدا کیا۔ ان کی غزلیات دبستان لکھنو کی عکاس ہیں۔ ناسخ نے اردو تلفظ کے بارے میں اپنے

نظریات کی پیشکش کی۔ ان کے نظریات اس اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں کہ کہ انھوں نے خود بھی ان اصولوں کی پاسداری کی ہے۔ امام بخش ناسخ نے شاہ حاتم کے بر عکس قاعدے کی وضاحت کی کہ اردو میں جس زبان کا لفظ استعمال ہوا اس کے لیے مقامیت کے اثرات کے بجائے اصل زبان کے مطابق ادائی لازم ہے۔ انھوں نے اردو میں عربی اور فارسی کے اثرات کی مقامت کی تمام صورتوں کی نفی کی اور ان کی اصل صورت کو اجاگر کے ان کے نزدیک عربی کے الفاظ کا درست تلفظ ادا کرنا از حد لازم ہے مقبول نثار ملک ناسخ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”ناسخ صحتِ زبان کے لیے صحت الفاظ پر خاص طور پر زور دیتے ہیں۔ ان کی صحت کا معیار متعلقہ زبان کے اصول میں خصوصاً عربی اور فارسی کے اصل تلفظ اور قواعد زبان پر وہ اس لیے زور دیتے ہیں کہ ہندوستان میں اس کا زیادہ خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ وہ اس عمل کو کس قدر سنجیدہ تھے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے بہت سے اشعار اس پابندی کی وجہ سے اپنے کلام سے خارج کر دیے۔ جیسے ان کا ایک شعر ہے۔
>
> چھوڑ کر اپنی تعلی کر تواضع اختیار
>
> رتبہ مینارِ مسجد پست ہے محراب سے
>
> ناسخ نے اپنی اصطلاحات متعارف کرانے کے بعد اپنا کلیات مرتب کیا تو اس شعر کو محض اس بنیاد پر دیوان سے خارج کر دیا کہ عربی میں لفظ مینار کی بجائے مینار کا استعمال ہوا تھا۔ الفاظ کی صحت کا یہ کڑا معیار دہلوی شعرا کے ہاں نظر نہیں آتا“(۱۴)

ناسخ نے اردو زبان میں عربی کے استعمال ہونے والے الفاظ پر خصوصی توجہ دی۔ انھوں نے وضاحت کی کہ عربی الفاظ کے تلفظ میں بدلاؤ کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچتی۔ ناسخ کی شاعری میں بھی عربی الفاظ کے تلفظ پر خاص توجہ نظر آتی ہے۔

ناسخ نے الفاظ میں حرکات و سکنات پر بھی دھیان دیا۔ عربی کے بہت سے الفاظ ایسے تھے جن پر مقامیت کے اثرات کی وجہ سے ساکن اور متحرک حروف میں بدلاؤ پیدا ہو جاتا تھا۔ بعض ساکن الاول کو متحرک اور متحرک کو مقامی تلفظ کی وجہ سے ساکن گردانا جاتا تھا۔ ناسخ نے اس پہلو پر بھی توجہ دی اور تمام متحرک و ساکن الفاظ کو اس

انداز میں پیش کرنے کی تلقین کی جن حرکات و سکنات کے ساتھ وہ اپنی اصل زبان میں استعمال ہوتا تھا۔ ناسخ کا امتیاز یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام اصول و ضوابط کی عملی صورت میں پاسداری کی۔ تحریروں میں تمام عربی الاصل الفاظ اپنی اصل صورت میں نظر آتے ہیں۔

ناسخ نے تلفظ کی سطح پر نمایاں تبدیلیاں کیں۔ انھوں نے اردو کا تلفظ کی ان تمام صورتوں کی نفی کی جو خلاف قاعدہ تھے۔ اس ضمن میں اصول وضوابط وضع کیے۔ مثال کے طور پر اس عہد میں عام طور پر ہندی زبان کے کچھ امر ایسے تھے جن میں واؤ کا اضافہ کر دیا جاتا تھا۔ مثلاً آوئے، پاوے، جاوے، گاوے وغیرہ۔ ان الفاظ کے املا کے ساتھ ان کے تلفظ میں بھی واؤ کا استعمال کی گنجائش ختم کر دی اور ان الفاظ کو اسی صورت میں استعمال کرنے کی تلقین کی۔

ناسخ نے بعض الفاظ اور حرفوں کی بدلتی ہوئی صورت کے بھی اصول مقرر کیے۔ اردو میں الفاظ یہ، وہ ، کون، جون، تو اور کوئی کے ساتھ لفظ "ان" ملا دیں تو وہ یہاں، وہاں، کہاں، جہاں، بتاں، کہیں میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور حرف "وں" ملا دیں تو یوں، کیوں، جیوں، وغیرہ بن جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض لفظوں کے ساتھ حرف "سا" منسلک کیا جائے گا تو حروفِ تشبیہ وجود میں آئیں گے۔ مثلاً جیسے، ویسے، ایسا، ویسا، جیسا، کیسا، تیسا وغیرہ بعض لفظوں میں نا کا اضافہ مقدار کو ظاہر کرے گا۔ جیسے اُتنا، جنا وغیرہ اور جب ب پر موحدہ ہو تو زمانہ ظاہر ہوگا جیسے اب، کب، تب وغیرہ۔ ناسخ کے اصول سے ان میں سے "تہاں" کی جگہ وہاں جائز ہے۔ البتہ جہاں تہاں محاورہ ہے۔ جیسے فصحاہم استعمال کرتے ہیں اور اس کی جگہ یہاں، وہاں بولتے ہیں۔ جیوں کہوں، جوں توں اور بعض حروف تشبیہ کے سلسلے میں صغیر بلگرامی لکھتے ہیں:

> ”جیوں اور تہوں کے بارے میں ناسخ کی ہدایات ہیں کہ جیوں کو بوقتِ ضرورت شعر اجوں بھی باندھ لیتے ہیں لیکن یہ تینوں الفاظ یعنی جیوں، تہوں اور جوں جائز نہیں ہیں۔ البتہ جوں جوں، لکھنو اور دہلی دونوں جگہ مستمل اور درست ہے۔ ناسخ کی اصلاحات کی رو سے کا سا ، کیسے اور تیسا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ ایسا تیسا اور جیسا تیسا محاورہ ہے اور جائز ہے۔ اسی

طرح اُتا، کِتا، جنا اور نتا بھی ناجائز ہیں۔ اس میں سے الف آخر سے پہلے ن کا استعمال ضروری ہے"(۱۵)

ناسخ نے بعض الفاظ کی تبدیلی اور ان میں تصرف کو ناجائز قرار دیا انھوں نے قدما کے اس حوالے سے واضح کردہ اصول و نظریات میں بھی اختلافی وضاحتیں کیں مثال کے طور پر حاتم نے ہائے ہوز کو الف میں تبدیل کرنے کی سفارش کی تھی۔ جیسے بندہ کو بندا، پردہ کو پردا اور رقبہ کو رقبا وغیرہ۔ لیکن ناسخ نے اس سلسلے میں اصول کی بات کی ہے کہ غیر زبان کے الفاظ میں مقام رجحانات اور لہجے کے اثرات قبول کرتے ہوئے اس طرح کے تصرف کی گنجائش موجود نہیں۔ انھوں نے املا میں اس طرز پر تمام الفاظ میں ہائے ہوز کو الف میں بدلنے کی نفی کی ہے اور اس طرح کے تصرف کو خلاف قاعدہ قرار دیا ہے۔

ناسخ نے اصلاحِ املا اور اصلاحِ تلفظ کی جو صورتیں وضع کیں ہیں ان کے بعد ان کے شاگردوں نے سلسلے کو آگے بڑھایا۔ اصلاحِ املا کے حوالے سے ناسخ کے ایک شاگرد میر اوسط علی رشک ہیں۔ انھوں نے اصلاحِ املا کے سلسلے کو خصوصی اہمیت دی اور ان کی تحریروں میں اصلاحِ املا کی متعدد صورت نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اپنے اشعار میں بھی املا کی درستی پر بہت زور دیا ہے۔

میر اوسط علی رشک نے اصلاحِ املا کے حوالے سے بہت سے امور میں ناسخ کی پیروی کی۔ بعض پہلوؤں پر زیادہ زور دیا جن کے بارے میں ناسخ زیادہ وضاحت پیش نہیں کر سکتے تھے۔ ناسخ کے ہاں جو اصول نظریاتی سطح پر موجود تھے۔ میر علی اوسط رشک نے ان کو عملی صورت میں اپنی شاعری اور تحریروں میں برتا۔

ناسخ نے تشدید والے الفاظ کے املا میں تشدید کا استعمال لازمی قرار دیا۔ ناسخ کے ہاں یہ اصول نظریاتی ہے۔ لیکن اس کی عملی صورت میر اوسط علی رشک کے ہاں نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں تشدید والے الفاظ کی علامات پر خاص توجہ دی ہے۔ تشدید والے الفاظ جیسے اُٹّھنا، چکّھا، رکّھا اور لکّھا وغیرہ کے بارے میں اشک کا اصول یہ ہے کہ ایسے تمام الفاظ کا املا ہمیشہ تشدید کی املا کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ دہلی میں تشدید والے الفاظ کے املا میں اس طرز پر تشدید کی باقاعدہ پابندی نظر نہیں آتی لیکن دبستان لکھنو میں رشک کے اس کو اصولی طور پر تسلیم کرتے ہوئے اس کا خصوصی طور پر اہتمام کیا ہے۔

ناسخ نے بہت سے الفاظ کو متروکات کی حیثیت دی اور ایسے تمام الفاظ جو ان کے نزدیک متروکات کی حیثیت رکھتے تھے انھیں شاعری سے خارج قرار دیا۔ ناسخ نے ہندی کے بہت سے الفاظ کو متروکات قرار دیا اور ان کی جگہ عربی اور فارسی الفاظ کو شامل کیا لیکن ان کی شاگردوں میں رشک کے متروکات پر خاص توجہ دی اور ایسے ہندی کے ایسے الفاظ جن کا تلفظ اردو کے مزاج سے ہم آہنگ تھا انھیں دوبارہ اردو تحریر میں شامل کیا۔ مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں:

> "دراصل واضع ان قوانین (متروکات وغیرہ) کے میر علی اوسط رشک تھے۔ چناں چہ کچھ الفاظ نمونے کے طور پر لکھنے ضروری ہیں۔ فرماتے تھے کہ یہاں، وہاں، بروزن، جاں، جہاں، ہوں لیکن تعجب ہے کہ شیخ صاحب (ناسخ) اور خواجہ صاحب (آتش) اس کے پابند نہ تھے"(۱۶)

اردو کی شعری روایت میں میر رشک کو شاعری کے ساتھ اصلاحِ تلفظ اور اصلاحِ زبان کے حوالے سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں بھی اس امر پر خاص توجہ مبذول کی ہے۔ انھوں نے اصلاحِ زبان میں تلفظ اور املا کی صحت کو لازمی قرار دیا ہے۔ مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> "رشک نے صحتِ زبان کا جو علم اٹھایا تھا اس میں صحتِ تلفظ یا معیارِ تلفظ کو خاص اہمیت دی گئی تھی۔ انھوں نے اپنے ایک پرانے دیوان کو محض اس وجہ سے قابلِ اصلاح قرار دیکھ کر ترک کیا کہ اس میں بعض لفظوں کا املا ان کے نئے اور معیاری املا سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ ان کے ہاں املا کا معیار کا جو نظام تھا وہ بعض صورتوں میں آج کے املا کے نظام سے مختلف ہے۔ لیکن وہ اپنے دور کے لحاظ سے ترقی یافتہ تھا۔ ان کے ہاں سوئے در کے بجائے سو در تیار کی بجائے طیار نشہ کی بجائے نشاہ کے تلفظ ملتے ہیں۔ ان کے ہاں کا "ھ" استعمال کہیں نہیں دکھائی دیتا۔ وہ آنکھ کو آنکہ، بدھ کو بدلہ، سکھ کو سکہ اور گھاس کو گیاس وغیرہ لکھتے ہیں"(۱۷)

مقبول نثار ملک نے مندرجہ بالا اقتباس میں رشک کی اصلاحِ املا اور اصلاحِ تلفظ کی کوششوں کو اجاگر کیا ہے۔ انھوں نے خصوصیت کے ساتھ ان کے ہاں املائی نظام میں ان کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں وضاحت کی ہے کہ یہ امر اگرچہ اب قدیم صورت کے عکاسی کرتا ہے لیکن ان کے عہد میں اس املا اور تلفظ کو ترقی یافتہ حیثیت حاصل تھی۔

اردو املا میں ابتدا سے ہی ہائے ہوز اور الف پر ختم ہونے والے حروف کی بحث چلی آرہی ہے۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ عربی کے ایسے الفاظ شامل ہیں جو ہائے ہوز پر ختم ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کے بارے میں ماہرین لسانیات نے متنوع آرا پیش کی ہیں۔ بعض کے نزدیک ہائے ہوز پر ختم ہونے والے حروف کے املا الف سے بدل کر لکھنا چاہیے جب کہ بعض کے نزدیک اس کو ہائے ہوز سے لکھنا بھی درست ہے۔ ناسخ نے ایسے الفاظ کو ان کی اصل زبانوں میں پیش کردہ املا کے مطابق ہی لکھنے کی تجویز پیش کی تھی۔ لیکن رشک نے اس ضمن میں ناسخ سے مختلف رائے پیش کی۔ انھوں نے اردو زبان کے مزاج کے مطابق ایسے الفاظ کا املا الف سے لکھنے کی تجویز پیش کی۔ انھوں نے اردو میں مستمل عربی زبان کے ایسے الفاظ سے املا جن کے اختتام ہائے ہوز پر ہوتا ہے۔ انھیں الف سے بدلا۔ مثال کے طور پر پردہ ہائے ہوز کے بجائے الف سے پردا لکھنا، دیوانہ کو دیوانا، تکیہ کو تکیا، فائدہ کو فائدا اور دھوکہ کو دھوکا لکھنا۔ رشک کی املا کے حوالے سے یہ اصلاحات آج کی جدید اردو کے املا سے ہم آہنگ ہیں اور اب اس رجحان کے مطابق املا لکھنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، اردو زبان میں جدید مصلحین نے بھی اس اصول کی پاسداری کرتے ہوئے ایسے الفاظ میں ہائے ہوز کو ائف سے بدل کر لکھنے کی تاکید کی ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور اہم شاعر امداد علی بحر ہیں۔ امداد علی بحر دبستان لکھنو کے شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں جہاں دبستان لکھنو کے مزاج کے عکاسی کی ہے وہیں اردو زبان تلفظ اور املا کی اصلاحات کی کوششیں بھی کیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ”بحر پُر گو عشاق شاعر تھے۔ علمِ عروض و قوافی، صحتِ الفاظ، اصول زبان، تحقیق لغت، محاورات و روز مرہ پر ایسی قدرت رکھتے تھے کہ استادانِ وقت بھی ان سے سند لیتے تھے“(۱۸)

بحر نے اپنی شاعری میں اردو پن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے فارسی اور عربی کی نامانوس تراکیب کے استعمال سے گریز کیا اور ان کے متبادل میں اردو کی مانوس تراکیب کو برتا۔ ان کی شاعری میں ہندوستانیت کی جھلک نظر آتی ہے۔ انھوں نے وہ تمام ہندی الاصل الفاظ دوبارہ استعمال کرنے شروع کے جو ناسخ نے ترک کر دیے تھے۔ اس طرح ان کی شاعری تازہ گوئی کی صورت میں سامنے آئی۔

بحر کی سب سے نمایاں اور اہم خوبی صحتِ الفاظ کا لحاظ ہے۔ وہ الفاظ کو ان کی مکمل صحت کے ساتھ لکھنے اور بولنے کی ترغیب دیتے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں الفاظ کے درست املا و تلفظ کی ادائی پر خاص توجہ مبذول کی۔ وہ ہر لفظ کو اس کی ماخذ زبان کے مطابق استعمال کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ بحر کے مطابق اردو میں جس زبان سے بھی لفظ شامل ہوا ہے لازم ہے کہ اس لفظ کو اسلوب اور انداز کے مطابق برتا جائے۔ ان کی شاعری میں بھی الفاظ کے املا و تلفظ کی یہی صورت نظر آتی ہے۔ انھوں نے عربی اور فارسی کے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہندی کے لفظیات کے لیے بھی یہی اصول پیش نظر رکھا ہے۔ ان کی شاعری میں مستعمل ہندی الاصل الفاظ کی املا اور تلفظ پر خاص توجہ نظر آتی ہے۔ وہ کسی بھی لفظ کے استعمال میں اس کے املا اور تلفظ کے ذیل میں محتاط رویہ اختیار کرتے ہیں۔

بحر کی اصلاحِ املا و تلفظ کے حوالے سے ان کی ایک کاوش "بحر البیان" کی صورت میں سامنے آئی۔ یہ قلمی صورت میں ترتیب دیا گیا مسودہ تھا۔ اس کا ایک نسخہ رضا لائبریری میں موجود تھا۔ جسے رشید حسن خاں نے ترتیب دے کر شائع کیا۔ بحر البیان میں بحر نے املا اور لفظ کے مسائل کو اجاگر کیا۔ انھوں نے اس کتاب میں دوسری زبانوں کے الفاظ کو اردو میں شامل کرنے کے بارے میں تجاویز پیش کیں اور الفاظ کی نوعیت کا بیان کیا۔ انھوں نے وضاحت کی کہ کس اصول کے تحت اردو میں دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال کرنا درست قرار پاتا ہے اور کس صورت میں ان میں غلطی کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ انھوں نے بحر البیان میں اردو میں دیگر زبانوں کے الفاظ کا استعمال کے حوالے سے کڑے اصول مقرر کیے۔ ان کے پیش نظر صحت الفاظ کا معاملہ اس لیے انھوں نے الفاظ کے املا اور اس کے تلفظ کی ادائی کی جملہ صورتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی۔

بحر نے اپنی کتاب بحر البیان میں جو زبان کے حوالے سے جو اصلاحات پیش کیں ان میں عربی اور فارسی قواعد سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے ساتھ انھوں نے ہندی زبان اور اس کے اصول وضوابط کو بھی پیش نظر رکھا۔

اردو شعری روایت میں ایک اہم نام امیر مینائی ہے۔ امیر مینائی امیر احمد مولوی کرم محمد کے بیٹے تھے۔ ان کے والد اپنے عہد کے مفتی اور پرہیز گار صوفی بزرگ تھے۔ امیر مینائی کی ولادت ۱۸۲۹ء میں لکھنو میں ہوئی۔ امیر مینائی نے شعری خدمات کے علاوہ لسانی حوالے سے بھی خدمات پیش کیں۔ ان کی لسانی خدمات میں اصلاحِ املا ا، صلاح تلفظ اور لغات وغیرہ شامل ہیں۔ انھوں نے لفظ معانی کی درست استعمال اور ان کی مختلف صورتوں کی وضاحت کی ہے۔ امیر مینائی کی ایک اہم خدمت ان کی لغت امیر اللغات کی صورت میں بھی ہے جس میں انھوں نے اردو میں استعمال ہونے والے بیشتر الفاظ کی معنویت اور ان کے ماخذات کے بارے میں وضاحت پیش کی ہے۔

امیر مینائی نے زبان کے تلفظ اور املا کے حوالے سے انشائے نادری کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کی اس کتاب میں انھوں نے دبستان دہلی اور لکھنو میں استعمال ہونے والے متفرق الفاظ اور ان کے متفرق صورتوں کو پیش نظر رکھا۔ امیر مینائی کی اصلاحات املا و تلفظ کے حوالے سے ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> ”امیر نے اردو قواعد کی بنیاد فارسی قواعد پر رکھی۔ وہ الفاظ کو صحتِ لفظ کے ساتھ استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں۔ خاص طور پر عربی کے اردو میں استعمال ہونے والے لفظوں کے غلط تلفظ و املا کے معاملے میں وہ بہت حساس ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی کتب میں لفظوں کی ایک مکمل فہرست دی ہے جو عربی الاصل یا فارسی الاصل ہیں۔ لیکن اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ عربی اور فارسی کے لفظوں کے درست لفظ کے بارے میں ان کی کتب جان تاریخ، گنجینہ قوافی، محاورات مصادر اردو، معیار الاغلاط اور بہار ہندی خصوصی اہمیت رکھتی ہیں۔ انھوں نے انشائے نادری میں قواعد زبان بڑے سہل پیرائے میں بیان کیے۔ اس پر انگریزی گرامر کے اثرات بھی نظر آتے ہیں“(۱۹)

الفاظ کے درست املا کے حوالے سے امیر مینائی کی لغت امیر اللغات بھی خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس لغت میں انھوں نے اردو میں استعمال ہونے والے عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کو بھی شامل کیا ہے۔ ان الفاظ کے مطالب کے ساتھ ان کے درست املا اور درست لفظ کے بارے میں بھی وضاحت پیش کی ہے۔ امیر اللغات تین جلدوں میں تھی لیکن اس کے صرف دو حصے مکمل ہوئے۔ تیسرا حصہ نامکمل رہ گیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

”امیر نے (لغت کی تیاری کے لیے) دفتر قائم کیا۔ اہلِ علم کو جمع کرنا شروع کیا لیکن ابھی یہ کام ابتدائی حالت میں تھا کہ ۲۳ مارچ ۱۹۸۷ء کو نواب کلب علی خان وفات پا گئے اور اس کے ساتھ ہی ان کی پریشانیوں کا دور شروع ہوا۔ امیر اللغات کا کام بھی امداد سے محروم ہوا اور اپنی پوری کوشش کے باوجود بھی صرف دو جلدیں ہی شائع ہو سکی اور تیسرا حصہ غیر مطبوعہ رہ گیا“(۲۰)

امیر اللغات میں امیر مینائی نے الف ممدودہ اور الف مقصورہ کی ذیل میں الفاظ شامل کیے ہیں۔ الفاظ کی تذکیر و تانیث کے مسئلے کو سلجھایا تھا۔ خاص طور پر املا اور تلفظ کی ادائی پر توجہ دی۔ یہ لغت اصلاحِ ہے زبان کے سلسلے میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔

اردو میں رموزِ او قاف کے استعمال کے بارے میں ابتدائی طور پر وضاحت کرنے والوں میں امیر مینائی کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ انھوں نے امیر اللغات میں رموز او قاف کے استعمال پر توجہ دی اور تحریر میں سوا لیہ (؟) استعجابیہ (!) قوسین ()، ڈیش (۔) اور واوین (” “) وغیرہ کے استعمال کی وضاحت کی ہے۔ یہ علامات اب بھی اردو تحریر میں استعمال ہوتی ہیں اور درست تحریر ان کے درست استعمال سے مشروط پاتی ہے۔

اردو میں عربی اور فارسی کے ساتھ انگریزی کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ امیر مینائی نے ان الفاظ پر بھی توجہ دی اور اپنی لغت میں اسٹیشن، اپیل، پارسل، پمفلیٹ، کمشنر اور اسٹاف جیسے الفاظ شامل کیے۔

امیر مینائی کی زبان کے حوالے سے دی جانے والی خدمات میں امیر اللغات اہم حیثیت کی حامل ہے۔ اس لغت کے بارے میں اہم علمی و ادبی شخصیات نے بھی اظہار خیال کرتے ہوئے اس کی تحسین کی ہے۔ اکبر الہ ابادی لکھتے ہیں:

”جس شخص نے انگریزی ڈکشنریاں، جانسن، ویبسٹیئر، دیکھی ہیں وہ بے ساختہ بول اٹھے گا کہ اردو زبان کا مصنف محققانہ تلاش عالمانہ ترتیب اور حکیمانہ اظہارِ مطلب میں کس طرح یورپین مصنفوں سے کم نہیں، شاید بڑھا ہوا ہے۔ اس کتاب کے ورق الٹیے تو اردو کی وسعت پر ایک نہایت مسرت خیز حیرت ہوتی ہے۔ آپ اس کو لغت کہیے۔ آپ اس کو

بہارستان لغت کہیے، آپ اس کو تذکرہ شعراء کہیے۔ اس کو صرف ونحو کی کتاب کہیے۔ تاریخ عالم کہیے اور محاوروں کا ذخیرہ کہیے یا لفظوں کی ہسٹری کہیے۔ غیر زبانوں کے الفاظ کا مجموعہ کہیے۔ ہدایت الشعرا کہیے۔ عدالت کے لیے زبان اردو کی مستند ڈکشنری کہیے۔ غرض جو کہیے موزوں ہے"(۲۱)

امیر مینائی نے اردو زبان میں شامل الفاظ کی صوتیات کی وضاحت کی ہے۔ وہ الفاظ کے تلفظ کی ادائی کے حوالے سے بات کرتے ہوئے ایسے الفاظ کو اردو میں شامل کرنے کی تلقین کرتے ہیں جو اردو زبان کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں۔ انھوں نے اپنے تذکرے انتخاب یادگار میں بھی اردو میں استعمال ہونے والے الفاظ اور ان کے تلفظ پر بحث کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے تلفظ کی ادائی میں اردو زبان سے میل رکھنے والے الفاظ اردو زبان کے لیے قابل قبول قرار دیا ہے جب کہ ایسے الفاظ جو اردو زبان کے لسانی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ان کو شامل کرنے سے گریز کیا ہے۔ تذکرہ انتخاب یادگار میں انھوں نے ایسے الفاظ کی فہرست شامل کی ہے جو تلفظ کی ادائی کے اعتبار سے اردو کے لسانی مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ لکھنوی شعرا میں اصلاحِ زبان کے حوالے سے میر ضامن علی جلال لکھنوی کا نام بھی اہم ہے۔ میر ضامن علی جلال لکھنوی دبستان لکھنو کے شعرا میں اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے اصلاحِ زبان کے حوالے سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔ اس حوالے سے انھوں نے متعدد رسائل بھی لکھے ہیں۔ ان رسائل میں انھوں نے اردو زبان کی املا، تلفظ اور قواعد کے ایسے پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا ہے جو اس سے بیشتر اردو زبان میں موضوع گفتگو نہیں رہے تھے۔ ان کا ایک رسالے کا عنوان منتخب القواعد ہے اس رسالے میں جلال لکھنوی نے ہند الاصل الفاظ کے قواعد بیان کیے ہیں۔ جلال لکھنوی اس رسالے کی تمہید میں لکھتے ہیں:

"زبان ہند الاصل کے وہ قواعد جو آج تک نہیں لکھے گئے قواعد منتخب میں لکھے گئے"(۲۲)

صحت زبان کے معاملے میں اہل لکھنو بہت حساس رویہ رکھتے تھے۔ وہ الفاظ کے املا اور ان کے تلفظ کے حوالے سے بہت سنجیدہ تھے۔ اس ضمن میں بہت سے اہل قلم نے اپنا حصہ ملایا۔ جلال لکھنوی نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور اپنے رسالے قواعد منتخب میں الفاظ کے املا ان کا تلفظ کی درست ادائی اور اس ضمن میں زبان کے

اصول و قواعد کے بارے میں وضاحت پیش کی ہے۔ انھوں نے دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ الفاظ کے تذکیر و تانیث کے مسئلے کو بھی پیش نظر رکھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے اصول بھی وضع کیے۔ الفاظ کی تذکیر و تانیث کے معاملے میں انھوں نے اساتذہ کی آراء پر بھی بھروسہ کیا۔ جن الفاظ کی تذکیر و تانیث پر اساتذہ کا تفاق ہے ان الفاظ کو اس صورت میں درج کیا اور جن الفاظ کے بارے میں پیچیدگی یا کشمکش کی صورت پائی جاتی ہے ان الفاظ کے بارے میں قواعد کا بیان شامل کیا۔ تذکیر و تانیث کے سلسلے میں انھوں نے املا اور ان کے تلفظ کی بدلتی ہوئی صورتوں کی بھی پیشکش کی۔ اس حوالے سے انھوں نے عربی فارسی اور ہندی زبانوں کے تذکیر و تانیث کے اصول و ضوابط کے بارے میں بھی وضاحتیں پیش کیں۔

جلال لکھنو نے بیشتر الفاظ کے حوالے سے تذکیر و تانیث کے سلسلے میں ان کے مطالب کی تبدیلی کو بھی موضوعِ سخن بنایا۔ انھوں نے ایسے الفاظ کی فہرست مرتب کی جن کے معانی میں تذکیر و تانیث سے بدلاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ لفظی سطح پر تذکیر و تانیث کے بدلاؤ کی جلال لکھنے میں مختلف صورتیں پیش کی ہیں۔ اس ضمن میں مقبول نثار ملک کہتے ہیں:

> ”لفظ آب کے بارے میں جلال کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آب جو پانی کے معنی میں استعمال کیا جائے مذکر ہو گا۔ جب کہ آب داری یا آب و تاب کے معنوں میں مونث ہو گا۔ لفظ نقاب کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ ایسے شعرائے متقدمین نے بطورِ مذکر استعمال کیا ہے۔ جب کہ لکھنو کے شعرائے نے متاخرین خصوصاً شیخ ناسخ کو ان کے تلازمات مونث استعمال کیا ہے۔ اس طرح سراب کا بھی استعمال دونوں طرح دکھائی دیتا ہے۔ لفظ قامت کو آتش اور ناسخ دونوں نے مذکر باندھا ہے۔ جب کہ جلال نے اپنی تحقیق کے بعد اس سے مونث کی سند عطا کی ہے۔ لفظ مشت کے بارے میں جلال کا یہ کہنا ہے اگر یہ گھونسلے کے معنی میں استعمال ہو تو مذکر ہے اور مٹھی کے معنی میں آیا ہو تو مونث ہو گا۔ اس طرح اس سلسلے میں ایک اور اصول یہ بیان کیا ہے کہ جب یہ کسی لفظ کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اپنی تذکیر و تانیث میں مضاف الیہ کی اطاعت کرتا ہے یعنی اگر مضاف الیہ مذکر ہے تو یہ مذکر آئے گا اور

اگر مونث ہے تو یہ مونث بولا جائے گا۔ مثلاً مشتِ پر، مشتِ زر، مشتِ استخوان، مشت خار، مشت غبار کو مذکر استعمال کیا جائے گا کیوں کہ ان میں مضاف الیہ مذکر ہیں"(۲۳)

اردو زبان میں اصلاحِ املا و تلفظ کے سلسلے میں مولوی عبد الحق کی خدمات نمایاں ہیں۔ مولوی عبد الحق نے کئی سطحوں پر اردو زبان و ادب کی آبیاری کی۔ ان کی اصلاحاتِ زبان میں ایک اہم کتاب " قواعد اردو " کے عنوان سے ہے۔ قواعد اردو میں انھوں نے اردو کے صرفی و نحوی نظام جملے کی ساخت، الفاظ کی بناوٹ اور رموز او قاف کے مسائل پر اظہار خیال کیا ہے۔ قواعد اردو اس ضمن میں اہم ترین کتب میں شامل ہے۔

مولوی عبد الحق کی اصلاح زبان کے ضمن میں خدمات ہیں۔ ان کی لغت نویسی بھی شامل ہے۔ انھوں نے لغت کبیر کے عنوان سے اردو کی ایک جامع لغت مرتب کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس پر کچھ حد تک کام ہوا لیکن یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ اس کی چند جلدیں ہی شائع ہوئیں۔ مولوی عبد الحق لغت کبیر کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"ہمارے ہاں ایک جامع انگلش اردو لغت کی شدید ضرورت تھی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے یہ لغت مرتب کی گئی ہے۔ ایسی لغت کے لکھنے میں ایک مشکل تو یہ ہے کہ انگریزی لفظ یا محاورات کے صحیح مفہوم کو پوری طرح سمجھنا۔ دوسری مشکل اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ سمجھنے کے بعد اس کے لیے اپنی زبان میں ویسا ہی لفظ یا محاورہ تلاش کرنا جو اس مفہوم کو کامل طور پر ادا کر دے۔ جب تک دونوں زبانوں پر پوری قدرت نہ ہو اور الفاظ و محاورات کے استعمال سے کامل واقفیت نہ ہو اس سے عہدہ بر آ ہونا ممکن نہیں ہے"(۲۴)

اردو لغات میں حروفِ تہجی کے حوالے سے اکثر محققین کے ہاں اختلاف سامنے آتا ہے۔ بعض محقق الف اور بعد الف ممدودہ کو پہلے لکھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ اس حوالے سے مولوی عبد الحق کا موقف یہ ہے کہ الف ممدودہ سے پہلے الف کو شامل کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اردو نظام ابجد میں پہلا حرف الف ہے اور الف ممدودہ حروف کا مجموعہ ہے۔ اس لیے الف کو الف ممدودہ سے پہلے شامل کرنا چاہیے۔

لغات چوں کہ زبان کی صنعت قرار پاتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ لغات میں شامل کیے جانے والے الفاظ سند کے ساتھ شامل کیے جائیں۔ مولوی عبدالحق کے حوالے سے خاص طور پر تاکید کرتے ہیں کہ لغات میں شامل الفاظ سند کے ساتھ لکھے جائیں۔ ان الفاظ کا املا درست ہونا بے حد ضروری ہے۔ لفظ کو اس حرف کے ذیل میں شامل کیا جائے۔ جس سے اس کا درست املا بنتا ہے۔

مولوی عبدالحق، الفاظ کے درست املا کے ساتھ ساتھ ان کے درست لفظ پر بھی زور دیتے ہیں۔ وہ الفاظ کے درست تلفظ کے لیے اعراب کا درست استعمال لازمی قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے لغات کے حوالے سے تاکید کی ہے کہ لغات میں شامل الفاظ درست تلفظ کے ساتھ لکھے جائیں اور ان کے درست تلفظ کے لیے اعراب کا استعمال لازمی کیا جائے۔

مولوی عبدالحق نے اردو زبان کی اہم بحث، الف مقصورہ اور ہائے مختفی کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے۔ وہ ان الفاظ کے املا کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اردو میں "ہ" الف کی آواز دیتی ہے۔ اس لیے اکثر اس کا استعمال میں غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور ان الفاظ کے املا میں الف کو شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس صوتی ہم آہنگی کی وجہ سے الفاظ کا املا غلط ہو جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق الفاظ کی صورتوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”جن لفظوں کے آخر میں ایسی "ہ" ہوتی ہے جو الف کی آواز دیتی ہے اگر وہ فارسی عربی کے ہوں تو اسی "ہ" سے لکھے جائیں گے۔ جیسے بندہ، دیوانہ، پنجہ، دانہ، درجہ، جلسہ وغیرہ۔ لیکن اس طرح کے ہندی الفاظ کو الف سے لکھنا چاہیے۔ اس ضمن میں یہ بات پیشِ نظر رہے کہ رسم الخط کی وجہ سے بہت سے ہندی نام صدیوں سے "ہ" سے لکھے جا رہے ہیں اور ان کو الف میں تبدیل کرنا درست نہیں“(۲۵)

مندرجہ بالا اقتباس میں مولوی عبدالحق نے الف اور "ہ" کے ساتھ لکھے جانے والے الفاظ کے املا کے بارے میں وضاحت پیش کی ہے۔ وہ عربی اور فارسی کے الفاظ کے لیے قاعدے کی وضاحت کرتے ہیں کہ ان کو ایک کے ساتھ لکھا جانا چاہیے جب کہ ہندی کے ایسے الفاظ جن کے آخر میں الف کی آواز آتی ہے انھیں الف سے

لکھا جانا درست املا ہے۔ البتہ انھوں نے ایسے الفاظ کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جو ہندی کے ہیں اور ان کا املا "ہ" سے لکھا عام ہو چکا ہے۔

اردو املا اور تلفظ کے ساتھ لغت نویسی میں راجہ راجیشور راؤ اصغر کا نام بھی اہم حیثیت کا حامل ہے۔ انھوں نے زبان اور معاملات زبان پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ راجہ راجیشور کو بیک وقت کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ اپنے علم و فضل کے اعتبار سے اصلاحات زبان کے کام کے لیے نہایت موضوع تھے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انھیں عربی، فارسی، سنسکرت، انگریزی، کھڑی بولی، برج بھاشا، پنجابی، راجستھانی اور دکن کے مقامی بولیوں سے شناسائی حاصل تھی۔ راجیشور راؤ کی اصلاح زبان کی خدمات کے حوالے سے عبدالحلیم شرر لکھتے ہیں:

"جملہ دولت مند اور عالی مرتبہ ہندو مصنفین اردو میں راجہ رجیشور راؤ اصغر کو خصوصیت حاصل ہے اور وہ نئے نہیں ہیں کہ ہمیں تعارف کی ضرورت ہو کیوں کہ ان کتب نجم اللغات، افسر اللغات، قرآن السعدین اور محبوب اللغات وغیرہ نے انھیں بہت کچھ شہرت دے رکھی ہے"(۲۶)

جس زمانے میں راجیشور اصغر نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اس وقت برصغیر کے سیاسی اور سماجی حالات کی وجہ سے انگریزی تہذیب کی عملداری بڑھی ہوئی تھی۔ انگریزی زبان نے بھی اردو زبان پر اثرات مرتب کیے اور تحریروں میں انگریزی کے بہت سے الفاظ برتے جانے لگے اردو شاعری میں بھی انگریزی الفاظ کے استعمال کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس ضمن میر اجیشور راؤ اصغر نے اردو زبان میں انگریزی الفاظ کا جابجا اور بے دریغ استعمال کی نفی کی۔ انھوں نے انگریزی کے متبادل الفاظ کے استعمال کی تلقین کی۔ انھوں نے انگریزی زبان کے ایسے الفاظ کے استعمال کی بھی ممانعت کی جو اردو کے لسانی نظام سے ہم آہنگی نہیں رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں بھی انگریزی کے الفاظ کا کم سے کم استعمال کیا۔ وہ ان الفاظ کے اردو مترادف لانے کی کوشش کرتے ہیں اس ضمن میں وہ رائے پیش کرتے ہیں:

"بوجہ فارسی میں دستگاہ رکھنے کے عام طور پر لوگ خود اپنی مادری زبان یعنی اردو میں ہی ناقص ہیں۔ یعنی انگریزی داں اصحاب اپنے اس نقص کو دور کرنے کے لیے جہاں کہیں

> اپنے مترادف الفاظ کے استعمال کی ضرورت محسوس کرتے ہیں وہاں انگریزی کے تلفظ داخل کر دیتے ہیں اور اس کا اثر اردو ادب پر بہت برا پڑا ہے۔ جب تک زبان پر وسیع دست گاہ نہ ہو اور الفاظ کثرت سے ہر ایک کے ذہن میں نہ ہوں۔ انشاء پردازی نہیں آسکتی۔ خصوصاً اردو زبان کی انشاء پردازی جو بہت سی زبانوں کا مجموعہ ہے ناقص رہ جاتی ہے"(۲۷)

راجیشور راؤ اصغر نے اردو زبان میں دیگر زبانوں کے الفاظ شامل کرنے کے حوالے سے اصول وضع کیے۔ وہ ایسے الفاظ کی اردو زبان میں شمولیت کی نفی کرتے ہیں جو اردو کے لسانی اور املائی نظام سے ہم آہنگ نہیں ہوتے۔ اردو زبان کی اصلاحات میں سند کا درجہ رکھنے والی شخصیات میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا نام بھی شامل ہے۔ عبدالستار صدیقی ۱۸۸۵ء میں یو پی میں پیدا ہوئے۔ عبدالستار صدیقی نے علی گڑھ یونی ورسٹی میں بطور پروفیسر خدمات سرانجام دیں۔ ان کا اہم موضوع اردو زبان اور اس کے مسائل ہے۔ انھوں نے اس موضوع کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

املا اور املا کے مسائل عبدالستار صدیقی کا اہم موضوع رہا ہے۔ انھوں نے اردو زبان میں استعمال ہونے والے الفاظ ان کی نوعیت اور الفاظ میں ہونے والے بدلاؤ کے بارے میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ املا اور تلفظ کو سمجھنے کے لیے اردو زبان کی روایت کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے میر اور سودا کے عہد میں الفاظ کی صورتوں اور ان کے استعمال کے بارے میں پیشکش کی ہے۔

عبدالستار صدیقی نے الفاظ کے املا کی بحث میں اور حروف تہجی میں شامل مختلف حروف کی نوعیت کے بارے میں لکھا ہے۔ مثال کے طور پر وہ واؤ کے حرف کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ قدیم املا میں اس کو پیش کی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں اس کو اس کی نوعیت تبدیل ہوئی اور اس کو اردو حروف تہجی میں بطور حرف شامل کر لیا گیا۔ انھوں نے ایسے حروف کی بھی فہرست ترتیب دی ہے جن میں واؤ کا حرف بطور علامت استعمال ہوتا تھا۔ لہٰذا درست املا کے اصولوں کے مطابق اب ان لفظوں میں واؤ کا استعمال کرنا غلط قرار پاتا ہے۔

عبدالستار صدیقی نے اپنی تحریروں میں املا میں پائی جانے والی الجھنوں کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ املا کی الجھنوں کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ املا کی الجھنوں کا ایک اہم سبب اعراب کا استعمال نہ کرنا یا درست انداز میں استعمال نہ کرنا قرار

دیتے ہیں۔ انھوں نے اپنے تحریروں میں اعراب کے غلط استعمال کی وضاحت کرتے ہوئے عربی الفاظ کی مثالیں پیش کی ہیں کہ کس انداز میں اعراب کی معمولی غلطی لفظ کے املا اور اس کے تلفظ میں تبدیلی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معانی اور مطالب کو بھی تبدیل کرنے کا سبب قرار پاتی ہے۔ انھوں نے درست املا اور درست لفظ کے لیے درست انداز میں اعراب کا استعمال لازمی قرار دیا ہے۔

علامات یعنی اعراب کے استعمال کے ساتھ، عبدالستار صدیقی نے الف اور ہائے مختفی کی بحث بھی شامل کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ہائے مخفی سے پہلے والے حروف پر عموماً زبر ہوتا ہے۔ جیسے کعبہ، پردہ، پیمانہ زمزمہ، واقعہ وغیرہ۔ جب یہ لفظ حذف ہوں گے تو اس وقت ہائے مخفی کو ہائے مجہول سے بدل جائے گی۔ جیسے کعبے، پردے، عرصے سے، وقفے میں، جلوے بکھر گئے وغیرہ۔

اردو املا میں پیچیدگی اور مسائل کے حوالے سے ہم آواز الفاظ بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر ذ اور زے کی بحث، اس طرح سے ث، ص اور س کی بحث وغیرہ۔ ان حروف میں پائے جانے والی سوتی ہم آہنگی کی بنیاد پر املا میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس طرز کے مسائل پر خاص توجہ دی اور املا کی پیچیدگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "واقعہ یہ ہے کہ "ذ" عربی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور حقیقت میں "ث" بھی مخصوص نہیں۔ یونانی اور قدیم ایرانی زبانوں میں ان دونوں حرفوں کی آوازوں کے حروف تھا۔ چناں چہ عربی زبان میں جو لوگ یونانی یا فارسی سے لیے گئے ہیں ان میں یہ دونوں حرف ملتے ہیں۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ استاد کی "د" پر عربوں نے تصرف کر کے ایک نقطہ لگا دیا حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ایرانیوں سے استاذ ہی سنا اور استاذ ہی بولتے اور لکھنے لگے۔ خود ایرانیوں کی زبان میں "ذ" بعد میں "د" ہو گی۔ اس لیے کہ اسلامی زمانے میں بلکہ شاید اس سے پہلے "ث" اور "ذ" کی آواز میں زبان سے جاتی رہیں۔ ہر "ذ"، "د" ہو گی مگر ان گنے لفظوں میں "ذ" کا تلفظ "ز" سے بدل گیا"(۲۸)

عبد الستار صدیقی نے ذ، ز، اور ت کے حروف کی آوازوں میں پائے جانے والے مماثلت اور املا میں پائی جانے والی پیچیدگیوں کے پس منظر میں عربی اور فارسی زبانوں کے پس منظر اور زبانی سطح پر پائے جانے والے اختلاط کو موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ اردو زبان پر چوں کہ ان دونوں زبانوں کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس وجہ سے اردو میں املا اور تلفظ کے حوالے سے ان الفاظ کے مسائل پیدا ہوئے یہی سبب ہے کہ وہ ان مسائل کے خاتمے کے لیے عربی اور فارسی قواعد کو سامنے رکھنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

اردو زبان میں املا و تلفظ کے مباحث کے حوالے سے ابتدائی طور پر شعراء کا کردار نظر آتا ہے۔ اردو زبان کے ارتقائی مراحل میں مختلف شعرائے نے اردو زبان میں مختلف سطحوں پر اصلاحات پیش کیں ہیں۔ اس حوالے سے مصلحین زبان و ادب کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ اردو زبان میں ہونے والی املا اور تلفظ کی سطح پر ان اصلاحی کوششوں کے بعد اردو زبان میں موجودہ صورت اختیار کی ہے۔

## اردو املا اور تلفظ کے مباحث ابتدائی نقوش

اردو زبان کے اغاز و ارتقا کے بارے میں محققین کے ہاں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ بعض محقق اس کا سلسلہ اسلام کی آمد سے بھی قبل جوڑتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ مالابار کے ساحلوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جہاں اسلام کی آمد سے پہلے عرب تاجر تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ ان تاجروں کے مقامی لوگوں سے اختلاط کی وجہ سے زبان کی سطح پر تبدیلی کا آغاز ہوا۔ عربی اور مقامی زبانوں کی باہمی آویزیش سے اردو زبان کی ابتدائی خاکہ تشکیل پایا۔ لیکن اس نظریے کو درست تسلیم کرنے میں بہت سے پہلو مانع آتے ہیں۔ اس میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ کاروباری غرض سے آئے ہوئے تاجروں کے ساتھ مقامی سطح پر لین دین یا کاروباری نوعیت کے چند الفاظ کا تبادلہ تو ہو سکتا ہے لیکن اس طرح زبان کی تشکیل پانا مشکل عمل ہے۔ کیوں کہ زبان کی تشکیل میں بہت سے محرکات کار فرما ہوتے ہیں۔ اس کے لیے وسیع سطح پر لفظوں کا لین دین ہوتا ہے۔ لسانی اعتبار سے اختلاط کی بہت سی صورتیں در پیش ہوتی ہیں۔ لیکن یہاں یہ پہلو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اردو زبان کا ابتدائی خاکہ دکن کی سرزمین پر تشکیل پایا۔ دکن کی ریاستوں میں ہی ادب کی تخلیق کے بھی ابتدائی مرحلے طے ہوئے۔ ان ریاستوں میں بیجاپور، گولکنڈی، عادل شاہی اور قطب شاہی وغیرہ شامل ہیں۔ ان ریاستوں میں ادیبوں اور خاص طور پر

شاعروں کو دربار میں سرپرستی میسر آئی۔ اس عہد کے شعرا کی تخلیقات میں دکنی گجراتی کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ اس عہد کے ایک صوفی شاعر میاں خوب محمد چشتی ہیں۔ ان کا وطن گجرات تھا اور مادری زبان گجراتی تھی۔ ان کی تصانیف میں مستعمل الفاظ کے بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی بھی لکھتے ہیں:

> "شیخ خوب محمد چشتی نے اپنی تصانیف میں گجراتی، زبان استعمال کی اور صرف اظہار و مدعا کے لیے عربی اور فارسی الفاظ کا سہارا لیا۔ اگر عربی، فارسی زبان کے الفاظ کو چھوڑ کر اس زبان کا تجزیہ کیا جائے تو یہ وہی زبان ہے جیسے آج ہم اردو کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جو اس وقت خصوصاً مسلمانان گجرات کی عام اور اولین کی واحد زبان تھی"(۲۹)

اس عہد کے شعراء کے کلام میں اگرچہ عربی اور فارسی الفاظ کے استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ لیکن ان کے ہاں مقامی سطح پر استعمال ہونے والے الفاظ کی پیشکش بھی نظر آتی ہے۔ یہ وہی زبان ہے جس نے ارتقائی مراحل طے کرنے کے بعد اردو کی ترقی یافتہ صورت اختیار کی۔

بہمنی دور کے ایک اور اہم شاعر فخر الدین نظامی ہیں۔ ان کی تخلیقات بھی اردو زبان کے آغاز اور اس کے ارتقا کے مراحل کو سمجھنے میں اہم حیثیت کی حامل ہیں۔ ان کی مقبول تصنیف مثنوی کدم راؤ پدم راؤ ہے۔ اس مثنوی میں انھوں نے جس زبان کا استعمال کیا ہے۔ وہ آج کی اردو زبان ہی ہے۔ اس مثنوی کے تناظر میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ابتدائی طور پر الفاظ کی املائی صورت کیا تھی اور لفظوں نے لفظی زمانی تغیرات کو کس انداز میں قبول کیے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کے لکھاوٹ میں کیا کیا تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔

لسانی حوالے سے اشرف بیابانی کا نام بھی نمایاں ہے۔ ان کی تصانیف میں لازم میل المتبدی، واحد باری اور نو سرہار شامل ہیں۔ اشرف بیابانی کی تصانیف کا موضوع مذہب ہے۔ ان کے ہاں اصلاحی رنگ پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی تصانیف میں عمومی طور پر شاعر ایسی زبان استعمال کرتا ہے جو خاص و عام ہر طبقے کے لیے قابل فہم ہو۔ یہی سبب ہے کہ اشرف بیابانی کی تصانیف میں ان کی زبان واضع اور ڈھلی ہوئی ہے۔ انھوں نے بھی روایت کے

مطابق عربی فارسی کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ لیکن ان کی تصنیف میں مقامی سطح پر استعمال ہونے والے لفظوں میں اس عہد کے دیگر شعراء کی تخلیقات کی نسبت روانی اور تسلسل پایا جاتا ہے۔ مثلاً:

بحر ہے دریا آب فراخ

کلام موزوں ہے ڈالی شاخ

نیم بیت کو مصرع بول

دو مصرع کی بیت ہے کھول

رباعی کیا ؟چوں مصرع جان

مخمس کیا؟ پنج مصرع خوان

قصیدہ غزل کا اول مطلع

تخلص آخر بیت کا مقطع

ردیف بعد از قافیہ آر

ایک گھوڑے پر دو سوار(۳۰)

اس عہد کا ایک اور اہم شاعر ملا وجہی ہے۔ ملا وجہی کو ملک الشعرا کی حیثیت حاصل تھی۔ وجہی دکنی زبان کی اس روایت کا نمائندہ تھا جو محمود اور فروز کے بعد ابھری۔ ملا وجہی کی تصانیف میں مستمل زبان صاف اور نکھری ہوئی ہے۔ اس کی نمائندہ مثنویوں میں مثنوی قطب مشتری شامل ہے۔ اس میں استعمال زبان اس عہد کے دیگر شعرا کے ہاں مستمل زبان سے صاف اور شستہ ہے۔ کتب مشتری کے متعلق واضح ہوتا ہے کہ اس عہد کی زبان اپنے تشکیلی عہد سے گزرر ہی تھی۔ لفظی سطح پر تغیرات پیدا ہو رہے تھے۔ لفظوں کے املا میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہو رہی تھیں۔ الفاظ کی ساخت اور بناوٹ میں بھی ارتقا کا عمل جاری تھا۔ قطب مشتری سے نمونہ کلام درج ذیل ہے:

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| کہتا | ہوں | تجھے | پند | کی | ایک | بات |

کہتا ہوں تجھے پند کی ایک بات
کہ ہے فائدہ اس منے دھات دھات
جو بے ربط بولے تو بتیاں پچیس
بھلا ہے جو یک بیت بولے سلیس
سلاست نہیں جس کیری نات میں
پڑ جائے کیون جز لے کر ہات میں
جس بات کے ربط کا نام نہیں
اسے شعر کہنے سوں کام نہیں(۳۱)

مثنوی کے مندرجہ بالا اقتباس میں الفاظ کی نوعیت اردو لفظی اعتبار سے تبدیلی واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ چند الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ زبان آج کی اردو کے قریب قریب محسوس ہوتی ہے اور اس کی تفہیم میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی بلکہ سلاست اور روانی کے ساتھ الفاظ معنی کا پرچار کرتے ہیں۔

ملاوجہی کی تخلیقات میں مستمل الفاظ کی ڈاکٹر مقبول نثار ملک نے فہرست مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں دکنی الفاظ اور موجودہ الفاظ کا تقابل کر کے املا میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر مقبول نثار نے الفاظ میں پائے جانے والے تغیرات کو بھی واضح کیا ہے۔ یہ الفاظ ملاوجہی کی مثنوی قطب مشتری سے لیے گئے ہیں:

| ”دکنی لفظ | موجودہ لفظ | تبدیلی |
|---|---|---|
| کاں | کہاں | ہ مخذوف |
| تے | سے | سوں، سیتی، وغیرہ |
| مہرواں | مہرباں | ب کی جگہ و |

| | | |
|---|---|---|
| دُو | وہ | ہ کی جگہ و |
| نیں | نہیں | ہ مخذوف |
| پنک | پنکھ | ھ مخلوط |
| بی | بھی | ھ مخلوط |
| منجے | مجھے | ھ مخلوط |
| کوں | کو | بہ اضافہ ن |
| رہے | ہے | بہ اضافہ الف |
| چلیا | چلا | بہ اضافہ ی |
| سچا | سچّا | بغیر تشدید |
| گُلّاب | گلاب | بہ اضافہ تشدید |
| تج | تجھ | ھ مخلوط |
| بھوت | بہت | بہ اضافہ و |
| ما | ماں | ن مخذوف |
| توں | تو | بہ اضافہ نون |
| سندر | سندر | بروزن سدر،ن مخذوف"(۳۲) |

مندرجہ بالا اقتباس میں ڈاکٹر مقبول نثار ملک نے ملاوجہی کے ہاں مستمل اور موجودہ الفاظ کی نوعیت اور تبدیلی کو موضوع سخن بنایا ہے۔ انھوں نے ان الفاظ کے املا میں وقوع ہونے والی تبدیلیاں اور حروف کے تغیرات کو بھی اجاگر کیا ہے۔

جنوبی ہند کے ساتھ شمالی ہند میں بھی اردو زبان کے آغاز اور ارتقا کا سلسلہ نظر آتا ہے، عام طور میں شمالی ہند میں اردو شاعری کا تعلق دیوانِ ولی دکنی کے دلی پہنچنے سے جوڑا جاتا ہے جو کہ حقیقت میں درست نہیں۔ اس سے پہلے شمالی ہند میں مسعود سعد سلیمان، امیر خسرو، سید اشرف جہانگیر، بابا فرید اور بعض دوسرے اہل قلم شاعری اور نثر کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ یہاں اردو زبان میں تبلیغ کا عمل بھی جاری ہو چکا تھا اور یہ زبان بول چال کے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ شمالی ہند میں اردو زبان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس خطے میں اردو زبان پر کبھی عربی زبان کا غلبہ رہا تو کبھی فارسی زبان کا۔ ان دونوں زبانوں کی ابتدائی طور پر اردو زبان پر اثرات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ خاص طور فارسی کے اثرات شمالی ہند پر بہت زیادہ مرتب ہوئے اس سلسلے میں مدارس کا کردار بھی اہم رہا۔ ڈاکٹر ذکاالدین شایان لکھتے ہیں:

> ''اکبر نے غالباً ہندوستان کی تاریخ میں پہلی بار سرکاری مدارس بہت بڑی تعداد میں قائم کیے اور ان میں فارسی کو ذریعے تعلیم قرار دیا۔ ان میں ہندو مسلم لڑکے ساتھ ساتھ تعلیم پاتے تھے اور اس طرح رفتہ رفتہ بلا تفریق و مذہب و ملت سارے تعلیم یافتہ طبقے کی زبان فارسی ہو گئی''(۳۳)

شمالی ہند میں اردو زبان کے ابتدائی ڈھانچے میں فارسی، پنجابی اور برج بھاشا کے اثرات نمایاں ہیں۔ ان تینوں زبانوں نے اردو زبان کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ فارسی زبان اس حوالے سے زیادہ اثر انداز ہوئے کہ فارسی میں اعلیٰ پائے کا ادبی ذخیرہ بھی موجود تھا۔ جب یہاں ذریعہ تعلیم فارسی قرار پایا تو اہل ہند کی براہ راست انداز میں فارسی ادب تک رسائی حاصل ہوئی۔ اس ضمن میں فارسی اصناف ادب کے ساتھ ساتھ فارسی تلمیحات، تراکیب تشبیہات اور استعارات وغیرہ بھی اردو ادب کے دامن میں جگہ پانے لگے اور فارسی کی ادبی روایت اردو ادب میں شامل ہو گئی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> ''صوفیانہ شاعری کی بنیادی روایت فارسی میں سے ہی اردو میں آئی ہے۔ صوفیانہ اصطلاحات مثلاً وحدت الوجود، عرفان نفس، ناسوت و ملکوت، جبروت لاہوت، فنافی اللہ، جبر و قدر، نورِ مطلق، خوف ورجا، حقیقت مجاز، تجد د امثال، مشاہدہ وجدانی اور مرتبہ یقین وغیرہ بھی فارسی

تصوف سے اردو میں آئی ہیں۔ اخلاقی تخلیقات میں پند و نصائح کا انداز وہی ہے جو گلستان وبوستان انوارِ سہیل، منطق الطیر ،اخلاقِ جلالی، اخلاق ناصری، سیاست نامہ میں نظر آتا ہے"(۳۴)

اردو زبان کے ارتقا اور اصلاح کے سلسلے میں فارسی زبان نے گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان اثرات کے بدولت اردو زبان کے اسلوب میں تبدیلی موقوع پذیر ہوئیں۔ اظہار رائے کے لیے نئے نئے الفاظ اردو زبان کے دامن میں جگہ پانے لگے۔

اردو زبان کی ابتدائی اصلاحی روایت میں شعرا کرام نے میں اہم ترین کردار ادا کیا۔ انھوں نے لسانی اعتبار سے اردو املا اور تلفظ کی پیچیدگیوں کو دور کرنے کی کوشش کی۔ اس حوالے سے جنوبی ہند میں ابتدائی طور پر بیجاپوری، عادل شاہی اور قطب شاہی شعراء کی خدمت نظر آتی ہیں۔ بعد ازاں یہ سلسلہ شعرائے لکھنو کے ساتھ جڑتا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد کے مطابق عہد ناسخ تک آتے آتے اردو زبان اپنے ارتقا کے پانچ ادوار مکمل کر چکے تھے۔ لکھنو کے شعرا میں خصوصیت کے ساتھ زبان کیا صلاح کرنے کی کوشش کیں۔ اس ضمن میں انھوں نے املا اور تلفظ کے معاملات پر خصوصی توجہ مبذول کی۔ جس کی وجہ سے زبان کی ساکھ میں نمایاں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔

ان شعرا نے جہاں اردو کی لکھاوٹ کو بہتر بنانے کی کوشش کی وہیں تلفظ کی ادائی پر بھی زور دیا۔ اس ضمن میں حرکات یعنی اعراب کا استعمال کی بھی تاکید کی گئی۔ اردو زبان نے کئی صدیوں کی ساخت اور تبدیلیوں کے بعد موجودہ صورت اختیار کی۔ اردو کو موجودہ ترقی یافتہ صورت عطا کرنے میں بے شمار شعراء ادبا اور مصلحین زبان کا کردار ہے۔ جنھوں نے اپنی زندگی کے شب وروز اردو زبان کی آبیاری میں وقف کر دیے۔

# حوالہ جات


۱۔ محمد حسین آزاد، مولانا: آب حیات (مرتبہ) تبسم کاشمیری، سنگ میل پبلکیشنز، لاہور، ۱۹۷۰، ص ۱۶

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو، (جلد دوم) لمجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۱۷۶

۳۔ سراج الدین خان، آرزو: نوادر الالفاظ، (مرتبہ) ڈاکٹر سید عبد اللہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۵۱، ص ۳

۴۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۲۱، ص ۹۳

۵۔ سراج الدین خان آرزو: نوادرالالفاظ، ص ۳

۶۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۰۰

۷۔ ایضاً، ص ۱۰۸

۸۔ ظہور الدین حاتم: انتخاب حاتم: دیوان زادہ، مرتب، عبد الحق، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۷، ص ۳۰۔۲۹

۹۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۱۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۱۹

۱۱۔ انشاءاللہ خان: دریائے لطافت، (مرتبہ) مولوی عبد الحق، (ترجمہ) برج موہن دتاتریہ کیفی، ترقی اردو، اورنگ آباد ،۱۹۳۵، ص ۲۶

۱۲۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۳۳

۱۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم) لمجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۰۶

۱۴۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۵۳

۱۵۔ فرزانہ احمد صغیر بلگرامی: تذکرہ جلوہ خضر (جلد دوم)، مطبع نور الانوار، لکھنو، بار اول، ۱۸۸۵، ص ۳۵۶

۱۶۔ محمد حسین آزاد، مولانا: آب حیات، ص ۳۳۰

۱۷۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۸۹

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم)، ص ۷۷۰

۱۹۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۲۲۸

۲۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)، مجلس ترقی ادب، لاہور، فروری، ۲۰۱۲، ص ۱۴۳۰

۲۱۔ اکبر الہ آبادی: تبصرہ وتاثرات مشمولہ، امیر اللغات از امیر مینائی عکسی ایڈیشن، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۸، ص ۳۵۲

۲۲۔ جلال لکھنوی: قواعد منتخب، لکھنو، مطبع قومی، ۱۳۱۰، ص ۲

۲۳۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۲۴۰

۲۴۔ مولوی عبدالحق: دیباچہ انگلش اردو ڈکشنری، مشمولہ، مطالعات عبدالحق، مصنفہ سید قدرت نقوی، انجمن ترقی اردو پاکستان، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۸۵

۲۵۔ مولوی عبدالحق: قواعد اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، طبع چہارم، ۲۰۰۹، ص ۴۸

۲۶۔ عبدالحلیم شرر، مولانا: تفریظ، مشمولہ، نغمہ عنادل، از، راجیشور راو اصغر، دکن مطبع نظام، ۱۳۲۸، ص ۱۳۴۵

۲۷۔ راجیشور راوٗاصغر: مجمع الالفاظ، مکتبہ ابراہمہ، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۲، ص (دیباچہ)

۲۸۔ عبدالستار صدیقی: مضمون اردو املا، مشمولہ، املا اور رموز او قاف، مرتبہ، ڈاکٹر، گوہر نوشاہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶، ص ۶۰

۲۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد اول) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۷، ص ۱۲۰

۳۰۔ اشرف بیابانی: واحد باری، تذکرہ مخطوطاتِ ادارہ ادبیات اردو (جلد اول) حیدرآباد (دکن)، ۱۳۶۲، ص ۲۸۵

۳۱۔ ملاوجہی قطب مشتری، (مرتبہ) مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۳۹، ص ۴۱

۳۲۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۴۸

۳۳۔ ڈاکٹر ذکاالدین شایان: اٹھارویں صدی میں اردو شاعری کی فرہنگ، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۱۹۸۹، ص ۱۸۵

۳۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو جلد چہارم، ص ۳۰

باب دوم:

## اردو املا کے مباحث: لسانی محققین کی آرا کا تنقیدی و تقابلی مطالعہ

(الف)

۱۔ الف اور الف ہائے مختفی کی بحث

۲۔ ت اور ط کے مباحث

۳۔ ذ، ز، ژ کی بحث

۴۔ س، ش اور ص کی بحث

۵۔ ک اور گ کی بحث

۶۔ نون اور نون غنہ کی بحث

۷۔ واؤ کے استعمال کی بحث

۸۔ ہائے ہوز اور مخلوط کی بحث

۹۔ لفظوں کو ملا کر یا الگ لکھنے کی بحث

(ب) تقابلی جائزہ

دنیا کی تمام زبانیں کسی نہ کسی خاص رسم الخط میں لکھی جاتی ہیں۔ ان کے الفاظ کے املا حوالے سے اصول و ضوابط طے ہوتے ہیں۔ اردو زبان کے املا کے حوالے سے بھی اصول و ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے املا میں پائی جانے والی غلطیوں سے بچا جا سکتا ہے۔

اردو املا کے حوالے سے ماہرین زبان نے اپنی اپنی آرا پیش کی ہے۔ ان محققین میں اردو زبان و ادب کے اہم نام مثلاً عبد الستار صدیقی، گوپی چند نارنگ، رشید حسن خاں اور رؤف پاریکھ وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام محققین نے اردو میں پائی جانے والی غلطیوں کے ساتھ ان کی اصلاحات کے حوالے سے بھی تجاویز پیش کیے ہیں۔

اردو املا میں لفظی اعتبار سے مختلف اغلاط پائی جاتی ہیں۔ ان میں ہم آواز الفاظ کا استعمال بھی ہو شامل ہے۔ علاوہ ازیں اردو زبان پر عربی اور فارسی زبان کے اثرات کی وجہ سے بھی املا کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان تمام مسائل کو سمجھنے اور ان کی نشاندہی کے لیے ان کا الگ الگ عنوانات کے تحت مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

## الف اور ہائے مختفی کی بحث

اردو حروف تہجی میں "الف" دو صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں الف ممدودہ اور الف مقصورہ شامل ہیں۔ الف ممدودہ میں الف کے اوپر "مد" کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کو "آ" میں لکھا جاتا ہے۔ چوں کہ الف میں ممدودہ ہوتا "مد" ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں الف کی دوہری آواز شامل ہوتی ہے اور اس کو لمبا کر کے پڑھا جاتا ہے۔ جیسے آم، آگ اور آج وغیرہ کے املا کے تلفظ میں "الف" کو کھینچا جاتا ہے۔

الف مقصورہ میں سادہ الف کا استعمال ہوتا ہے۔ اس پر "مد" کا استعمال نہیں ہوتا۔ جیسے اَب کے لفظ میں "الف" کا استعمال اس صورت میں الف کا استعمال کی صورت کو الف مقصورہ کہیں گے۔

اردو املا میں الف ممدودہ کے استعمال میں عام طور پر غلطی پائی جاتی ہے۔ خاص طور پر غلطی کے امکان مرکبات میں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اردو میں ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن کے مابین الف مقصورہ کا استعمال ملتا ہے۔ یعنی مرکب کے درمیان میں الف ممدودہ کا استعمال ملتا ہے۔ مثلاً" دل آزاد کا لفظ۔ دل آزار کا لفظ دل اور آزار کا مرکب ہے۔ یعنی دل اور آزار سے مل کر تشکیل پاتا ہے۔ اس صورت میں دل کے بعد آزار کا لفظ الف ممدہ سے

شروع ہو رہا ہے۔ اس صورت میں بعض اوقات الف پر سے "مد" کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ جو کہ قواعد کے مطابق غلطی شمار ہوتی ہے۔ اس لیے "مد" کا ہٹایا جانا اصول کے منافی ہے۔ رشید حسن خاں اس بحث کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ ان مرکبات میں جن کے درمیان میں الف ممدودہ کا استعمال آتا ہے ان میں "مد" کو شامل کرنا ضروری ہے:

> "الف ممددہ کے سلسلے میں ایک بات جو خاص طور پر ذہن میں رکھنے کی ہے۔ دو لفظوں کے بعض ٹکڑے ایسے بھی ہیں کہ ان کے دوسرے لفظ کا پہلا حرف الف ممدودہ ہے۔ جیسے دل آزار، ایسے مرکبات میں دونوں لفظوں کو الگ الگ لکھا جائے تو عام طور پر اس صورت میں مد و ضرور لگایا جاتا ہے۔ جب کہ قاعدے کے برخلاف دونوں لفظوں کو ملا کر لکھتے ہیں۔ تب مد غائب ہو جایا کرتا ہے۔ جیسا دلارام، دل اویز، دلازار وغیرہ یہ لکھاوٹ ٹھیک نہیں۔ ان کا صحیح املا ہے دل آزار، دل آرام، مختصر بات یہ کہ الف ممدوہ پر مد ضرور لکھنا چاہیے"(۱)

رشید حسن خاں کی مندرجہ بالا رائے میں الف ممدودہ اور الف مقصورہ کے مابین فرق کی وضاحت ملتی ہے۔ انھوں نے الف کی دونوں صورتوں میں الف ممدہ کو نمایاں قرار دیتے ہوئے مد کو ضروری قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں مرکبات پر خاص توجہ دی گئی ہے۔ اگر مرکبات میں الف ممدوہ مندوعہ کا مد حذف کر دیا جائے تو الف ممدودہ، الف متصورہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس لیے اس کے مد کے ساتھ لکھا جانا ضروری ہے۔ اس ضمن میں تلفظ کا مسئلہ بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ جب "مد" کو حذف کیا جاتا ہے تو اس صورت میں الف پر کھنچاؤ ختم ہو جاتا ہے اور تلفظ میں الف ممدہ اور مقصورہ کے مابین فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

اردو املا میں بے شمار الفاظ ایسے ہیں جن کا آغاز الف مقصورہ سے ہوتا ہے۔ جیسے اب، ابھی، امارات، امانت، امین اور افضل وغیرہ۔ جب لفظ کے آغاز میں الف مقصورہ کا استعمال ہوتا ہے تو عام طور پر اس ضمن میں غلطی امکان نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور لفظ کو درست املا کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ غلطی کا امکان اس صورت میں ہوتا ہے جب لفظ کا اختتام الف مقصورہ پر ہو۔ جب لفظ الف مقصورہ پر ختم ہوتا ہے تو بعض اوقات اسے الف کی

بجائے سے "ہ" سے لکھ دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے غلطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اردو املا میں اس طرز کی غلطیاں عام نظر آتی ہیں۔ ماہرین املا نے اس حوالے سے اپنی آراء کے اظہار کیا ہے۔ رشید حسن خاں اردو املا کے حوالے سے تفیصل سے لکھا ہے۔ اس ذیل میں انھوں نے الف مقصورہ پر ختم ہونے والے الفاظ کی املاء پر بھی بحث کی ہے۔ جن کو عام طور پر سے لکھا جاتا ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ”الف مقصورہ جب لفظ کے شروع میں آتا ہے تو عام طور پر اس لفظ کے لکھنے میں کسی طرح کا جھگڑا نہیں ہوتا لیکن جن لفظوں کے آخر میں یہ آتا ہے تو کچھ لفظوں میں غلطی سے یا ان جانے میں "ہ" لکھ دی جاتی ہے۔ جیسے ایک لفظ ہے بھروسا اسے بعض لوگ بھروسہ لکھ دیتے ہیں یا جیسے صحیح املا ہے۔ معما اور تماشا، اسے معمہ اور تماشہ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ املا صحیح نہیں“(۲)

رشید حسن خاں نے مندرجہ بالا اقتباس میں الف اور ہائے مخفی کی بحت میں الف مقصورہ پر ختم ہونے والا الفاظ کی ذیل میں ہمزہ کے استعمال کی وضاحت کی ہے۔ انھوں نے اس صورت میں چند الفاظ بھی درج کیے ہیں ۔ جن کا اختتام الف مقصورہ پر ہونا چاہیے لیکن غلطی سے "ہ" پر کر دیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے لفظ "تماشا" بھی لکھا ہے۔ لفظ تماشہ کے لیے غالب کے شعر سے سند بھی لائی جاسکتی ہے۔ غالب کا شعر ہے:

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں(۳)

غالب نے مندرجہ بالا شعر میں تماشا سے تماشائے اہل کرم کی ترکیب استعمال کی ہے۔ اگر وہ تماشہ لکھتے تو تماشائے کی تراکیب کا جواز ممکن نہ ہوتا۔ انھوں نے تماشہ لکھا اور تماشا سے تماشائے برتا ہے۔ اگر غالب اس کو تماشہ لکھتے تو تماشہ اہل کرم لکھتے۔

الف مقصورہ پر ختم ہونے والے الفاظ کے آخر میں "ئی" بڑھا کر عام طور پر اسم فاعل بنا دیا جاتا ہے۔ اردو شاعری میں اس کے متعدد مثالیں موجود ہیں۔ تماشا سے تماشائی، سودا سے سودائی اور حلوہ سے حلوائی وغیرہ، ان تمام الفاظ کے اخر میں "ئی" کا اضافہ کر کے اسمِ فاعل بنایا گیا ہے۔

اردو میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ جن کے آخر میں الف مقصورہ کا استعمال ہونا لازم ہے لیکن غلطی کی وجہ سے ان کے آخر میں "ہ" لکھ دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے املا میں غلطی پیدا ہو جاتی ہے۔ روزمرہ کی املا میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ مثال کے طور پر ناشتا، لفظ، ناشتا کا اختتام الف مقصورہ پر ہونا لازم ہے۔ لیکن اس کو غلطی سے ناشتہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح لفظ "تقاضا" کو غلطی سے تقاضہ لکھ دیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے لفظ "مربا" بھی شامل ہے۔ مربا کا لفظ اکثر و بیشتر مربہ لکھا جاتا ہے۔ جو کہ غلطی کی صورت ہے۔ رشید حسن خاں نے ایسے الفاظ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ جن کے آخر میں مقصورہ پھر کو الف مقصورہ پر ہی ختم کیا جائے اور جن کے آخر میں "ہ" شامل نہ کی جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جن لفظوں کے آخر میں الف ہے تو الف ہی لکھا جائے۔ اس کی جگہ "ہ" نہ لکھی جائے۔ ایسے خاص خاص لفظ یہ ہیں۔ الجبرا، الفوزا، بقایا، تماشا، تقاضا، تمغا، چغا، حلوا، خرما، سقا، شوربا، عاشورا، طغرا قورما، معما، ملفوبہ، مربا، ناشتا"(۴)

املا تبدیل ہونے کے ساتھ الفاظ کے مطالعے بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اردو میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کو الف مقصورہ کے ساتھ لکھا جائے تو اس سے مطلب اور ہو گا اور اگر وہی لفظ "ہ" کے ساتھ لکھا جائے تو اس کا مطلب بدل جائے گا۔ اس ضمن میں بہت سی مثالیں درج کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً دانا اور دانہ یہ دو الفاظ ہیں۔ اگر دانا کو الف کے ساتھ لکھا جائے گا تو اس کے معنی دانائی یا عقلمندی کے ہوں گے۔ جیسے فلاں شخص بہت دانا ہے۔ لیکن اگر اس کو "ہ" کے ساتھ لکھا جائے گا تو اس کا مطلب دانائی سے بدل کر گندم کا دانہ قرار پائے گا۔ جیسے چڑیا نے دانہ چگا۔ الفاظ کے آخر میں الف مقصورہ الف "ہ" لگانے سے الفاظ کے متعلق تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس زمرے میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

”حضرت فاطمہ کا لقب "زہرا" ہے اور زہرہ کے معنی ہیں۔پتا (اور) زہرہ ایک ستارہ کا نام ہے۔ سایا، ایک پوشاک کا نام ہے اور درخت یا دیوار کا سایہ ہوتا ہے۔خواجہ آتش لکھنوی لکھتے ہیں:

سفر ہے شرط مسافر نواز بہترے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے “(۵)

اردو املامیں ایسے بہت سے الفاظ بطور مثال پیش کیے جاسکتے ہیں جن کو الف اور "ہ" سے لکھنے سے مطلب تبدیل ہو جاتا ہے۔مثلاً نالہ و فریاد میں نالہ "ہ" سے لکھا جاتا ہے جب کہ ندی والا نالا الف سے لکھا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مطالب میں فرق ہے۔ اسی طرح آسیہ لڑکی کا نام ہے۔جب کہ آسیا کا مطلب چکی ہے۔ اگر لفظ "چارا" کو الف سے لکھا جائے تو اس کے مطلب جانوروں کے کھانے کی گھاس ہے اور اگر اس کو چارہ یعنی "ہ" سے لکھا جائے تو اس سے مراد تدبیر ہے۔ جیسے چارہ گریا بیچارہ وغیرہ۔

بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں الف مقصورہ کی بجائے "ہ" کا استعمال کرنا چاہیے۔ عربی الفاظ کے آخر میں الف مقصورہ کی بجائے "ہ" کا استعمال ہونا چاہیے۔ رشید حسن خاں ان الفاظ کی فہرست درج کی ہے۔ ان الفاظ میں انھوں نے ایسے الفاظ شامل کیے ہیں جن کا "ہ" سے لکھا جانا ضروری ہے۔ رشید حسن خاں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”غرض کہ ایسے بہت سے لفظ ہیں جن کے متعلق ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے آخر میں الف لکھا جائے گا یا "ہ" لکھی جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک لفظ کو لیجیے۔ عربی کا ایک لفظ ہے۔ "طالب" اس کی جمع طَلَبہ ہے۔ اسے طلباء نہیں لکھنا چاہیے۔ مثلاً یہ جملہ، درجہ پنجم کے طلباء حاضر تھے غلط ہو گا۔ اس میں املا کی غلطی ہے۔ یوں لکھنا چاہیے تھا۔ درجہ پنجم کے طلبہ حاضر تھے (ط اور ل دونوں پر زبر ہے) اسی طرح صوفی کی جمع "صوفیہ" ہے۔ اسے صوفیا نہیں لکھنا چاہیے“(۶)

عربی سے اردو میں استعمال ہونے والے ایسے الفاظ جن کا اختتام پر "ہ" آتی ہے۔ انھیں "ہ" سے لکھنا لازم ہے۔ ان کی وضاحت کی صورت میں بھی "ہ" کو الف مقصورہ سے بدلنا غلطی شمار ہو گا۔ مثلاً صوفیائے کرام لکھا جائے گا تو یہ غلط ہو گا۔ اس سے صوفیہ کرام لکھنا درست ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں الف مقصورہ آتا ہے لیکن اگر ان کی جمع بنائی جائے تو الف مقصورہ "ہ" سے بدل جائے گی۔ مثلاً دوا، دوا کا لفظ الف مقصورہ پر ختم ہوتا ہے لیکن اگر اس کو جمع بنایا جائے گا تو یہ "ادویہ" بن جائے گا۔

اردو ملا میں مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اس کے ذخیرے میں عربی، فارسی، ہندی اور انگریزی زبانوں کے الفاظ سرِ فہرست ہیں۔ اردو املا میں مختلف زبانوں کے الفاظ کے املا کے طریقے کار بھی مختلف ہے۔ اس میں الف مقصورہ اور "ہ" پر ختم ہونے والے الفاظ شامل ہیں۔ عربی زبان کے ایسے بہت سے الفاظ اردو ملا کر حصہ ہیں جن کے آخر میں الف مقصورہ کی بجائے "ہ" آتا ہے۔ یہاں تلفظ کی وجہ سے غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ کیوں کہ تلفظ میں "ہ" اپنے سے پہلے آنے والے لفظ کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور پہلے لفظوں کو سہارا دیکھ کر لفظ مکمل کرتی ہے۔ عرفان رامے الف اور ہائے مختفی کی بحث میں لکھتے ہیں:

> ”عربی فارسی کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں "ہ" آتی ہے اور اس سے پہلے حرف پر زبر ہوتا ہے۔ یہ "ہ" لکھی تو جاتی ہے لیکن پڑھنے میں اس کی آواز "ہ" کی طرف نہیں نکلتی بلکہ وہ اپنے سے پہلے حرف کو سہارا دیا کرتی ہے۔ جیسے کعبہ، پیمانہ، جلوہ، اس کو ہائے مختفی کہتے ہیں۔ خیال رکھنے کی بات ہے کہ مختفی "ہ" عربی، فارسی لفظوں کے آخر میں آتی ہے۔ اردو زبانوں کے لفظوں میں آخر ہمیشہ الف لکھا جائے گا۔ جیسے بھروسا، پتا اردو اور ہندی کے ایسے الفاظوں کے سامنے بھی الف لکھا جائے گا“(۷)

الف مقصورہ اور ہائے مختفی کے استعمال میں اس لیے الجھن پیدا ہوتی ہے کہ الفاظ کے اصل ماخذ تک رسائی نہیں ہوتی۔ عربی زبان کے الفاظ کو ہندی اور ہندی زبان کے الفاظ کو عربی تصور کر لیا جاتا ہے۔ عام طور پر وہ الفاظ جن کا املا ہائے مختفی سے لکھ دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ ان کا املا الف سے لکھنا چاہیے۔ حسب ذیل ہیں۔

| درست املا | غلط املا |
|---|---|
| پیسا | پیسہ |
| پرسا | پرسہ |
| پسینا | پسینہ |
| پانسا | پانسہ |
| ٹکیا | ٹکیہ |
| پتا | پتہ |
| ٹکیا | ٹکیہ |
| تھانا | تھانہ |
| ٹانکا | تانکہ |
| ٹخنا | ٹخنہ |
| چونا | چونہ |
| چھاپا | چھاپہ |
| ڈراما | ڈرامہ |
| ڈبیا | ڈبیہ |
| دھاگا | دھاگہ |

| | |
|---|---|
| راجہ | راجا |
| دلیہ | دلیا |
| گتہ | گتا |
| کمرا | کمرہ |

کسی بھی زبان کے الفاظ جب کسی دوسری زبان میں شامل ہوتے ہیں تو ان کی صورت تبدیل ہو جاتی ہے بعض الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو اصل صورت میں لکھے جاتے ہیں۔ اردو املا میں عربی یا فارسی زبان کے بعض ایسے الفاظ ہیں جن کا اردو میں قدرے بدل گیا ہے چوں کہ اہل زبان نے ان الفاظ کی نشاندہی کرتے ہوئے، املا کے مسئلے کو حل کر دیا ہے تو لازم ہے کہ ان الفاظ کو ویسا ہی لکھا جائے جیسا کہ اہل زبان کے ہاں ان کا استعمال ملتا ہے۔ خرچہ، کو "ہ" سے بدل کر الف سے خرچا لکھنا موزوں ہے۔ اس طرح لفظ بسترہ کو "ہ" کی بجائے سے لکھنا درست املا ہے۔ اس ذیل میں شامل دیگر الفاظ میں خاکا، پسندا، نشیلا، نقشا، بدلا، جگراا ور اِکا وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام الفاظ کا املا الف سے لکھنا درست ہے جب کہ ہائے مختفی سے لکھنا غلط قرار پاتا ہے۔

اردو میں بہت سے مرکبات کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ ان مرکب الفاظ میں دو مختلف زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے ہیں۔ اردو املا میں عام طور پر مرکب الفاظ کے املا میں بھی غلطی برتی جاتی ہے۔ اس کے لیے قاعدہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ جن کے مرکبات اردو زبان میں بنے ہیں ان کے آخر میں الف ہی آئے گا۔ عرفان رامے مرکبات کے اُصول املا میں قاعدہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ایسے مرکب لفظوں کے آخر میں بھی الف آئے گا جو اردو میں بنے ہیں۔ خواہ ان کا ایک جزو عربی کا ہو، یا دونوں جز عربی فارسی کے ہوں۔ ایسے کچھ الفاظ یہ ہیں۔

آب خورا، اٹھائی گیرا ، ادلا بدلا، امام باڑا، بے سرا، بے پیرا ، بے استادہ، بے اصولا، بے نکرا، بے مرشدا، بے وارثا، بے غرضا، جوشیلا، چوراہا، دوپٹا، دونسلا، دورنگا، دوفصلا، شکرپارا، شیخی خورا، کم ہمتا، میل خور، ناشکرا، نودولتا، نو گزااور نمک پارہ“(۸)

اردو ملا میں الف اور ہائے مختفی کی بحث میں بعض الفاظ کو استثناء حاصل ہے۔ اس استثناء میں زیادہ تر اسم معرفہ شامل ہیں۔ وہ اس معرفہ جو الف کی بجائے ہائے مختفی سے لکھے جاتے ہیں اور قبول عام کی سند حاصل کر چکے ہیں انھیں ہائے مختفی سے لکھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ ایسے الفاظ میں اسماء بھی شامل ہیں۔ اسم معرفہ کی ذیل میں اس حوالے سے شہروں کے نام بھی آتے ہیں۔ پاکستان کے چند معروف شہروں کے نام میں چکلالہ، نوشہرہ اور ہنزہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان تمام الفاظ کو الف مقصورہ کی بجائے ہائے مختفی سے لکھنا ہی موضوع ہو گا لیکن یہ استثناء معروف مشہور مقامات کے لیے ہے۔

ہندی زبان کے بعض الفاظ الف کی بجائے ہائے مختفی سے لکھے جاتے ہیں۔ یہ ایسے الفاظ ہیں اگر ان کو الف سے لکھا جائے تو ان کا املا غلط محسوس ہوتا ہے۔ اس ذیل میں بھی چند الفاظ کو استثناء حاصل ہے۔ اس میں اردو زبان کا لفظ "پر" بھی شامل ہے۔ جیسے عام طور پہ "پر" لکھ دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے الفاظ ہائے مختفی سے لکھے جائیں گے اور ان کا املا مثنیٰ الفاظ میں ہو گا۔

اردو میں عربی زبان کے بیشتر الفاظ شامل ہیں۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کی املا میں الف نہیں لکھا جاتا تھا بلکہ الف کی جگہ کھڑا زبر ڈال دیا جاتا ہے کیوں کہ یہ عربی زبان کے الفاظ تھے اور عربی میں یہی قاعدہ مروج ہے لیکن اردو زبان میں ان کی صورت بدل گئی اور موجودہ املا کے مطابق ان کا عربی قاعدے کی بجائے اردو قاعدے کے مطابق املا لکھنا ضروری ہے۔ ان الفاظ میں کھڑے زبر کی بجائے الف مقصورہ کا استعمال مناسب ہے۔ ان الفاظ میں اسحاق، اسماعیل، رحمان، سلیمان، لقمان اور یاسین وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام الفاظ عربی قاعدے کی بجائے اردو قاعدے کے مطابق لکھے جائیں گے اور ان کے ملاپ میں الف مقصورہ آئے گا۔

اردو میں عربی زبان کے بہت سے ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن کے آخر میں "ی" لکھی جاتی ہے لیکن پڑھنے میں الف آتا ہے۔ ایسے الفاظ میں اعلیٰ ادنیٰ وغیرہ شامل ہیں۔ اردو قاعدے کے مطابق ایسے الفاظ کو "ی" سے بدل کر الف مقصورہ سے لکھنا موزوں ہے۔ ان کا درست املا الف مقصورہ سے ہی شمار ہو گا نہ کہ "ی" سے اس ذیل میں چند الفاظ درج ذیل ہیں۔

| غلط املا | درست املا |
| --- | --- |

| | |
|---|---|
| ادنی | ادنا |
| اعلی | اعلا |
| اقصی | اقصا |
| اولی | اولا |
| تقوی | تقوا |
| تولہ | تولا |
| نصاری | نصارا |
| معمہ | معما |
| مرتضیٰ | مرتضا |

املا کے مباحث میں ماہرین نے اصول مقرر کر رکھے ہیں۔ ان اصول ضوابط کے مطابق اگر املاء لکھا جائے گا تو درست تصور ہو گا اور دوسری صورت میں املا میں غلطی تصور کی جائے گی۔ رشید حسن خاں الف مقصورہ اور ہائے مختفی کے حوالے سے قاعدے کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> "قاعدہ ہے کہ "ہ" یعنی ہائے مختفی صرف عربی یا فارسی لفظوں کے آخر میں آتی ہے ایسے باقی جتنے لفظ ہیں وہ ہندی کے ہوں، انگریزی کے ہوں یا کسی اور زبان کے ہوں ان کے آخر میں الف آتا ہے۔ جیسے ڈراما، کمرا، پسینا، بھروسا، چونا وغیرہ"(۹)

جب ایک زبان سے دوسری زبان میں الفاظ شامل ہوتے ہیں تو ان میں سے بعض الفاظ کی دوسری زبان کی وضع صورت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس بدلاؤ کو بعض اوقات قبول عام کی سند حاصل ہو جاتی ہے اور پھر وہ الفاظ اسی صورت میں لکھے جاتے ہیں۔

ایسے الفاظ کا ایسی صورت میں لکھنا موزوں ہے جیسے اہلِ زبان کے ہاں مروج ہو۔ اردو زبان میں فارسی یا عربی سے آنے والے ایسے الفاظ جو اپنی اصل سے کٹ چکے ہیں کے بارے میں رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"بہت سے مفرد ایسے ہیں جو اصل کے لحاظ سے تو عربی یا فارسی کے ہیں مگر اردو میں ان کی شکل وصورت اس طرح بدل گئی ہے کہ اب وہ اصل سے بے تعلق ہو گئے ہیں۔ ان کی شکل وصورت دیکھ کر صاف طور پر یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ لفظ یہیں بنے ہیں۔ ایسے لفظوں کے آخر میں بھی الف لکھنا چاہیے۔ ایسے کچھ لفظ یہ ہیں۔ اکا، بدلا، بسترا، پرسا، جگرا خرچا، غبارا، مسالا، نشیلا وغیرہ"(۱۰)

املا کی بحث میں قاعدہ یہی ہے کہ وہ الفاظ جو عربی اور فارسی سے اردو زبان کا حصہ بنے ہیں۔ ان کے آخر میں "ہ" ہائے مختفی آتی ہے اور ہندی یا انگریزی کی باقی تمام الفاظ کے آخر میں الف آتا ہے۔ اسی قاعدے کے مطابق اردو کا املا لکھا جاتا ہے لیکن ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ املا میں کچھ لچک پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لچک لسانی ضروریات کے تحت پیدا کی جاتی ہے۔ اس میں زبان کی مقامیت کا لحاظ رکھنا ضروری قرار پاتا ہے۔ اس قاعدے کو قواعد کی زبان میں استثناء کہتے ہیں۔ استثناء کا مطلب ہے کہ بنیادی طور پر تو وہی قاعدہ رہے گا طے شدہ ہے لیکن بعض مقامات پر اس میں گنجائش پیدا کی جائے گی اور الفاظ کو بنیادی اساسی اصول سے تبدیل کر کے لکھا جائے گا۔ لیکن اس استثناء میں چند الفاظ یا چند اسماء ہی شامل کیے جائیں گے اگر اس قاعدے کا اطلاق تمام الفاظ پر کر دیا جائے تو اس صورت میں املا میں غلطی پیدا ہو جائے گی اور یہ قابل قبول عمل نہیں ہو گا۔

اردو املا میں الف ممدودہ کے استعمال میں عام طور پر غلطی کی گنجائش بہت کم ملتی ہے البتہ چند مرکبات میں اس ضمن میں غلطی پیدا ہونے کے امکان پایا جاتا ہے۔ غلطی کے زیادہ امکان الف مقصورہ کے استعمال میں ملتا ہے۔ اس ضمن میں وہ الفاظ جن کے آغاز میں الف مقصورہ آتی ہے۔ ان میں بھی غلطی کی گنجائش کم ہوتی ہے لیکن جن الفاظ کا اختتام الف مقصورہ پر ہوتا ہے۔ وہاں غلطی پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں اور بعض صورتوں الف مقصورہ کو ہائے مختفی یا ہائے مجہول سے بدل دیا جاتا ہے۔

## ت اور ط کے مباحث

اردو املا کے ضمن میں ت اور ط کا استعمال میں بھی مختلف آراء ملتی ہیں۔ اس کی وجہ بھی املا ہی ہے کہ ت اور ط کے استعمال میں عام طور پر یہ واضح نہیں ہوتا اور املا میں غلطی سے ت کی جگہ ط اور ط کی جگہ ت کا استعمال کر دیا جاتا ہے۔

ت اور ط مباحث میں یہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ "ت" کی دو صورتیں ہیں۔ "ت" اور "ۃ" عربی میں ان دونوں صورتوں میں "ت" کا املا لکھا جاتا ہے۔ بعض صورتوں میں الفاظ کو ت کے ساتھ جب کہ بعض صورتوں میں "ۃ" کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ عربی سے اردو میں رائج ہونے والے الفاظ میں بھی ابتدائی طور پر یہ صورت نظر آتی ہے۔ قدیم اور املا میں ت کو دونوں صورتوں میں لکھا جاتا رہا ہے۔

اردو عمران میں بہت سے الفاظ عربی زبان سے آئے ہیں۔ چوں کہ ابتدائی طور پر یہ الفاظ عربی کے زیر اثر تھے۔ اس لیے ان کو عربی قواعد کے مطابق لکھا جاتا ہے لیکن بعد ازاں بعض الفاظ کے لیے اصول وضوابط طے کر دیے گئے ہیں۔ ان ضوابط میں ت اور ۃ کا استعمال بھی شامل کر دیا گیا۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ”انجمن ترقی اردو نے یہ طے کیا تھا کہ اردو میں ہمیشہ ت لکھنا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عربی کی طرح اردو میں اس حرف کی دو قسمیں ہیں۔ اردو میں بس ایک حرف ہے اور اس کی شکل "ت" ہے۔ عربی کے ایسے بہت سے لفظوں میں ہم عام طور پر "ت" لکھی جاتی ہے۔ مثلاً اردو میں نجاۃ اور حیاۃ کوئی نہیں لکھتا سب لوگ نجات اور حیات لکھتے ہیں“(۱۱)

انجمن ترقی اردو کی اصلاحی کوششوں میں "ت اور ۃ" صورتوں کو شامل کیا گیا ہے۔ لیکن یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ اردو میں "ت" کو ایک ہی لفظ سے بولا جاتا ہے۔ اس لیے اس کی مختلف صورتوں میں املا سے پیچیدگی کے امکانات موجود تھے۔ جس کی وجہ سے اس کی ایک ہی صورت کا تعین کر دیا گیا۔ اردو میں ایسے تمام الفاظ جو "ت" سے آتے ہیں۔ انھیں "ت" کی اسی صورت یعنی "ت" سے لکھا جاتا ہے۔ ان الفاظ میں نجات،

حیات، زکوت، تورات، مشکات، بابت، رحمت، رحمت اللعالمین وغیرہ شامل ہیں۔ اردو میں یہ تمام الفاظ "ت "سے لکھنے چاہیے۔ اگر ان کو "ۃ" سے لکھا جائے تو ملا غلط تصور ہو گا۔

یہاں ایک اور پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ تنوین کی صورت میں لفظ کے آخر میں شد کے ساتھ "ت" کی آواز آتی ہے۔ اس صورت میں یہ اصول وضع کیا گیا ہے کہ لفظ میں "ت" کے بعد الف بڑھا کر اس پر دو زبر لگا دیے جاتے ہیں اس سے تنوین کی صورت میں ادائیگی کی جاتی ہے۔ رشید حسن خاں تنوین کے قاعدے میں لکھتے ہیں:

> ”تنوین کے قاعدے کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے۔ اردو میں ایسے سب لفظوں کے آخر میں "ت" کے بعد الف بڑھا کر اس پر دو زبر لگا دیے جائیں گے جیسے دفعتاً، نسبتاً، عادتاً“(۱۲)

ت اور ۃ کی صورت کے تعین کے بعد ت اور ط کے استعمال کی بحث آتی ہے۔ یہاں بنیادی مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سا لفظ "ت" سے لکھا جائے اور کون سا لفظ "ط" سے۔ اس مسئلے میں بھی صوت کی ہم آہنگی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ دونوں صورتوں میں آواز کی ہم آہنگی کی بنیاد پر غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ یہاں یہ پہلو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے کہ "ط" عربی زبان کا خاص لفظ ہے۔ اس لیے "ط" کا استعمال ان الفاظ میں تو مناسب ہے جو عربی سے اردو میں آئے ہیں۔ اس کے برعکس ایسے الفاظ جو ہندی یا دوسری زبانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں عربی کی طرز پر "ط" کا استعمال کرنا غلطی کے مترادف ہے۔ ایسے الفاظ کو "ط" کی بجائے "ت" لکھنا درست املا ہے۔ اس حوالے سے طوطا کی املا سر فہرست شامل ہے۔ طوطا ہندی زبان میں استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ اس کو عربی حروف میں لکھنا املائی غلطی ہے۔ طوطا کو ط سے لکھنے کی بجائے "ت" سے لکھنا ضروری ہے۔

اردو املا میں بعض ایسے الفاظ کو بھی "ط" سے لکھ دیا جاتا ہے۔ جن میں ہندی رسم الخط سے الفاظ شامل ہیں۔ مثال کے طور پر عربی میں "چ" کا حرف شامل نہیں ہے۔ یہ ہندی زبان کا حرف ہے تو ایسے تمام الفاظ جن میں "چ" کا استعمال ہو ان کو "ط" کی بجائے "ت" سے لکھنا درست ہے۔ اس حوالے سے "تمانچہ" کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔

تمانچہ میں چوں کہ "چ" شامل ہے۔ اس لیے اس کو عربی حرف "ط" سے لکھنا اہم غلطی ہو گا۔ اس لیے اس کو "ط" کی بجائے "ت" سے لکھنا ہی درست لفظ ہے۔ البتہ وہ الفاظ جو عربی سے اردو میں آئیں ان کو "ط" سے لکھنا درست ہے۔ مثلاً عربی زبان کا لفظ طیار ہے۔ جس کے معنی آنے والے کے ہیں۔ اس سے لفظ طیارہ کے ہیں جو کہ جہاز کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اب چوں کہ طیارہ لفظ اصل طیار ہے اور طیار عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کو اگر "ت" سے لکھا جائے تو یہ املا غلط تصور ہو گا۔ اس کو "ط" سے لکھنا ہی درست املا ہے۔

بعض ایسے الفاظ ہیں جن میں دو بار "ط" یا دو بار "ت" کا حرف استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ کو ت یا ط سے لکھنے سے پہلے ان کے ماخذ تک رسائی کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر "تلاطم" درست املا کے مطابق اس کا پہلا حرف "ت" اور چوتھا حرف "ط" ہے۔ اس کو بعض اوقات "طلاطم لکھ دیا جاتا ہے جو کہ غلطی میں شمار ہوتا ہے۔ توتا، ہندوستانی پرندہ ہے۔ اس لیے اس کا املا بھی ہندوستانی حروف "ت" سے درست ہے۔ اگر اس کو "ت" کے بجائے "ط" سے لکھا جائے تو یہ املائی غلطی ہو گی۔ توتا، کی نسبت سے توتا چشم اور توتا چشمی وغیرہ کے الفاظ درست ہیں۔ ایسے تمام الفاظ کو ط کی بجائے ت سے لکھنا موزوں ہے

بہت سے اردو کے ایسے الفاظ ہیں جن کو غلطی سے عربی املا کے طرز پر لکھا جاتا ہے اور اس ضمن میں بھی ت اور ط کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہاں بھی لفظ کے ماخذ کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر ناتا اور زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی رشتے کے ہیں۔ ناتا اور زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہے۔ اس کو عام طور پر "ناطہ" لکھ دیا جاتا ہے جو کہ املائی غلطی میں شمار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو "ط" کی بجائے "ت" سے لکھنا ہی درست جملہ ہے۔ اسی طرز پر رشتہ ناتا وغیرہ یا رشتے ناتے وغیرہ درست املا ہو گا۔ ناتے کا املاء کے حوالے سے انشاء کا شعر میں یہ لفظ بطور سند درج ہے جو کہ "ت" سے لکھا ہے:

نسل بڑی آدم کی انشاء کون کس کو پہچانے
باعث کثرت ہم دیگر کے رشتے ناطے بھول گئے(۱۳)

رشید حسن خاں نے ت اور ط کی بحث میں چند ایسے الفاظ کی فہرست پیش کی ہے جو ط کی بجائے ت سے لکھے جاتے ہیں۔ یہ اردو کے الفاظ ہیں۔ ان میں بیشتر الفاظ میں اردو زبان کے دوسرے الفاظ مثلاً پ، چ، وغیرہ بھی شامل ہیں۔ رشید حسن خاں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"ایسے لفظوں میں "ت" لکھنا چاہیے۔ جو درج ہیں۔ تپش، تشت، تشتری، تماچا، توتا، توتیا، تہران، تیار، تیاری، تمہورت، توتیا، بندھنا، توتیے چھوڑنا، ناشتا، ناتا، تلاطم، تانے، تشنے" (۱۴)

رشید حسن خاں نے مندرجہ بالا الفاظ کی فہرست درج کی ہے۔ ان میں وہ الفاظ کو شامل ہیں جو اردو زبان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا املا "ت" سے لکھنا درست ہے۔ ان میں سے بعض الفاظ کی وضاحت ضروری ہے۔ ان میں ایک لفظ "توتیا" ہے۔ یہ ایک دھات ہے۔ اس کو نیلا تھوتھا بھی کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے توتیا باندھنا یا توتیے باندھنا استعمال ہوا ہے۔ یہ اردو زبان کے محاورے میں اور اہل زبان کے مستعمل میں قدیم دہلوی اردو میں بھی ان کا املا ملتا ہے۔ چوں کہ یہ اردو زبان کے محاورے میں اسی مناسبت سے ان کا "ت" سے لکھنا درست ہے۔ قدیم شعراء کے ہاں بھی "ت" کے ساتھ ان محاوروں کے استعمال کی سند موجود ہے۔

ت اور ط کی بحث میں بھی بعض الفاظ کو استثنا حاصل ہے۔ لیکن ان کے لیے قاعدہ وہی ہے جو بیان کر دیا گیا ہے کہ عربی زبان کے الفاظ کا املا "ط" سے جب کہ اردو زبان کے الفاظ کا استعمال "ت" سے لکھا جائے گا۔ اسی ضمن میں چند ایسے الفاظ جن کی صورت اصل یا درست املا کے برعکس رائج ہو گئی ہے۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو رائج ہونے کے ساتھ اہلِ زبان کے ہاں بھی مستعمل ہیں۔ ایسے الفاظ میں طعن و تشنیع ہے۔ اس کا اصل مرکب بھی طعن و تشنیع ہے۔ طعن، ط کے ساتھ تشنیع کے ساتھ ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"تانے تشنے اصل مرکب طعن و تشنیع ہے جو عام لوگوں کی زبان سے تو کم سنا گیا البتہ ادبی نثر میں مستعمل رہا۔ تانے تشنے اس کی بدلی ہوئی صورت ہے۔ جو عام طور پر مستعمل ہے۔ عورتوں کی زبان اکثر سننے میں آتا ہے۔ منفرد لفظ طعنہ اور اس کی جمع طعنے، دونوں لفظ

عام طور پر مستعمل ہیں۔ مگر تشنے کے ساتھ تانے آتا ہے۔ جیسے انھوں نے طعنہ دیا یا طعنے دیے اور ان کے طعنے تشنے کون سنے"(۱۵)

الفاظ کو ت اور ط سے لکھنے کی بحث میں قاعدے کا بیان نہیں ہے۔ جو لفظ عربی زبان سے تعلق رکھتے ہیں انھیں ط سے لکھنا چاہیے اور اردو زبان کے الفاظ کو ت سے لکھنا چاہیے۔ اس حوالے سے بیشتر ماہرین لسانیات نے وضاحت پیش کیا۔ رشید حسن خاں کی طرز پر محمد عمر خان رامے نے بھی یہی صورت اجاگر کرتے وضاحت کی ہے کہ وہ الفاظ جن کا تعلق خود زبان سے انھیں "ط" کی بجائے "ت" سے لکھنا چاہیے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کو کبھی ت سے لکھا جاتا ہے اور کبھی ط سے۔ ان الفاظ کے لیے ایک لکھاوٹ اختیار کرنی چاہیے اور ان سب کو "ت" سے لکھنا چاہیے۔ زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ یہ ہیں۔ تپش، تشت، تشتری، تمانچا، توتا، توتیا، تہران، تیار، تیاری، غلتاں، ناتا"(۱۶)

عرفان رامے نے بھی ت اور ط ایک کی بحث میں ان الفاظ کو شامل کیا ہے۔ جو رشید حسن نے اپنی کتاب عبارت کیسے لکھیں میں شامل کیے ہیں۔ رشید حسن خاں کی طرز پر عرفان رامے نے اپنی کتاب میں بعض الفاظ کی وضاحت بھی کی ہے اور ان کی درست املا کے ساتھ غلط املا کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ انھوں نے عربی اور اردو زبان کے الفاظ کے اصل ماخذ کو بنیاد بناتے ہوئے ان کی درست صورت کا تعین کیا ہے۔

رشید حسن خاں نے اصلاح زبان کے حوالے نمایاں خدمات سر انجام دیں ہیں۔ انھوں نے زبانوں کا اصل ماخذ اور درست صورتوں کا تعین کیا جائے۔ اس ضمن میں انھوں نے زبان کے قواعد کے بیان کے ساتھ الفاظ کی بدلتے ہوئی صورتوں کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے۔ اصلاحِ املا کے حوالے سے انھوں نے تو متعدد تحریروں میں ایک ہی پہلو کو بھی دہرایا ہے۔ مثال کے طور پر ان کی ایک کتاب "اردو کیسے لکھیں" کے عنوان سے ہے۔ یہ کتاب املا کے حوالے سے ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ت اور ط کے مسئلے کو بھی شامل کیا ہے۔ وہ اس مسئلے کے ذیل میں اپنی کتاب، عبارت کیسے لکھیں کو دہراتے ہیں۔ وہ ط کی وجہ ت سے لکھے جانے والے الفاظ کے بارے میں تائید کرتے ہوئے لکھتے:

”طوطا اور طوطیا غلط املا ہو گا۔ صحیح املا ہو گا۔توتا اور توتیا ایک لفظ ہے۔ تلاطم اس کا پہلا حرف ت ہے اور چوتھا حرف ط ہے۔اس کو کبھی طلاطم بھی لکھ دیا جاتا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے اس کا صحیح املا تلاطم ہے“(۱۷)

املا کے وضع کردہ اصولوں کے مطابق اگر اردو الفاظ کا املا لکھا ہے جائے تو اس صورت میں غلطی کا امکان ختم ہونے کے ساتھ ساتھ زبان میں سادگی اور آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔اس ضمن میں معرب اور غیر معرب الفاظ کی بحت بھی شامل ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو معرب ہو کر "ط" سے لکھے جاتے ہیں لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں جو معرب بھی نہیں ہے پھر بھی انھیں "ط" سے لکھ دیا جاتا ہے جو کہ قواعد املا کے منافی عمل ہے۔

ت اور ط کی بحث میں غالب نے بھی تبصرہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنے خطوط میں زبان کی قواعد کی بحث میں اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ان کے بعض خطوط میں بھی اس حوالے سے اظہار خیال ملتا ہے۔مثلاً ان کا ایک خط جہاں داد خان سیاح کے نام ہے۔اس خط میں انھوں نے ت، ط اور ع کے بارے میں قاعدہ جہاں لکھا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

”ایک قاعدہ تم کو معلوم رہے عین کا صرف فارسی میں نہیں آتا۔جس لغت میں عین ہو اس کو سمجھنا کہ عربی ہے“(۱۸)

رشید حسن خاں نے غالب کی املا کے حوالے سے کتاب املائے غالب میں وضاحت کے ساتھ غالب وہاں مستعمل قواعد اور زبان کی نوعیت کو واضع کیا ہے۔وہ غالب کے ہاں مستعمل الفاظ کی مختلف صورتوں میں ت اور ط کی بحث کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے غالب کی مختلف تحریروں سے حوالے درج کرنے کے ساتھ ان پر تبصرہ کیا ہے۔ پیش اور تپاں جیسے الفاظ کو ط کے ساتھ لکھنے سے منع کرنے کے حوالے سے رشید حسن خاں غالب کے حوالے کے ساتھ تبصرے میں لکھتے ہیں:

”صاحب عالم مارہروری کے نام خط میں لکھا ہے: کوئی حرفِ متعدد المخرج، فارسی میں نہیں تے ہے۔ طوطے نہیں۔ اس نقطہ کی بنا پر تشت، تپاں، تپش جیسے لفظوں کو"ط"کے ساتھ (طشت طپش، طپاں لکھنے سے منع کرتے تھے“(۱۹)

رشید حسن خاں نے مدرجہ بالا اقتباس میں غالب کی رائے کے ساتھ املاء کے تناظر میں تبصرہ کرتے ہوئے وضاحت پیش کی کہ فارسی میں کوئی بھی لفظ متحد المخرج نہیں ہے۔ اس ذیل میں انھوں نے غالب کی املا کے حوالے سے بھی درج کی ہے کہ غالب اس اصول کی بنیاد پر طپش، طپش اور طپاں وغیرہ تو "ط" کی بجائے "ت" سے لکھنے کے قائل تھے۔ یعنی تپش، تپش تپاں وغیرہ

ت اور ط کی ذیل میں رشید حسن خاں نے غالب کی تحریروں کی روشنی میں ہمزہ کی بحث کو بھی شامل کیا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے چند الفاظ کی مثالیں درج کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ بعض ماہرین لسانیات عربی زبان کے الفاظ میں ہمزہ کا استعمال لازمی قرار دیتے ہیں جب کہ بعض کے نزدیک ہمزہ کا استعمال مناسب نہیں ہے۔ رشید حسن خاں نے اس حوالے سے "تامل" کا لفظ پیش کیا۔ اس میں انھوں نے غالب کی رائے پیش کرتے ہوئے "ت" کی بحث کے ساتھ ہمزہ کا استعمال کو بھی شامل کیا ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ''تامل: مکتوب بنام نواب یوسف علی خان ناظم میں مرزا صاحب نے لکھا ہے اس کے صحیح کرنے میں کیا تامل ہے۔ بعض صاحبان اسرار کرتے ہیں کہ ہے اس قماش کے جو اور لفظ ہیں ان کو بھی عربی املا کے مطابق ہمزہ لکھا جائے یعنی تامل۔ مرزا صاحب نے اس لفظ کو اور ایسے دوسرے الفاظ کو بھی اس طرح ہمزہ کے بغیر لکھا ہے جیسے اردو میں نے عام طور پر لکھا جاتا ہے۔ عرشی صاحب نے املا نے غالب کے مطابق نسخہ عرشی میں اس لفظ کو ہر جگہ اس طرح لکھا ہے۔ مثلاً:
>
> سادگی یک خیال، شوخی صد رنگِ نقش
>
> حیرتِ آئینہ ہے حبیبِ تامل ہنوز(۲۰)

گوپی چند نارنگ کا شمار اردو زبان کے اہم ترین ماہر لسانیات میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اردو تنقید کو نئے عصری مباحث سے روشناس کرایا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے لسانیات کے ضمن میں بھی نئے مباحث پر لکھا ہے۔ انھوں نے املا کے مسئلے کو بھی اجاگر کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ت اور ط کی بحث میں انھیں الفاظ کو دہراتے ہیں جو دیگر ماہرین لسانیات کے ہاں ملتے ہیں انھوں نے املا کی غلط صورتوں کی بھی وضاحت کی ہے:

"اردو میں کچھ لفظ ایسے ہیں جو ت اور ط سے لکھے جاتے ہیں۔ ان کے املا میں احتیاط کی ضرورت ہے۔ ذیل کے الفاظ "ت" سے لکھنا صحیح ہیں۔

تپش، تہران، تپان

تیار، تیاری، توتا

زیل کے الفاظ کو "ط" سے لکھنا صحیح ہے۔

غلطاں، طشت، طشتری

طمانچہ، طیماسپ، طوطی" (۲۱)

عام طورت اور ط کے الفاظ کی وضاحت میں دشواری پیش آتی ہے۔ ان میں چند ایسے الفاظ ہیں جن کے املا میں ت اور ط کے استعمال میں کشمکش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس ضمن میں گوپی چند نارنگ نے کی ذیل میں ان الفاظ کو شامل کیا ہے۔ جن کا املات سے لکھنا درست ہے۔ یہ اردو زبان کے الفاظ میں جب کہ "ظ" کی ذیل میں الفاظ کو شامل کیا جاتا ہے۔ جن کا املا "ظ" سے لکھنا درست جب کہ ت سے لکھنا غلط ہے۔ اس کی ذیل میں عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کو شامل کیا گیا ہے۔

اردو مخلوط زبان ہے۔ اس نے اپنے دامن میں بہت سی زبانوں کے الفاظ کا ذخیرہ محفوظ کیا ہے۔ اس سبب سے قواعد کی متعین کردہ صورتوں کے باوجود املائی حوالے سے مسائل سامنے آتے رہتے ہیں۔ اردو املا کے نمایاں مسائل میں ت اور ط مسائل شامل ہیں۔ اردو زبان کے بیشتر الفاظ کے استعمال ت اور ط کے حوالے سے کشمکش ملتی ہے۔ عام تحریروں کے حوالے سے اعلیٰ پائے کی کتب میں بھی بعض اوقات اسی ضمن میں پیچیدگی پائی جاتی ہے۔

کسی بھی زبان کے الفاظ کو سند کی ذیل میں اس کی لغات کو بطور حوالہ نقل کیا جاتا ہے لیکن اردو زبان کی معتبر لغات میں بھی ت اور ط کے حوالے سے کشمکش پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے نور اللغات اور فرہنگ آصفیہ شامل ہیں۔ رشید حسن خاں نے لغات کے حوالے سے وضاحت پیش کرتے ہوئے ان لغات میں ت اور ط کے مابین

پائے جانے والی املا کی کشمکش کو اجاگر کیا ہے۔ وہ فرہنگ آصفیہ کے بارے میں رائے پیش کرتے ہوئے اس موضوع کی ذیل میں لکھتے ہیں:

> ”آصفیہ میں تشت کی ذیل میں صراحت ملتی ہے کہ طشت اس کا معرب ہے۔ تماچہ کے تحت لکھا ہے۔ یہ لفظ فارسی رسم الخط میں طائے میملہ سے طپانچہ لکھا جاتا ہے مگر لکھنا تائے فوقانی سے واجب ہوتا تھا کیوں کہ یہ فارسی لفظ ہے۔
>
> مگر عدم تعین کے پھیلائے ہوئے اس انتشار کا کیا علاج کہ ان لغات، خاص طور پر آصفیہ میں بیش تر لفظ ت اور ط دونوں حرفوں کی میں لکھے ہوئے ہیں اور عبارت میں بھی یہ لفظ کہیں ت سے لکھے گئے ہیں کہیں ط سے۔ جب لغت کا یہ حال ہے تو عام کتابوں تحریر میں اگر اس سے ابتر ہو تو اس پر تعجب کیوں۔ صدیقی صاحب کی بھی یہی رائے تھی کہ تشت جیسے لفظوں کو ت سے لکھنا چاہیے۔ فارسی میں بھی اب یہی رجحان ہے کہ ایسے لفظوں کو فارسی املا کے مطابق بہ حرفِ سے لکھنا چاہیے“(۲۲)

رشید حسن خاں نے فرہنگ آصفیہ کے حوالے سے غلطیوں کی نشاندہی میں لفظ طوطیا کو بھی شامل کیا ۔طوطیا مارنا محاورہ ہے اور اس کی درست املا "ط" کی بجائے "ت" سے ہے۔ رشید حسن خاں لکھا ہے کہ فرہنگ آصفیہ میں توتیا کو ت کی بجائے ط کی فصل میں لکھا گیا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں وضاحت ملتی ہے کہ اردو میں تے اور ط کے حوالے سے پائے جانے والے پیچیدگیوں کے پس منظر میں عربی، فارسی اور اردو زبان کے الفاظ کا اختلاط ہے۔ اس وجہ سے بعض اوقات تحریر میں لفظ کی اصل صورت کا تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اردو املا میں قاعدہ واضح کر دیا گیا کہ عربی اصل الفاظ کو ط سے لکھنا درست املا ہے۔ جب کہ اردو کے الفاظ کو ط کی بجائے ت سے لکھنا درست ہے۔ اس حوالے سے یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ عام کتب کے علاوہ لغت کی کتابوں میں ت اور ط کے استعمال میں غلطی پائی جاتی ہے حتیٰ کہ فرہنگ آصفیہ جیسی معروف لغت میں بھی بعض ت کے الفاظ ط کی فعل میں درج کر دیے گئے ہیں۔ یہی احوال اردو کی دوسری اہم اور مستند کتب کا ہے۔

## ذ،ز،ژ کی بحث

اوردو املا کے مسائل میں ذ اور ز کی بحث شامل ہے۔ ان کے استعمال میں عام طور پر غلطی در آتی ہے۔ یہاں ان کی آوازوں کو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔"ذ" کی آواز "ذال" جب کہ "ز" کی آواز "زے" ہے لیکن جب یہ کسی حروف پہ استعمال ہوتے ہیں تو ان کی آواز کی بنیاد پر غلط فہمی پیدا ہوتی ہے اور ان دونوں کو صوتی ہم آہنگی کی بنیاد پر ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے۔

رشید حسن خاں نے ذاور ز دونوں کو ہم آواز الفاظ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر چہ ان دونوں الفاظوں کی آوازیں تو ایک جیسی ہیں لیکن یہ دونوں حروف الگ الگ صورت رکھتے ہیں۔ اگر کی اصل پر توجہ دی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کو ایک دوسرے کے متبادل استعمال کرنے کی گنجائش نہیں بنتی۔ بلکہ اس سے املا کے ساتھ معانی کی صورت بھی تبدیل ہو جاتی ہے اور فکری اعتبار سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ رشید حسن خاں ان دونوں الفاظ "ذ اور ز" کی بحث میں لکھتے ہیں:

> ”ظاہر ہے کہ جس لفظ میں اصلاً ذال ہے۔ اس میں زے نہیں لکھیں گے۔ اس طرح جس لفظ میں زے ہے۔ اس کی جگہ "ذال" نہیں لکھ سکتے۔ مثلاً آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے والد یا چچا کا نام آذر (زے) کے ساتھ اسے آذر (ذال) کے ساتھ نہیں لکھ سکتے۔ ایسے ہر لفظ کے متعلق ہم کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں ذال ہے یا زے جن لفظوں میں غلطی کا زیادہ امکان پیدا ہو جاتا ہے انھیں لکھا جاتا ہے۔
>
> زکریا، مشہور پیغمبر کا نام ہے۔ اس میں زے ہے۔ اسے ذکریا نہیں لکھنا چاہیے۔
>
> جزومدر۔۔۔ اس کے معنی جوار، بھاٹا، جو سمندر میں آتا ہے۔ اس میں زے ہے
>
> آزوقد۔۔۔ ذراسی غذا کے معنی میں آتا ہے۔
>
> ازدہام ۔۔۔ اس کو کبھی اژدہام، کبھی ازدہام اور کبھی ازدہام لکھ دیا جاتا ہے۔ درست املا ازدہام ہے“(۲۳)

روز مرہ کی تحریروں میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ جن کے املا میں غلطی پائی جاتی ہے۔ اس حوالے سے "ز" اور "ذ" کے فرق کو واضح طور پر نہ سمجھنے کی بنیاد پر غلطی کا امکان پیدا ہو تا ہے۔ یہاں یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ املا میں ز، اور ذ، کے استعمال کی بنیاد پر معانی تبدیل ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کو اگر ز سے لکھا جائے تو معانی کی ادائیگی اور ہوتی ہے اور اگر ذ سے لکھا جائے تو معنی کی صورت اور طرز پر متعین ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر درخواستوں میں گزارش اور گذارش، خط یا درخواست میں عرض کرنے کے لیے گزارش کا لفظ استعمال ہو تا ہے اور یہ لفظ "ز" کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جس کے معانی عرضی یا اظہار تمنا کے ہیں۔ مثلاً میری گزارش ہے یعنی میری درخواست یا میری عرض یا میری درخواست ہے لیکن اگر اس کو "ز" کی بجائے "ذ" سے لکھ دیا جائے۔ یعنی گذارش تو اس کے معنی چھوڑنا کے بنتے ہیں۔ اردو میں "گزار" کا لفظ بہت سے مرکبات میں استعمال ہو تا ہے۔ جیسے عبادت گزار، خدمت گزار وغیرہ۔ یہاں گزار کا لفظ "ز" کے ساتھ کرنے والے کے معانی ادا کرتا ہے۔ اور "ذال" کے ساتھ لفظ گزار بالکل مختلف معنی پیدا کرتا ہے گزار کے معنی ترک کرنے یا چھوڑنے کے قرار پاتے ہیں۔ اگر عبارت کے ساتھ ذال، والا گذار لگایا جائے یعنی عبادت گذار، تو اس کا مطلب عبادت چھوڑنے والا بنے گا۔ اس طرح خدمت گزار، ز کے ساتھ اور گذار، ذال کے ساتھ لکھے جاتے ہیں بالکل مختلف اور متضاد معانی پیدا ہوں گے۔ زے کے استعمال کے حوالے سے رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "نیچے ایسے کچھ ضروری لفظ لکھے جاتے ہیں جن میں زے ہے: گزرنا، گزرتا ہے، گزر گیا، گزر بسر، گزار دی، گزارش، عبادت گزار، تہجد گزار، مال گزار، شکر گزار، عرضی گزار، پیام گزار، شکوہ گزار، آزوقد، مدوجزر، آزر، زرتشت (نام) زکریا (نام)، ناگزیز، برگزیدہ" (۲۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے ان الفاظ کی فہرست مرتب کی ہے۔ جن میں زے کی بجائے ذال کا استعمال کیا جائے تو معانی تبدیل ہو جاتے ہیں اور ذال کے ساتھ املائی غلطی تصور ہو تا ہے۔ اس لیے رشید حسن خاں ان تمام الفاظ کو ذال کی بجائے زے سے لکھنے کی تائید کی ہے۔

جس طرح املا میں بعض الفاظ کو ذال کی بجائے زے سے لکھنا درست اور ذال سے لکھنا غلط تصور ہو تا ہے۔ بعض ہی کچھ ایسے الفاظ ہیں جن کو سے ذال سے لکھنا درست ہو اور زے سے لکھنا غلط تصور ہو تا ہے۔ ایسے

الفاظ میں ان کے مصادر اور معانی جہتوں کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ محققین نے جہاں بعض الفاظ کو ذال سے لکھنے کی تائید کی ہے۔ وہیں بعض الفاظ کو ذال سے لکھنے پر زور دیا ہے اور ان کا املا سے لکھنا غلطی قرار دیا ہے۔ اردو املا کے ضمن میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ دیگر املائی مباحث کے ساتھ ساتھ وہ زے اور ذال کی بحث میں بھی شامل کرتے ہیں۔ انھوں نے زے اور ذال کے الفاظ کی الگ الگ ترتیب درج کی ہے۔ وہ ذال سے لکھے جانے والے الفاظ کے املائی وضاحت میں ان کے فارسی مصادر کے بارے میں رائے پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”فارسی مصادر گزشتہ، گزشتن، پزیز رفتن کے جملہ مشتقات بقول ڈاکٹر عبد الستار صدیقی سے لکھنا صحیح ہیں۔ گزشتہ، گزشتگان، گزر گاہ، در گذر، راہ گذر، پذیر فقہ، پذیرائی، سر گذشت، واگذشت، اثر پذیر، دل پذیر“(۲۵)

اردو میں ذال کے ساتھ املا لکھے جانے والے بعض الفاظ کے بارے میں کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔ جب کہ بہت سے الفاظ کی صورت متعین ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ذر، اذرا قلیل یا تھوڑے کی معنوں میں استعمال ہونے والا لفظ ہے اور ذال سے لکھا جاتا ہے۔ اس طرح ذرہ جس کے معنی کسی چیز کا بہت چھوٹا ٹکرا بھی ذال کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ قوم یا شخصی تعارف کے لیے لفظ ذات بھی ذال کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔

یہ تمام وہ الفاظ ہیں جن کے املا کے مسائل میں زال اورزے کے حوالے سے کشمکش نہیں پائی جاتی بلکہ ذال کا استعمال کیا جاتا ہے۔

بہت سے اسماء بھی ایسے ہیں جن میں زے کی بجائے ذال کا استعمال ہوتا ہے۔ اور اگر انھیں زے سے لکھا جائے تو جہاں املا کی غلطی پیدا ہوتی ہے۔ وہیں معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ عربی زبان کے ایسے بہت سے اسماء ہیں جن میں زے کی ذال کا استعمال ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کا نام ابوذر ہے۔ یہ لفظ ذال کے ساتھ ہے۔ اگر اس کو زے کے ساتھ لکھا جائے گا تو یہ املا کی غلطی تصور ہو گا۔

اسی طرح عربی اسم نذیر ہے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام بھی ہے۔ یہ لفظ بھی ذال کے ساتھ لکھنا درست ہے۔ اگر اس کو ذال کی بجائے ز سے لکھا جائے تو یہ بھی املا کی غلطی قرار پائے گی

ذال اور زے کی بحث میں بعض اوقات ایک اور لفظ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ یہ لفظ "ظ" ہے۔ چوں کہ صوتی اعتبار سے یہ لفظ بھی ذال اور زے کے قریب قریب ہے۔ اس لیے اس کو بھی بعض اوقات املاء میں ذال اور زے کے مقامات پر استعمال کر لیا جاتا ہے لیکن اس کو استعمال کرنے سے الفاظ کی املا کے ساتھ اس کی معنوی حیثیت بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر نذیر کو ذال سے لکھا جائے تو اس کے معانی اور ہوں گے لیکن اگر اس لفظ کو ظ سے لکھا جائے تو معنی یکسر انداز میں بدل جائیں گے۔ نظیر کے معانی مثل یا مثال کے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نظیر احمد، نظیر محمد یا نظیر حسین جیسے اسماء لکھنا معنوی اعتبار سے درست قرار پاتے ہیں۔

اسی طرح لفظ نذر اور نظر دونوں صورتوں میں یعنی ذال اور ظ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔ دونوں صورتوں میں املا درست قرار پاتا ہے لیکن معنوی اعتبار سے الفاظ کی صورت تبدیل ہو جاتی ہے۔ معنیاتی سطح پر یہ دونوں مختلف الفاظ ہیں۔ "ظ" سے نظر کا مطلب دید یا بصارت ہے۔ جب کہ ذال کے ساتھ نذر کا مطلب نذرانہ یا پیش کرنا ہے۔ جیسے نذرانہ پیش کرنا یا تحفتاً کسی کی نذر کوئی چیز دے دینا۔ تو دونوں صورتوں میں املا تبدیل ہونے کے ساتھ معانی میں بھی تبدیلی وقوع پذیر ہو جاتی ہے۔

رشید حسن خاں اپنی کتاب عبارت کیسے لکھیں میں ذال کے ساتھ لکھے جانے والے الفاظ ایک جگہ درج کرتے ہیں:

> ”ایسے الفاظ جو زیادہ استعمال میں آتے ہیں اور جن میں غلطی کا زیادہ امکان رہتا ہے ان کو ایک جگہ لکھا جاتا ہے۔ آذر، (آگ) ، آذربائیجان ،جذب، جذبہ ،جذبات ، مجذوب، جاذب، انجذاب، ابوذر (نام) ذیابیطس (بیماری) بذلہ، ذرا ،نذیر، نذرانہ ،نذر ماننا،نذر چڑھانا، نذر کرنا، جذام (کوڑھ) جذامی ،رذیلا، رذیلہ “(۲۶)

ذال اور زے کے املا میں فارسی مصادر کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو فارسی مصادر سے اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ اگر ان کے مصادر کے بارے میں شناسائی ہو تو ان کے املاء میں غلطی کے امکان ختم ہو جاتا ہے۔ فارسی میں پانچ مصادر ہیں۔ ان میں گذشتن، گذاشتن، گذاردن پذیر رفتن شامل ہیں۔ ان میں پہلے چار مصادر میں ذال کا استعمال ہوا ہے۔ جب کہ آخری مصدر میں زے کا استعمال ہے۔ پہلے چار مصادر سے بننے والے الفاظ ذال سے لکھے جائیں گے اور آخری مصادر پذیر رفتن سے لکھا جانے والا لفظ زے سے لکھا جائے گا۔ رشید حسن خاں مصادر کی ذیل میں ان کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"گزشتن، گذاشتن، گذاردن۔ یہ تینوں مصدر ایک گروپ سے ہیں۔ ان سے جتنے لفظ بنیں گے انھیں ہمیشہ ذال سے لکھا جائے گا۔ اسی طرح گذشتہ یا ان گذشتہ، زمانہ گذشتہ، گذشتگان، رفت و گذشت، سرگذشت و گذاشت، گذر گاہ، راہ گذر، در گذر، نیزہ گذارں، عمر گذراں، گذار۔ یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ چلنے، چھوڑنے اور یاد کر دینے کے معنی ہیں۔ گذارون، گذاشتن، گذشتہ کو ان کے نشانات کو ذال سے لکھا جائے گا۔ گذشتہ کے معنی گزرا ہوا۔ یارانِ گزشتہ وہ دوست جو اس زمانے سے گزر چکے سرگزشت گزری ہوئی باتیں، روداد، راہ گذر، راستہ عمر، گذارن گزری ہوئی عمر، راستہ گزرنے کی جگہ"(۲۷)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے ذال کی املا کی بحث میں وہ الفاظ شامل کیے ہیں جن کی املا ذال سے لکھنا درست جب کہ زے سے لکھنا غلط شمار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے ان تمام الفاظ کا فارسی مصادر کو شامل کرتے ہوئے ان کے مطالعے کی بھی پیشکش کی ہے۔ یہ تمام الفاظ اگرچہ فارسی سے مشتق ہیں لیکن ان کا اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان میں سے بیشتر الفاظ ایسے ہیں جو روزمرہ کی تحریر میں مستعمل ہیں۔ اس لیے ان کے اصل ماخذ و مصادر کے ساتھ ان کی درست صورت کے بارے میں شناسائی ہونا ضروری ہے۔

ذال اور زے کی بحث میں محمد عرفان رامے نے بھی چند الفاظ پیش کیے ہیں اور ان الفاظ کے ساتھ ان کے معنی و مطالب بھی لکھے ہیں۔ انھوں نے ان الفاظ کے ساتھ ان کے معانی مطالب بھی لکھے ہیں۔ انھوں نے الفاظ کے املا کے حوالے سے بعض پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے توضیحی نوٹ بھی لکھے ہیں۔

ان کے ہاں ذال اور زے کی بحث میں عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ وہ الفاظ کی جہت کا تعین کرنے کے ساتھ ان سے لیے جانے والے متعلق کے بارے میں بھی وضاحت کرتے ہیں۔

ذاور زے کے مباحث میں تیسرا اہم لفظ "ژ" ہے۔ "ژ" خالص فارسی زبان کا حرف ہے۔ تینوں تلفظ میں اس کا استعمال ملتا ہے۔ عربی میں "ژ" نہیں ہے۔ اردو زبان میں بھی "ژ" استعمال ملتا ہے۔ اور یہ فارسی کے زیر اثر "ژ" کی بحث میں پہلو یہ ہے کہ اسے غیر اہم قرار دیا جاتا ہے اور اس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ حرف اردو حروف تہجی میں اضافی ہے۔ بعض ناقدین نے اس لفظ کو حروف تہجی سے خارج کرنے کے بارے میں بھی رائے پیش کی ہے۔ اس ضمن میں رشید حسن خاں نے مسعود حسین کی رائے درج کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "مکرمی مسعود حسین خان صاحب کا خیال ہے کہ یہ حرف اردو میں بس تین لفظوں میں آتا ہے اور ان میں سے ایک دو کو، ز سے لکھا جا سکتا ہے۔ مگر یہ خیال صحیح نہیں۔ یہ ایسے متعدد الفاظ کا جزو ہے جو اردو میں بکثرت استعمال ہو رہے ہیں اور مستعمل ہیں یا تو ایسے سب حرفوں کو ختم کر دیا جائے۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ صوتی نقطہ نظر سے سب مردہ لاشیں ہیں۔ جس سے اردو رسم الخط اٹھائے ہوئے ہے اور اگر یہ ممکن نہیں تو پھر ایک ہی حرف پر یہ عمل کیوں جاری ہے اور حرف بھی ایسا جس کا بدل موجود نہیں" (۲۸)

مسعود حسین خان نے لسانیات میں صوتیات کے تناظر میں اردو حروف تہجی کے مباحث میں مختلف الفاظ کی حیثیت کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے حرف "ژ" کے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے۔ وہ "ژ" کو اردو حروف تہجی میں فارسی کے زیرِ اثر خیال کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ اردو میں صرف تین الفاظ ایسے ہیں جو "ژ" کے استعمال سے بنتے ہیں۔ ان الفاظ میں اژدہام، اژدہا ہے اور تیسرے لفظ میں وہ مژہ یا مژگاں کو شامل کرتے ہیں۔ جس مضمون میں مسعود حسن نے "ژ" کے حوالے سے یہ خیالات پیش کیے۔ وہ رسالہ اردو معلیٰ دہلی کے لسانیات نمبر میں شائع ہوا۔ اس میں انھوں نے "ژ" سے بننے والے دو الفاظ اژدہام کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کو "ز" سے بھی لکھا جا سکتا ہے۔ یعنی ازدہام اور یہی خیال "ازدہا" کے بارے میں ظاہر کیا۔ ازدہام اور ازدہام کے بعد "ژ" کے حوالے سے صرف ایک لفظ مژدہ یا مژگاں باقی بچتا ہے۔ اس کے بارے میں

مسعود حسن خان خیال کرتے ہیں کہ محض ایک لفظ کے لیے اردو حروف تہجی میں حرف "ژ" کا استعمال بعید از فہم ہے اور اس نظریے پر وہ اس حرف کو حروف تہجی سے خارج کرنے کا خیال کرتے ہیں۔

رشید حسن خاں نے مسعود حسن خان کے اس خیال کی نفی کی ہے۔ کہ "ژ" کو "ز" سے بدلنا نامناسب عمل ہے۔ انھوں نے اس حوالے سے یہ پہلو بھی اجاگر کیا ہے کہ "ژ" کو جب ز سے بدلا جاتا ہے تو صوتی اعتبار سے عیب در آتا ہے۔ جیسے لفظ ہندی میں لفظ "ز" کو "ج" سے بدلتے ہیں اور لفظ "عزت" سے اجذت بن جاتا ہے۔

اردو زبان میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں جن میں "ژ" کا حرف استعمال ہوتا ہے۔ بعض الفاظ کے شروع میں بعض کے وسط میں جب کہ بعض کے آخر میں اسی حرف کا استعمال ملتا ہے۔ ایسے تمام الفاظ جن میں "ژ" کا استعمال ہوتا ہے۔ املا کے درست قواعد کے مطابق انھیں "ژ" سے لکھنا ہی مناسب عمل ہے۔ رشید حسن خاں اس حوالے سے "ژ" سے بننے والے الفاظ کی فہرست شامل کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:

> "یہ حروف اردو کے حروف تہجی میں شامل ہے اور شامل رہنا چاہیے۔ جن لفظوں میں یہ حرف آتا ہے۔ ان کو اسی طرح لکھا جاتے ہیں۔ جس طرح وہ اب تک لکھے جاتے ہیں۔ ذیل کے الفاظ میں "ژ" ہے۔ ان کو لازماً "ژ" کے ساتھ لکھا جائے گا ان میں سے اکثر لفظ اردو میں بالعموم مستعمل ہیں اور بعض لفظ اساتذہ کے کلام میں ملتے ہیں۔ اژدر، اژدہا (اژدہائے فلک) اژدہات، اژونگ، پژمردہ، پژمردگی، پژوہ، (حق پژدہ)، ژالہ، ژالہ باری، ژاژ خائی، ژوف ژولیدہ، ژولیدگی، ژیاں، کژدم، مژدہ، مژہ، سرگشتہ، واژوں، واژونہ اثر، بورژوا، ٹیلی ویژن، آندرے ژید" (۲۹)

رشید حسن خاں نے مندرجہ بالا اقتباس میں ان تمام الفاظ کے بارے میں وضاحت پیش کی ہے۔ جن میں "ژ" کا استعمال ہوتا ہے۔ انھوں نے ان تمام الفاظ کو "ژ" سے لکھنے کی تائید کی ہے اور ان کو "ز" سے بدلنے کی نفی کی ہے۔ "ژ" سے بننے والے بہت سے الفاظ استاتذہ کے کلام میں بھی برتے گئے ہیں۔ اس ضمن میں اردو کی غزلیہ شاعری میں کلاسیکل شعراء کے نام شامل ہیں۔ غالب کی غزلیات میں بھی "ژ" سے بننے والے بیشتر الفاظ کا استعمال

ملتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اسی بحث میں جہاں ان الفاظ کی فہرست درج کی ہے۔ وہیں "ژ" سے اساتذہ کے کلام کے نمونے اور اشعار بھی درج کیے ہیں۔

عرفان رامے نے بھی "ژ" کی بحث میں یہی تائید کی ہے کہ ان الفاظ کو جو اسے لکھنا ہی لازم ہے۔ جن میں "ژ" کا استعمال آیا ہے۔ وہ بھی رشید حسن خاں کے خیال کے مطابق "ژ" کو ز سے بدلنے کی نفی کرتے ہیں۔ انھوں نے مسعود حسین کے خیال کی تردید کرتے ہوئے "ژ" کے استعمال پر زور دیا ہے۔ اس اعتبار سے انھوں نے انشاء کے شعر میں مستعمل "حور نژاد" کے لفظ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے:

"ژ فارسی کا خاص حرف ہے مگر یہ اور بہت سے لفظوں میں بھی آتا ہے۔ فارسی کا ایک لفظ ہے۔ نژاد جیسے حور نژاد، اس کو نزاد لکھنا ٹھیک نہیں:

دیکھو انشآء کہ ایک حور نژاد

ہے کھڑی ووں کہ چق کی اوٹ کھڑی

ژ والے لفظ کو ز سے بدلنے کا خیال خام ہے۔ انھیں ز کی بجائے "ژ" سے لکھنا مناسب ہے"(۳۰)

گوپی چند نارنگ نے بھی املا کے دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ "ز" اور "ژ" کے مسئلے پر تبصرہ کیا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب املا نامہ میں "ز" اور "ژ" کی بحث میں ژ سے شروع ہونے والا الفاظ کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ انھوں نے اس سلسلے میں ان الفاظ کی فہرست بھی شامل کی ہے۔ جن کے لیے وہ "ژ" کو صرف لازمی قرار دیتے ہیں اور ان کو ز سے لکھنا غلطی تصور کرتے ہیں۔ اسی املا میں اردو میں استعمال ہونے والا الفاظ کے ساتھ ساتھ، چند فارسی کے ایسے الفاظ بھی شامل ہیں۔ جن کا استعمال محض شعراء کے خلاف میں ملتا ہے۔ الفاظ حسب ذیل ہے:

"ذیل کے لفظوں کا صحیح املا "ژ" سے ہے:

مژدہ، مژہ، ارژنگ، واژوں، مژگاں، پژمردہ، اژدر، ژالہ، ژاژ، پژمردگی، نژاد، ژولیدہ، اژدہا، ٹیلی ویژن"(۳۱)

گوپی چند نارنگ نے مندرجہ بالا فہرست میں زیادہ تر ایسے الفاظ شامل کیے ہیں جو رشید حسن خاں اپنی کتاب اردو املا میں شامل کیے ہیں اور ان الفاظ کو "ز" کی بجائے "ژ" سے لکھنا ضروری ہے اور ان الفاظ کو ز کی بجائے ژ سے لکھنے کی تائید کی ہے۔ اردو کے درست املا میں ان تمام الفاظ کو "ژ" سے لکھنا ضروری ہے۔ ز سے لکھنے کی صورت میں جہاں املا کے حوالے سے غلطی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہیں تلفظ کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ ز کی آواز "زے" پیدا کرتا ہے۔ زے اور "ژ" صورت میں نمایاں اور بڑا فرق پایا جاتا ہے۔

یہاں یہ پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ ژ اگرچہ فارسی لفظ ہے لیکن اس کے استعمال بہت سے غیر فارسی الفاظ میں بھی آتا ہے۔ مثلاً ٹیلی ویژن، بورژوا، اسی طرح آندرے ژید (یہ ایک فرانسیسی نام) وغیرہ۔ ان تمام الفاظ میں بھی "ژ" کا استعمال درست لفظ کی ادائیگی ممکن ہے۔

## س س ش ش اور ص کی بحث

اردو حرف تہجی میں س اور ش میں صوت یا آواز کا فرق پایا جاتا ہے۔ "س" کو دو صورتوں میں لکھا جاتا ہے دندانوں کے ساتھ س اور دندانوں کے بغیر س اور یہی احوال ش کا ہے۔ س کا املا دندانوں کے ساتھ ش اور دندانوں کے بغیر ش ہے لیکن دونوں صورتوں میں دونوں الفاظ کی صورت یکساں رہے گی۔ البتہ ان کی ظاہری صورت میں املا کا طریقہ تبدیل ہو جائے گا جب کہ املا کے حوالے سے "ص" جس کو ایک ہی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

رشید حسن خاں س اور ش کی بحث میں املائی اعتبار سے ان کی دونوں صورتوں کو واضح کیا ہے۔ وہ ان کی ظاہری صورت کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی ظاہری ساخت کا ان کے تلفظ یا صورت سے کوئی تعلق قائم نہیں ہوتا بلکہ ان کی صوت یا آواز یکساں رہتی ہے۔ وہ شوشے دار اور بغیر شوشے دار الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”سب سے پہلے یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ س اور س، اسی طرح ش اور ش دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ اسے دندان والے ش بنایا جائے یا کشش دار اس کا تعلق اس لیے ہے کہ لکھنے میں جلدی پڑھنے میں آسانی اور دیکھنے میں خوش نمائی کا تقاضہ کیا ہے“(۳۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں املا کی دونوں صورتوں کی وضاحت کی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ املا کے ان دونوں طریقوں میں لفظ یا معنویت میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا تعلق محض بناوٹ یا ظاہری ساخت سے قائم ہوتا ہے۔ املا کے ظاہری پہلوؤں کے سلسلے میں ضرورت کے مطابق لکھنے والا کشش دار یا دندانے یا ش کے انتخاب کرتا ہے۔

یہاں یہ پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ بعض مقامات پر کشش دار س یا س کے استعمال سے غلطی کا امکان کم ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر ایسے الفاظ جن میں کوئی دندان دار صرف شامل ہو۔ ان سے پہلے کشش والی س یا س کا استعمال املائی غلطیوں کے ازالے کا سبب بنتا ہے۔ مثلاً اگر لفظ سننا کو شوشے والی س سے لکھیں گے تو سننا لکھا جائیں گے اور ان شوشوں کے واضع ہونے کی وجہ غلطی کا امکان ختم ہو جائے گا ۔اس ذیل میں نسبت، مسئلہ سہنا اور وغیرہ کے الفاظ آتے ہیں۔ ان الفاظ میں کشش والی س کا استعمال غلطی کو کم بلکہ ختم کر دیتا ہے۔

بعض اوقات ایک ہی لفظ میں دوبار س یا دوبار ش کا لفظ آ جاتا ہے تو اس صورت میں بھی شوشوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے ضروری قرار پاتا ہے کہ لفظ میں ایک ش کو شوشے کے بغیر اور دوسری کو شوشے کے ساتھ لکھا جائے۔ اگر دونوں میں شوشے استعمال کیے جائیں تو غلطی کی گنجائش رہے گی۔ اور لفظ واضح نہیں ہو گا۔ مثلاً لفظ کاشش میں ایک ش کشش دار ہے۔ جس کی وجہ سے دوسری ش کے میں لکھا جائے تو غلطی کا امکان بڑھ جائے گا شوشوں کی تعداد درست تعین نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے دونوں کا الگ الگ صورتوں میں لکھا جانا ضروری ہے۔ رشید حسن خاں نے دندان دار اور کشش دار س یا ش کی بحث میں لکھا ہے:

”اگر کوئی لفظ دو الگ ٹکڑوں میں لکھا جاتا ہے تو اس صورت میں دونوں کو کشش دار لکھنا کچھ بے جا نہ ہو گا۔ جیسے شارستان شوشہ، یہ دیکھا جاتا ہے کہ دندانے دار س یا ش جب لفظ کے شروع یا درمیان میں آتا ہے تو جلدی کی وجہ سے کبھی اس کا ایک شوشہ غائب ہو جاتا

ہے۔ جیسے ہندوستان کی یہ ہندستان بن جاتا ہے۔ اور لفظ حسن کو تو میں نے بارہا حسن لکھاہوا دیکھاہے۔ ایسے موقع پر کشش دار صورت ان تمام جھگڑوں سے بچا لیتی ہے"(۳۳)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے املا کے مباحث میں کشش دار اور دندان دار دونوں صورتوں کو اجاگر کیاہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ بعض اوقات دندان دار صورت کی وجہ سے ابہام اور غلطی امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی اہم وجہ دندانوں کی کمی پھر بعض اوقات کسی دندان بڑھ جانا ہوتا ہے۔ جب کہ کشش دار، صورت میں غلطی کا امکان کم سے کم ہوتا ہے اس لیے جب لفظ دو الگ صورتوں میں بٹا ہوا ہو تو تناسب ہے کہ اسے کششدار صورت میں لکھا جائے۔

س اور ص میں صوتی اعتبار سے ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ان دونوں حروف میں اصوات کی ہم آہنگی کی بنیاد پر غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور ص والا لفظ س یا س والا حرف ص سے لکھ دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ لفظ قصائی کو اکثر بیشتر ص سے (قصائی) لکھا جاتا ہے جو کہ غلطی کی ایک صورت ہے۔ قصائی میں ص کی جگہ س کا استعمال کرنا درست ہے۔ لہٰذا اس کا درست املا قسائی ہے۔ البتہ دیگر قصاب لکھنا مقصود ہو تو یہاں س کی جگہ ص کا استعمال ہو گا لیکن عمومی املا میں دونوں صورتیں "ص" کا استعمال کیا جاتا ہے اور یہ غلطی غلط اور العلام کی حیثیت رکھتی ہے۔

بعض الفاظ کا املا وقت کے ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کا قدیم املا موجودہ عہد کے املا سے مختلف صورت میں ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ املا کی وہ صورت اختیار کی جائے جو موجودہ اور اہل زبان کے ہاں مستعمل ہے۔ رشید حسن خاں ایسے ہی الفاظ میں چند ایسے الفاظ کا املا شامل کرتے ہیں جو س یا ص سے لکھے جاتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"مسالہ۔۔۔۔ اس کا پرانا املا مصالح ہے۔ اب مسالہ زیادہ استعمال ہے اور اسی طرح لکھا جانا چاہیے۔

قفس۔۔۔ اس کا پرانا املاک قفض بھی ہے۔ مگر اب قفس طور پر لکھا جاتا ہے اور یہی صورت بہتر ہے اس طرح لکھنا چاہیے۔

مِسَل۔۔۔۔۔ جیسے مقدمے مِسَل کچھ لوگ اسے مثل، بھی لکھتے ہیں۔ سمن اور مسل ان دونوں کو س سے لکھنا چاہیے "(۳۴)

مندرجہ بال اقتباس میں رشید حسن خاںنے املا کے حوالے سے چند الفاظ کی قدیم اور موجودہ صورت کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ بعض ایسے الفاظ تھے جو ماضی میں ص سے لکھے جاتے رہے۔ مثال کے طور پر مصالحہ لیکن موجود املا کے قواعد کے مطابق ان کو ص کی بجائے س سے لکھنا بہتر ہے۔ اس طرح س اورث کے مابین اوقات فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً مثل یا ثمن، لیکن ان کا درست ملا بھی "ث" کی بجائے س سے ہے۔ اس لیے انھوں نے س سے لکھنا چاہیے۔

گوپی چند نارنگ نے بھی املا کے مسائل ہیں، ث، س اور ص کی بحث میں چند الفاظ کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ اس ضمن میں مسالہ اور مسل کے الفاظ شامل کرتے ہیں اور ان تمام الفاظ کا درست املا س سے قرار دیتے ہیں:

"مسالا: دہلی میں مصالحہ تھا لکھنو میں مسالہ ہو گیا۔ اسی صورت کو اختیار کرنا چاہیے۔

مسل: روداد مقدمہ کے معنی ہے اس کا املا رائج ایسی کو اپنانا چاہیے "(۳۵)

دیلی میں مصالحہ کے لازمی ص کا استعمال ہوتا تھا۔ اس میں ابتدائی تبدیلی اہلِ لکھنونے کی اور ص کو س سے بدل کر مسالا کر دیا۔ بعد ازاں یہی صورت اہل زبان کے یہاں پسندیدہ ٹھہری اور اس کو اسی صورت میں لکھا جانے لگا۔

ایسے الفاظ جن کے املا کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں ان کو کسی ایک سندیافتہ صورت میں لکھنا مناسب عمل ہے۔ اگر ان مسائل کو حل نہ کیا جائے اور کسی لفظ کے املاء کی ایک سے زیادہ صورتیں رائج ہوں تو زبان میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اردو زبان میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کو ماضی کی صورتحال کی صورت سے مختلف قرار پاتی ہے۔ اس ضمن میں اردو زبان کے محققین نے اصول وضوابط طے کیے ہیں۔ ان کی پاسداری میں املا کی درست صورت کا چناؤ لازمی ہے۔

اردو ملا کے قواعد کی بحث میں ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کا نام نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ انھوں نے زبان کے املا کے حوالے سے نمایاں خدمات پیش کی ہیں۔ وہ املا کے مسائل کو قومی مسائل میں شمار کرتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ املا مسائل حل نہ ہونا خاص طور پر املا میں یک رنگی کا نہ پایا جانا کسی بھی زبان کو نقصان پہنچانے کا موجب بنتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”ہر املا کے لیے ضروری ہے کہ اس کے قاعدے منضبط ہوں اور ان قاعدوں کی بنیاد پر صحیح اصول پر ہو۔ اگر قاعدے متعین نہ ہوں تو زبان کی یک رنگی اور ساخت کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوگا۔ اور اردو اس وقت اس قسم کے خطرے میں ہے۔ عربی، فارسی، انگریزی غرض ہر شائستہ زبان کے قاعدے مقرر ہیں۔ ہر لکھنے والا ان کی پوری پابندی کرتا ہے۔ املا کی بے ذات بے ضابطگی یا خرابی کی صورتیں جب کسی متمدین قوم کو پیش آتیں تو اس کے زبان دانوں نے فوراً اصلاح کی۔ ترقی کرنے والی قومیں اس زمانے میں بھی اپنے زبان کے لفظوں کی لکھاوٹ میں ضروری ترمیم اور مناسب اصلاح کرتی رہی ہیں“(۳۶)

عبد الستار صدیقی نے الفاظ کی ساخت اور ان کی املا کی بدلتی صورتوں اور زبان کے مسائل کے بارے میں اظہارِ خیال واضع کیا ہے کہ لفظوں کی لکھاوٹ میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ جب عبد الستار صدیقی کی مندرجہ بالا رائے کی روشنی میں اردو املا اور اس کی بدلتی ہوئی صورتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اردو املاء کی تبدیل ہوتی مختلف صورتوں کے پس منظر میں ماضی اور حال کا جائزہ لینے پر اندازہ ہوتا ہے کہ کس زمانے میں کس انداز میں اردو ملا میں تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہیں۔

اردو املا کے ص اور س کے استعمال میں بھی اس میں شمار ہوتا ہے لیکن ماضی اور حال کے املا کے حوالے سے یہ لازم قرار پایا ہے کہ کسی ایک ہی املا کا انتخاب کیا جائے۔ اردو کے بہت سے ایسے الفاظ ہیں جو ماضی میں ص سے لکھے جاتے تھے لیکن اب ان کا املا ص کی بجائے س سے لکھا جاتا ہے اردو یہی املا درست شمار ہوتا ہے۔

بعض ایسے اسماء ہیں جن کو پہلے ص سے لکھا جاتا تھا لیکن اب ان کا املا تبدیل کر دیا گیا ہے اور انھیں ص کی بجائے س سے لکھا جانے لگا۔ مثلاً ایک نام "مصرا" تھا۔ یہ ہندی نام میں بطور جز بھی استعمال ہوتا تھا۔ جیسے رام

نارائن مصرا۔ اس کے ماضی میں املا ص سے لکھا جاتا تھا۔ لیکن اب "ص" کے ساتھ لکھنا جاتا متروک ہو چکا ہے اور اس کا موجودہ املا مسالہ اور مسل کی طرز پر س سے مسرا ہے۔ اسی طرح ایک اور لفظ قفص ہے۔ فارسی میں قفص ص کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے اور یہی مناسب ہے۔ اردو املا میں ص سے قفص کا لفظ متروک ہو چکا ہے۔

جس طرح بعض الفاظ کا املا ص کی بجائے س درست سے ہے۔ اسی طرح بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا درست املا س کی بجائے ص سے درست بنتا ہے اور ایسے الفاظ کو اگر ص کی بجائے س سے لکھا جائے تو املا غلط تصور ہو گا۔ ایسے الفاظ میں "صحنک" کا لفظ بھی شامل ہے۔ اس کو غلطی سے س میں لکھ دیا جاتا ہے جو کہ اس کا غلط املا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے س کے بجائے ص سے لکھا جائے۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو املا میں لفظ صحنک کی مکمل تفصیل بیان کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے اس لفظ کے حوالے سے فرہنگ آصفیہ کی وضاحت بھی پیش کی ہے:

> ”صحنک: یہ لفظ متفقہ طور پر اسی طرح ہے۔ (ص۔ح) مگر آصفیہ میں "س" مع ہائے "کی فعل میں لکھا ہوا ہے۔ سہنک اسم موئنث، دیکھو، صحنک: آج نوچندی سے سودا، سہنک کا تمام چوک سے جا کے تمہیں لائیو بی سیدانی اس کے بعد ص مع ح کی فصل میں اصل لفظ صحنک لکھا ہے۔ یہ بہت مبالغہ آفرین اندراج ہے۔ کسی کم سوادکاتب نے رنگیں کے شعر میں سہنک لکھ دیا ہو گا اور اس غلط نگاری کی بنیاد پر یہ لفظ کی ایک صورت مان لی گئی۔
>
> صحیح املا "صحنک" ہے۔ "سہنک" کوئی لفظ نہیں۔ نور میں صحیح طور پہ اس لفظوں کو صاد مع حائے حطی کی فعل میں صحنک لکھا گیا ہے اور اس طرح لکھنا چاہیے“(۳۷)

رشید حسن خان نے صحنک کی بحث میں فرہنگ آصفیہ میں درج غلطی کی عکاسی بھی کی ہے اور اس حوالے سے رنگین کے شعر کی توضیح بھی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ صحنک درست املا (ص۔ح) کی ذیل ہے اور اس کو ص سے لکھنا ہی موزوں ہے۔ اس کے برعکس س سے سہنک کوئی لفظ نہیں ہے۔

اردو املاء میں فارسی زبان سے درآمد شدہ اور بھی ایسے الفاظ شامل ہیں جن کا درست املاش کی وجہ ص سے ہے۔ اگر ان الفاظ کو ش سے لکھا جائے تو ان کے املا غلط تصور ہو گا۔ اس حوالے سے رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو املا میں ان الفاظ کی توضیحات پیش کی ہیں۔ وہ ص سے لکھے جانے والے الفاظ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس طرح ایک لفظ ہے "شعت" اس کے معنی ہیں "ساٹھ" اس میں بھی س آنا چاہیے تھے۔ مگر اب اس طرح مستعمل ہے۔ صد اور شعت۔ ان دونوں الفاظ کو اس لیے الفاظ "ص" لکھا جانے لگا کہ سد اور شست سے اقتباس نہ ہو جن کے معنی مختلف ہیں"(۳۸)

اردو املاب میں سو کے عدد کے لیے ص کے ساتھ صد لکھا جاتا ہے۔ فارسی دانوں کے مطابق اس لفظ کو "ص" کی بجائے "س" سے لکھنا چاہیے۔ لیکن اردو میں س کی بجائے ص مستعمل ہے اور ص ہی درست ہے۔ اس لیے اس کو ص سے لکھنا ہی مووزں ہے۔ اور ص ہی درست ہے۔ صد کی مناسبت سے لکھے جانے والے تمام الفاظ میں صد کو ص لکھا جاتا ہے۔ جب صد آخر میں، صد رحمت، صد برگ، صد پارہ، صد چاک اور صد ہا وغیرہ یہ تمام اردو نثر اور شاعری میں مستعمل ملتے ہیں اور ان کو ص کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔

ص کے حوالے سے یہ پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ص میں ایک شوشہ آنا ضروری ہے۔ شوشے کے بغیر ص کا املا غلط تصور ہوتا ہے۔ یہ غلطی عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب کسی لفظ کا آغاز ص سے ہوتا ہے۔ یہ غلطی عام طور پر اس وقت ہوتی ہے جب کسی لفظ کا آغاز "ص" سے ہوتا ہے یا لفظ میں "ص" کے بعد "ی" آتی ہے۔ اس میں ص کا شوشہ دب جاتا ہے جو کہ اہلِ زبان کے نزدیک غلطی تصور ہوتا ہے اور املا میں ملے ہوئے حروف میں "ص" کا شوشہ واضح ہونا ضروری ہے۔ ص کے شوشے کے حوالے سے رشید حسن خاں نے ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کے خط کا ایک حوالہ درج کیا ہے۔ یہ خط ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے رشید حسن خاں کو لکھا۔ جس میں ص کے شوشے کے حوالے سے اظہار خیال کیا گیا:

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ اب سے چند سال پہلے رسالہ (حیدر آباد) کے نام کے سلسلے میں باقاعدہ بحث ہوئی کہ صحیح صورت "صبا" ہے یا صبہا۔ ڈاکٹر صدیقی مرحوم کے الفاظ میں "صبا" اسے کوئی بھلا آدمی صبہا پڑھ ہی

نہیں سکتا۔ یہی خیال کرے گا کہ لکھنے والا صاحب لکھنا چاہتا تھا "صا" کے بعد "حب" یا کوئی اور لفظ سہواً چھوٹ گیا اور جو نیچے نقطہ ہے شاید یہاں مکھی بیٹھ گئی ہو گی "(۳۹)

ص کو مرکب کی صورت میں لکھنے کے لیے ص کے ساتھ شوشہ بنانا ضروری ہے۔ اس کے بغیر یہ لفظ نامکمل تصور ہوتا ہے اور اس میں غلطی کا امکان پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ایسے تمام الفاظ جو ص سے شروع ہوتے ہیں یا جن کے درمیان ص آتا ہے۔ ان میں شوشے کا آنا ضروری ہے۔ مثلاً " صید" لکھنا غلط اور صید درست املا ہو گا۔ صباحت غلط جب کہ صباحت درست املا ہو گا یہی احوال صبح، صبور اور صیاد کے الفاظ کا ہے۔

اردو املا میں صوتی اعتبار سے ص اور ظ کے الفاظ میں بھی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے غلطی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ رشید احمد خان لکھتے ہیں:

> "عضب عربی زبان کا لفظ ہے اور اس میں ض ہے۔ ایک دوسرا لفظ ہے غیظ اس میں "ظ" ہے۔ غیض و غضب مستعمل مرکب ہے۔ کبھی کبھی اس کو غیض و غضب لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے "(۴۰)

اردو املا میں س ش اور ص کی بحث مین الفاظ کے باہمی صوتی آنکھ سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے الفاظ کے بعد میں شناسائی ہونا ضروری ہے کہ کس لفظ میں س ش اور ص کا استعمال ہو گا۔ اردو ملا میں اس اعتبار سے اصول و ضوابط طے ہیں۔ درست ملا کے لیے ان کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

## ک اور گ کی بحث

زبان میں تغیر اور تبدل کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہ عمل کسی ایک زبان تک محدود نہیں ہے بلکہ اس عمل کا اطلاق دنیا کی تمام زبانوں پر یکساں انداز میں ہوتا ہے۔ پروفیسر غازی علم الدین الفاظ معانی بدلتے رہتے ہیں کے عنوان سے اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> "یہ ایک فطری عمل ہے کہ الفاظ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوتے وقت اصل معنی مفاہیم بدل لیتے ہیں۔ اس کا سبب لسانی انجذاب، قوموں کا اختلاط، طرز معاشرت،

تقاضوں اور موسموں کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ یہی صورتحال بہت سے عربی الفاظ کی ہے جو
اردو میں استعمال ہوتے وقت اپنے بنیادی معنی بدلتے رہتے ہیں"(۴۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں غازی علم الدین نے زبانوں کے اختلاط کے حوالے سے معانی کی تبدیلی کی بات کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ان ایک زبان کے الفاظ کا بھی تذکرہ کیا جن کی وجہ سے ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں شامل ہو کر معانی تبدیل کرتے ہیں۔ یہاں یہ پہلو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ لسانی اعتبار سے الفاظ صرف معانی نہیں بدلتے بلکہ بعض اوقات ان کی ساخت اور املا کا طریقہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ اردو املا کے پس منظر میں اردو زبان کے پس منظر میں اسے بے شمار الفاظ کا ذخیرہ موجود ہے۔ جو دیگر زبانوں سے اردو زبانوں میں مشتمل ہوتے اور ان کے معانی و مطالب کے ساتھ ساتھ املا کا طریقہ کار بھی تبدیل ہوا۔

اردو زبان میں بہت سے الفاظ عربی اور فارسی زبان سے لیے ہیں اور اب یہ الفاظ اس انداز میں اردو زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان کو اردو زبان کے ساتھ لازم و ملزوم تصور کیا جاتا ہے۔ اس حوالے سے بعض الفاظ کے ساتھ پیچیدگیاں اور مسائل بھی وابستہ ہیں۔ ان الفاظ میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ املا کے مسائل بھی پائے جاتے ہیں۔

اردو میں فارسی زبان کے اثرات کئی سطحوں پر ہوئے ہیں۔ فارسی زبان کے اصول ضوابط کے مطابق کہ یہاں بعض الفاظ کی ساخت بھی تبدیل کرنے کی کوشش ہوئی ہیں۔ چوں کہ اردو زبان کے صرف نحو، فارسی زبان سے یکسر مختلف ہے۔ اس لیے فارسی کے اصول و ضوابط کی اردو زبان میں پاسداری کرنا مسائل کا سبب پیدا کرتا ہے۔ اردو املا کے مسائل میں دیگر مسائل ک اور گ کے استعمال کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ اردو زبان میں فارسی زبان کی پاسداری میں بعض الفاظ کا املا غلط طرز پر اپنایا جاتا ہے۔ ان الفاظ میں "گ" کا لفظ بھی شامل ہے۔ اس کی سب سے اہم مثال لفظ "نکہت" کی ہے۔ جس کا مطلب خوشبو ہے۔ اردو میں نکہت املا "ک" کے ساتھ لکھنا درست ہے۔ لیکن اس لفظ کو فارسی زبان کے قواعد کے پاسداری میں بعض اوقات گ کے ساتھ نگہت لکھا جاتا ہے۔ جو املائی غلطی شمار ہوتا ہے۔ اس لفظ کو گ کے ساتھ لکھنا املا کے اعتبار سے درست نہیں ہے۔ لسانیات کے ماہرین

نے اس لفظ کو گ کی بجائے ک سے لکھنے کی تائید کی ہے۔ اس لفظ کے پس منظر میں رشید حسن خاں نے فارسی مصادر کا حوالہ درج کرتے ہوئے گ کا استعمال کی وضاحت کی ہے۔ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ”افگندن، شگفتن، اور کشادنکہ بہت سے مشتقات اور ان کے مرکبات اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے شگفتہ، کشادن، شیر افگن اور ان کے مرکبات اردو میں مستعمل ہیں۔ فارسی لغات میں ان کی صورت افکندن، شکفتن اور کشادن بھی ملتی ہے اور آج کل فارسی میں یہ رجحان ہے کہ گشادن، گ کے ساتھ اور افگندن و شگفتن گ کے ساتھ لکھے جائیں۔
>
> فارسی املا اپنی جگہ پر اس کی پابندی کا تعلق فارسی زبان سے ہے، اردو میں ہر صورت میں رواج کے مطابق ان لفظوں کو اس طرح لکھا جائے گا جس طرح اب تک لکھے جاتے رہے ہیں۔ ایسے اور سب الفاظ بھی اسی اصول کو بڑھتا جائے گا“(۴۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں اردو ملا کے حوالے سے فارسی کے اصول کی وضاحت پیش کرتے ہوئے اردو املا کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اگرچہ فارسی قواعد کے مطابق نکہت کے لفظ کو گ سے لکھنا موزوں ہے اور بعض فارسی مصادر میں بھی اس کی یہ صورت ملتی ہے لیکن جب یہ لفظ فارسی سے اردو زبان میں استعمال ہو گا تو یہاں فارسی کے برعکس اردو قواعد کے مطابق لفظ لکھا جائے گا اس لیے اردو املا میں اردو قواعد کی پاسداری لازمی ہے۔

## نون اور نون غنہ کے بحث

اردو املا ”ن“ کی بحث بہت اہم ہے۔ اس کی ایک وجہ اردو زبان کے مصادر ہیں۔ اردو میں ہر مصدر کے آخر میں "ن " آتا ہے جو کہ باقی الفاظ مصدر سے مشتق ہوتے ہیں۔ اس لیے مصادر کا جاننا ضروری ہے۔ مصدر میں "نا " کے حوالے سے ڈاکٹر فاروق لکھتے ہیں:

> ”مصدر ایسا اسم ہے جس سے دوسرے اسم تو بن سکتے ہیں لیکن وہ خود کسی اسم سے نہیں بنتا۔ مصدر میں کسی کام کا کرنا یا ہونا تو ظاہر ہوتا ہے لیکن زمانہ نہیں پایا جاتا۔ مصدر کی

علامت اردو میں یہ ہے کہ اس کے آخر میں "نا" ہوتا ہے اور دوسری علامت یہ ہے کہ اگر "نا" کو ہٹا دیں تو باقی فعل امر بچ جاتا ہے۔ جیسے کرنا سے کر، لکھنا سے لکھ، دانا تانا، آنا، نانا اور چونا مصدر نہیں کیوں کہ ان میں سے "نا" ہٹانے سے فعل امر نہیں بچتا۔ تیسری علامت یہ کہ مصدر مشدد نہیں ہوتا۔ گنا مصدر کیوں نہیں کیوں کہ اس پر تشدید ہے اور نہ ہی علامت مصدر۔ "نا" گرانے سے صیغہ امر باقی رہتا ہے"(۴۳)

مصدر میں علامت "نا" کے استعمال سے اردو میں "ن" کی اہمیت میں جہاں اضافہ ہوتا ہے وہیں اس کے استعمال میں بہت سے مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض مصادر ایسے ہیں جن میں دو "نون" اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ دو نون اکٹھے ہونے کی وجہ سے املا میں غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مصدر جاننا، ماننا میں یہ دونوں ایک ساتھ آئے ہیں۔ بعض کتب میں دو نون اکٹھے ہونے کی وجہ سے اس کو مشدد کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ ان کے موضوعات کی بحث میں رشید حسن خاں نے اس حوالے سے اس پہلو کو واضح کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ "نا" کے استعمال کے ضمن میں برتی جانے والی غلطی کہ حوالے سے لغات کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ فرہنگ آصفیہ میں اہم کتب لغات میں بھی یہ غلطی پائی جاتی ہے:

"بعض مصدروں کو یا ان کے بعض مشتقات کو نونِ مشدد کے ساتھ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ غلط نگاری عام تحریروں تک میں محدود نہیں لغات میں بھی اس غلط نگاری نے راہ پالی ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ کتابت کی بے راہ روی ہے۔ ایک مثال سے کتابت کے اس خلفشار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آصفیہ میں بننا دو نون سے اور بنا ایک نون سے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر مثالوں کو عبارت میں بننا دو نون سے ملتا ہے۔ جیسے یار بننا، کام بننا، مکان بننا، مگر اس کے بعد بناٹھنا، نظر آتا ہے اور آگے چل کر بھوت بنا ملتا ہے"(۴۴)

رشید حسن خاں نے فرہنگ آصفیہ کے ساتھ نور اللغات سے بھی اس طرز پر مثال درج کی ہے۔ اس قسم کے املا کو وہ غلطی میں شمار کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے مصادر میں ایک نون جزوِ اول کا حصہ ہوتا ہے اور دوسرا نون علامت مصدر "نا" ہوتا ہے۔ ان دونوں "نون" کو مشدد کر کے ایک ہی لکھنا املاء کی غلطی میں شامل ہے۔ ایسے تمام مصادر کے پہلے جز میں نون اور علامت مصدر کا "نا" شامل ہو۔ ان کے لیے الگ الگ

"نون" لکھنا ضروری ہے۔ رشید حسن خاں نے بھی قاعدے کے مطابق دونوں لکھنا لازمی قرار دیا ہے اور ایک نون لکھنے کو املا کی غلطی تصور کیا ہے۔ ایسے مصادر میں چننا، ماننا، جاننا، گننا، بننا، چننا، دھننا، میں ٹوٹا بیٹھا ہوں پھننا، تننا، تاننا اور سننا وغیرہ شامل ہیں۔

اردو زبان کے قواعد کے ضمن میں یہ قاعدہ بیشتر ماہرین زبان کے ہاں ملتا ہے۔ اختر حسین فیضی نے بھی اس پہلو کو اجاگر کرتے ہوئے دونوں لکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ وہ مادہ فعل ن اور مصدر کا نا، واضع اظہار کرنے کی تلقین کرتے ہیں:

> "اردو میں کئی مصادر ایسے ہیں جن میں دو نون ہیں جیسے کہ بننا، گننا، سننا ان میں ایک نون تو مادہ فعل ہے۔ دوسرا علامت مصدر (بن + نا، گن + نا، سن + نا) غلطی سے ایسے مصدر کو مشتد د نون سے لکھ دیا جاتا ہے۔ جیسے بنا، سنا، چنا وغیرہ یہ درست نہیں ہے۔ دونوں، نون کے ساتھ لکھنا صحیح ہے" (۴۵)

اردو میں بہت سے الفاظ کو عربی اور فارسی سے آئے ہیں۔ اردو زبان میں عربی اور فارسی جو بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ عربی اور فارسی میں قاعدہ ہے کہ اگر ساکن نون کے بعد "ب" آئے تو "میم" کی صورت پیدا ہو گی۔ یعنی کسان اور ب آئے گا لیکن آواز "میم" کی صورت میں پیدا ہو گی۔ اس طرز پر بہت سے الفاظ کی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً گنبد، منبر، جنبش وغیرہ۔ ان تمام الفاظ میں "میم "ساکن کے بعد "ب" کا حرف آیا ہے۔ املا میں یہ دونوں حروف (ن + ب) شامل ہیں لیکن یہ میم کی آواز پیدا کرتے ہیں۔ یہاں یہ پہلو بھی ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے کہ یہ قاعدہ صرف عربی اور فارسی زبانوں تک ہے۔ دوسری زبانوں میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہاں مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوا کہ عربی اور فارسی قواعد کے مطابق غیر عربی اور غیر فارسی الفاظ میں بھی "م" کے صوت کے ہے (ن + ب) لکھا جانے لگا۔ چوں کہ یہ قاعدہ عربی اور فارسی زبانوں کے لیے تھا۔ اس لیے جب اردو میں اس قاعدے کو اپنا گیا تو املا اور تلفظ کے مسائل پیدا ہوئے۔ ان مسائل میں بگاڑ کی ایک صورت اس لیے بھی پیدا ہوئی کہ یہاں بہت سے الفاظ میں "ن" اور " ب" اپنی اصل آوازوں کے ساتھ شامل تھے۔ جب کہ بعض الفاظ

میں ان سے میم کی آواز پیدا کی گئی۔ قدیم املا میں اس طرز پر بہت سے الفاظ شامل ہیں جن میں عربی کی طرز پر ن اور ب کا استعمال کر کے "م" کی آواز پیدا کی گئی۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"ہوا یہ کہ عربی فارسی لفظوں کے قیاس پر ایسے متعدد لفظوں میں بھی "ن" لکھا جانے لگا۔ جن میں "م" آنا چاہیے تھا۔ بمبی نہ عربی کا لفظ ہے نہ فارسی کا مگر پرانی تحریروں میں (مطبوعہ بھی اور خطی بھی) اس کا املا بنبئی ملتا ہے۔ انبالہ سنبھل، اجنبھا، جیسے لفظ اب بھی دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ حالاں کہ ان میں سے کسی لفظ کا تعلق عربی فارسی سے نہیں"(۴۶)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ جہاں عربی اور فارسی کے الفاظ اور املا میں شامل ہوتے ہیں وہیں املا کے اصول و ضوابط بھی اردو زبان میں در آئے۔ ان اصول و ضوابط کو اپناتے ہوئے اردو زبان میں بھی اس طرز پر املاء لکھا جانے لگا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ماضی میں درسی زبانوں میں عربی اور فارسی شامل تھیں۔ جہاں عربی، فارسی ادب پڑھا جاتا تھا۔ وہیں ان زبانوں کے قواعد بھی پڑھائے جاتے تھے۔ اسی سبب ان زبانوں کے اثرات اردو املا پر بہت مرتب ہوئے۔

رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ اس قاعدے کا اطلاق اردو اور فارسی الفاظ تک محدود رہنا چاہیے۔ اردو میں املا کے ضمن میں "ن" اور "ب" کے حوالے سے یہ قاعدہ طے پایا کہ ہے عربی اور فارسی کے الفاظ میں ن اور ب میں لکھا جائے گا اور اس سے م کی آواز مراد لی جائے گی۔ اس کے علاوہ دیگر زبانوں بشمول اردو کے "م " کے لیے ن اور ب کے حروف نہیں لکھے جائیں گے بلکہ م "کا حرف لکھا جائے گا۔

فرہنگ آصفیہ اردو کی معروف لغت ہے۔ اس میں اردو زبان کے قواعد کے بارے میں بھی وضاحت ملتی ہے۔ ن اور ب کے الفاظ کی قاعدے کی وضاحت کرتے ہوئے (ن + ب) کے اشتراک سے میم کی آواز کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ لیکن مثالوں میں انھوں نے فارسی اور عربی کے علاوہ ہندی کے الفاظ سنپت، سپورن اور انبالہ وغیرہ بھی شامل کیے ہیں۔ رشید حسن خاں اردو املا میں فرنگ آصفیہ میں اس حوالے سے وضاحت کرتے

ہیں کہ مولف نے ہندی کے الفاظ کو غلط فہمی کی بنا پر شامل کیے ہیں۔ کیوں کہ ان کا اصولی طور پر جواز نہیں بنتا۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"مولف نے ہندی کے مثالیہ الفاظ سنپت، سپورن، امبالہ جو لکھے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربی، فارسی کے لفظوں کے ساتھ اور زبانوں کے الفاظ پر بھی اس قاعدے کا اطلاق ضروری سمجھتے ہیں لیکن یہ احتمال اس لیے ہوتا ہے کہ انھوں نے عبارت میں کوئی تحدید باصراحت نہیں کی۔ مگر انگریزی یا ہندی کے وہ الفاظ جن میں ن، ب یا پ یک جا نہیں وہ آصفیہ میں عام طور پر میم سے لکھے گئے ہیں۔ مثلاً چمپک، چمپا، بمبا، بمبو، لمبا، سمپت، سمنٹ، کمپاس جیسے الفاظ میم سے لکھے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقت میں وہ اس قاعدے کو عربی اور فارسی تک ہی محدود سمجھتے تھے۔ ان کی عبارت کو اوپر نقل کیا گیا ہے۔ اس میں ہندی کے الفاظ غلطی سے آگئے ہیں" (۴۸)

رشید حسن نے وضاحت کے ساتھ اس اصول کے جملہ پہلوؤں کو واضع کیا ہے۔ انھوں نے اردو املا کے حوالے سے وضاحت کی ہے کہ اردو میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ البتہ عربی اور فارسی کے وہ الفاظ جو اردو زبان میں شامل ہیں ان کو اس انداز میں اور اسی قاعدے کے مطابق لکھا جانا چاہیے لیکن اس قاعدے کو صرف عربی اور فارسی تک ہی محدود رکھنا چاہیے۔ وہ ہندی کے الفاظ میں اس قاعدے کے اطلاق کی نفی کرتے ہیں۔

گوپی چند نارنگ نے اپنی کتاب "املانامہ" میں اردو املانامہ کے حوالے سے قواعد بیان کیے ہیں انھوں نے جہاں عربی اور فارسی کے دیگر قواعد کا تذکرہ کیا ہے وہیں "ن اور ب" کی ذیل میں اس اصول کو بھی بیان کیا کہ عربی فارسی میں ن اور ب کے الفاظ کو ملا کر ان سے "م" کی آواز مراد لی جاتی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے مثالیں بھی درج کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"کسی لفظ میں نون کے بعد ب ہو تو نون کی آواز م میں بدل جاتی ہے لکھنے میں تو نون میں آتا ہے لیکن پڑھا م جاتا ہے۔ جیسے گنبد، انبار، جنبش، دنبہ، شنبہ، سنبل، عنبر اس ضمن میں وقت دیسی الفاظ میں پیش ہوتی

ہے۔ جن میں کچھ تون سے لکھے جاتے ہیں کچھ کوم سے لکھنے کا رواج ہے۔ سفارش کی جاتی ہے کہ ایسے دیسی الفاظ (علاوہ ناموں کے انبالہ کنبوہ) میم سے مرجع ہیں جیسے تمبا کو، تمبولی، کھمبا ، اچمبا ، چنبا، امبر "(۴۸)

گوپی چند نارنگ نے بھی اس حوالے سے اس پہلو کی عکاسی کی ہے۔ انھوں نے ن اور ب کے حوالے سے عربی اور فارسی الفاظ کو شامل کیا ہے اور اس قاعدے کا اطلاق صرف انہی زبانوں کے الفاظ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ جب کہ دیسی زبانوں کے لیے انھوں نے اس قاعدے کے استعمال کی نفی کی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے وضاحت کی کہ دیسی الفاظ کے املا میں ن اور ب سے م کے آواز پیدا کرنے میں پیچیدگی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں کیوں کہ اس صورت میں املاء کے دو طریقے وضع ہو جاتے ہیں بعض دیسی الفاظ میں "م" کے حرف سے ہی "م" کی آواز مراد لی جاتی ہے اور اگر بعض الفاظ کو عربی اور فارسی کی طرز پر ن اور ب سے "م" کی آواز کے لیے استعمال کیا جائے تو املاہ میں پیچیدگیاں پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور دو طرح کا املا فروغ پانے لگتا ہے۔ اس میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کہاں ن + ب سے میم کی آواز مراد لیتی ہے اور کہاں ب کی اصل آواز مراد لی ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ دیسی زبانوں کی لیے اس قاعدے کے استعمال کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

ن اور ب کے استعمال کے حوالے سے بیشتر ناقدین اس قاعدے کا بیان کیا ہے اور املاے ضمن میں آفتاب احمد خان نے بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ وہ اپنی رائے میں اس قاعدے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "عربی فارسی الفاظ میں جب ن کے بعد ب آتی ہے تو نون غنہ میم کی آواز دیتا ہے۔ جیسے
> گنبد ، منبر، دنبہ، جبنش، شنبہ وغیرہ "(۴۹)

عرفان رامے نے اپنی کتاب "درست اردو لکھنا سیکھیں" میں املا کے طریقوں کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے بھی ن اور ب کے استعمال کے قاعدے کا تذکرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں ن اور ب کا استعمال کی ذیل میں انھوں نے عربی اور فارسی زبانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس حوالے سے وہ بھی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ قاعدہ عربی اور فارسی کے لیے ہے نا کہ اردو اور ہندی زبانوں کے الفاظ کے لیے۔ عرفان رامے اس حوالے سے لکھتے ہیں:

”عربی یا فارسی کسی الفاظ میں ساکن نون کے بعد ب ہو تو اس نون کی آواز میم کی آواز میں بدل جاتی ہے۔ یعنی لکھا تو نون جاتا ہے مگر پڑھنے میں میم آتا ہے۔ جیسے منبر، متبع، گنبد، جنبش، انبار، انبساط، زنبیل، سنبل، شنبہ، یہ قاعدہ عربی اور فارسی کے لیے ہے۔ انگریزی ،ہندی اور فارسی کے ایسے سب لفظوں میں ایسے مقامات پر ہمیشہ "م" لکھا جائے گا۔ جیسے اچمبھا، امبر، امبیسی، امبولنس، بمبا، تمباکو، جمبو، چمپا، چمپی، چمبل، دسمبر، عمبر، کھمبا، کمبل ،کمبوڈیا کمپنی، لمبا، نمبر“(۵۰)

تمام ناقدین نے اپنی آرا میں ن اور ب کے ادغام سے م کی آواز مراد لینے کے حوالے سے وضاحت کی ہے لیکن اس ضمن میں قاعدے کو بھی واضح کیا ہے کہ یہ قاعدہ صرف عربی اور فارسی زبانوں کے لیے ہے۔ اس لیے صرف انہی زبانوں کے الفاظ پر اس قاعدے کا اطلاق کیا جائے جب کہ دوسری زبانوں کو اپنے مروجہ قواعد کے مطابق لکھا جائے۔

اردو حروف تہجی میں " ن " کے ساتھ نون غنہ کا استعمال بھی ملتا ہے۔ نون اور نون غنہ میں املا کے اعتبار سے نقطے کا فرق ہے۔ نون میں نقطہ ہوتا ہے جب کہ نون غنہ میں نقطہ نہیں لگایا جاتا ۔ نون اور نون غنہ میں ایک فرق صوت کا بھی ہے۔ نون کی آواز واضح ہوتی ہے جب کہ نون غنہ کی آواز ہوتی نون کی طرز پر ہے لیکن یہ اس طرح واضح نہیں ہوتی۔

اردو ملا کے طریقوں میں بدلاؤ آتا رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ املا کے طور طریقے بدلتے رہتے ہیں۔ اردو املا میں یہ بدلاؤ مختلف الفاظ کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ الفاظ کے املا میں مختلف حروف کا استعمال بھی اس حوالے سے شامل ہے۔ اردو حروف تہجی کے دیگر حروف کے ساتھ ساتھ املا کے حوالے سے نون غنہ کے استعمال میں بھی بدلاؤ آیا ہے۔ پرانے املا میں بہت سے الفاظ نون غنہ کے استعمال کے بغیر لکھے جاتے تھے لیکن اب اس طریقے میں تبدیلی پیدا ہوئی ہے اور جدید املا کے اصولوں کے مطابق بعض حروف میں نون غنہ کے استعمال کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ شفیع احمد صدیقی اپنی کتاب اردو زبان و قواعد میں نے نون غنہ کے استعمال کے بارے میں پیدا ہونے والی تبدیلی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جیسے جیسے اردو زبان کی نشو نما اور ترقی ہو رہی ہے۔ ویسے ویسے کچھ الفاظ کی املا میں بھی تھوڑی بہت تبدیلی آتی گئی مثلاً ڈیڑھ سو سال پہلے "ماں" کو "ما"، "دونوں" کو "دونو"، "پاؤں" کو "پانو" لکھا کرتے تھے" (۵۱)

مندرجہ بالا اقتباس میں شفیع احمد صدیقی نے پرانے املا کے مطابق چند الفاظ کی مثالیں درج کی ہیں۔ پرانے املا میں اس قبیل کے تمام الفاظ کے ساتھ "نون غنہ "کا استعمال نہیں ہوتا تھا لیکن موجودہ املاء میں ان تمام الفاظ کے ساتھ "نون غنہ "کا استعمال ضروری ہے بلکہ موجودہ املا کے مطابق اگر ان الفاظ کے ساتھ نون غنہ کا استعمال نہ کیا جائے تو لفظ نامکمل قرار پاتا ہے۔

رشید حسن خاں نے بھی اردو املا کے مسائل میں نون غنہ کو شامل کیا ہے اور نون غنہ کے حوالے سے عام طور پر پائے جانے والی غلط فہمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں وہ نون غنہ کے بغیر والے پرانے املا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ پرانے املا کے حوالے سے رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

"ایسے متعدد لفظ ہیں جن کو نون کے بغیر لکھتے تھے۔ ان میں سے تین لفظ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ "دونو"، "ماں" مینے "مہینے تو اب بھی دیکھنے میں آتا ہے اور اس کا گزر مطبوعات میں بھی ہے۔ مثلاً خورشید لکھنوی کی کتاب انادات صفحہ ۲۴ پر جو اس وقت اتفاق سے میرے سامنے تین جگہ مینے چھپا ہوا تین جگہ میں نے فرنگ آصفیہ میں تو تیے جوڑنا کی ذیل میں رنگین کا ایک مقطع لکھا گیا ہے۔ اس کا پہلا مصرع اس طرح ہوا۔

مینے چاہ جو کچھ تجھ کو ہے رنگیں

ان لفظوں کو مع ن غنہ لکھنا چاہیے۔ دونوں، ماں، میں نے" (۵۲)

قدیم املا میں مذکورہ بالا الفاظ کے علاوہ بھی بہت سے الفاظ میں نون غنہ کا استعمال نہیں ملتا ۔ لیکن موجودہ اردو املا کے قواعد میں شامل ہے کہ اس طرز کے تمام الفاظ کے ساتھ نون غنہ کا استعمال لازم ہے۔ یہاں نون غنہ کے حوالے سے ایک اور اصول بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اگر منادا کے آخر میں نون جمع کا ہو تو اس کو نہیں لکھا جاتا۔ منادا سے مراد ندائیہ مرکب بھی ہے۔ جس میں اندازِ تخاطب اختیار کیا گیا ہے۔ اس میں اکثر و

بیشتر "اے" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اے لوگو، اے دوستو وغیرہ۔ ایسے الفاظ جن میں منادا کے آخر میں جمع کا نون ہو تو نون غنہ نہیں لکھا جائے یا اور لفظ نون غنہ کے بغیر مکمل ہو گا۔ مثلاً "اے دوستوں" لکھنا غلط جب کہ اے دوستو، لکھنا درست املا ہو گا۔ اس طرح نون غنہ کے ساتھ اے لوگوں، لکھنا غلط جب کہ نون غنہ کے بغیر اے لوگو، لکھنا درست املا ہو گا۔ یہاں حرفِ ندا کا مذکور یا لمعروف ہونے کی پابندی لازم نہیں۔ اس قاعدے کا اطلاق دونوں صورتوں میں ہو گا۔ حرفِ ندا مذکور ہو، یا مخروف، دونوں حالتوں میں نون کی جمع کے ساتھ نون غنہ کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

اردو املا میں نون غنہ کے استعمال کے حوالے سے قاعدہ ہے کہ اگر حرف کے آخر میں نون غنہ نقطے کے بغیر لکھنے کے ساتھ لکھنے کا رجحان نے پذیرائی حاصل کی جو کہ املا کے اصولوں کے منافی ہے۔ اس کے پس منظر میں دو اسباب ہیں۔ پہلا سبب فارسی زبان کے اثر کا ہے۔ فارسی میں بغیر نقطے والے نون کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور فارسی املاء میں بغیر نقطے والی نون کو لکھا بھی نہیں جاتا۔ فارسی کے اس اصول کا اردو املا پر بھی اثر ہوا۔ لیکن یہ پہلو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ فارسی میں یہ رجحان بہت بعد میں پیدا ہوا۔ جب تک یہاں فارسی زبان کا چلن رہا۔ نقطے کے بغیر نون غنہ لکھا جاتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ دہائیاں قبل تک جو ٹائپنگ مشینیں آئیں تھیں ان میں بغیر نقطے والے نون غنہ کا حرف شامل نہیں ہوتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ زیادہ تر ٹائپ شدہ تحریر میں نون غنہ میں نقطے کا استعمال ملتا ہے لیکن یہ غلطی محض ٹائپ شدہ کتب تک محدود نہیں ہے۔ اس کا اطلاق ہاتھ سے لکھی گئی کتب میں بھی ملتا ہے۔ اس میں اردو کی اہم لغات بھی شامل ہیں۔ جن میں یہ غلطی پائی جاتی ہے۔ رشید حسن خاں اردو لغات کے اسی تناظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "کچھ پرانی کتابوں کی بھی یہی صورت ہے کہ ان میں نون غنہ پر بھی نقطے ملیں گے۔ مثلاً امیر اللغات جو لغت ہے میں جو صورت پائی جاتی ہے کہ نون غنہ پر بھی نقطہ رکھا گیا ہے۔ جب کہ اور کتابوں اور لغات کے مقابلے میں امیر اللغات میں صحتِ املا اور تصحیح کا اہتمام نظر آتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس کو عیب نہیں سمجھتے تھے"(۵۳)

نون غنہ کے اس قاعدے کے مطابق بہت دیگر اہم کتابیں لکھی گئی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بیشتر ماہرین زبان نون غنے کے واقع اظہار کی تائید کرتے ہیں نقطے کے بغیر نون غنہ کے استعمال کو مناسب سمجھتے ہیں۔ ان محققین میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی بھی شامل ہیں۔نون غنہ کے ساتھ نقطے کا استعمال ضروری سمجھتے ہیں اور ایسے الفاظ جن کے درمیان میں نون غنہ آتاہے۔ ان کے املا کو مرکب سے توڑ کر الگ الگ صورت میں لکھنے کی تائید کرتے ہیں۔اس حوالے سے انھوں نے املا کی صورتیں بھی درج کی ہیں۔ مثلاً "بانس کو بان س اور پھانس کو پھان س" کی صورت میں لکھنا۔ گوپی چند نارنگ نے املا کے اس اصول کی نفی کرتے اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس خیال سے اختلاف کیاہے۔وہ واضح کرتے ہیں کہ املا کا یہ اصول اردو املا کے توبالکل منافی ہے۔گوپی چند نارنگ اس بارے میں لکھتے ہیں:

> ”ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا کہ نون غنہ ہمیشہ متصل لکھا جائے۔(بان س، پھان س)عام قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں نون غنہ بغیر نقطے سے لکھا جاتاہے۔ البتہ ابتدائی کتابوں میں یاجب ضرورت ہوتونون غنہ کو الٹے قوسین کی علامت سے ظاہر کرنا چاہیے۔ جیسے ہونٹ، پھانڈ، اینٹ، چونچ، چاند، آخر میں ماں، جاؤں، بولیں، نظروں، کتابیں “(۵۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں گوپی چند نارنگ نے نون غنہ کو نقطے کے ساتھ لکھنے سے احتراز کیاہے۔اس ضمن میں انھوں نے عبدالستار صدیقی کے خیال کی بھی تردید کی ہے۔ انھوں نے نون غنہ کو نقطے کے بغیر لکھنے کو عام قاعدہ قرار دیاہے۔ گوپی چند نارنگ کی تحریر میں نون غنہ کے استعمال کے حوالے سے ماضی میں روایات کے مطابق علامات کے استعمال کا بیان بھی ملتاہے کہ جہاں نون غنہ کا استعمال ہو۔اس کے اوپر الٹے قوس کی علامت لگا دی جاتی ہے ۔اس سے نون غنہ کی وضاحت مقصود ہے۔ انھوں نے واضح کیاہے کہ اس علامت کو استعمال اب بھی رائج ہے اور جدید املا کے اصولوں کے مطابق بھی یہ علامت لگائی جاسکتی ہے۔

املا کے اصول وضوابط میں شامل ہے کہ ایک طرز کے حامل الفاظ کو ایک ہی طریقہ کے مطابق میں لکھا جاتاہے۔ اگر ایک طرز کے حامل الفاظ کا املا مختلف طریقوں سے لکھا جائے گا تو اسے مسائل پیدا ہونے کے

امکانات بڑھ جاتے ہیں اور املا میں بیشتر الفاظ کے استعمال میں یہ پہلو پایا جاتا ہے اس حوالے سے نون غنہ اور ہائے ہوز کا استعمال بھی شامل ہے۔ ان کے لکھنے میں اچھا خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی بنیادی وجہ یہ بھی املا کے اصولوں کی پاسداری سے انحراف اور ایک وضع کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے لکھنے کا رجحان ہے۔

نون غنہ اور ہائے ہوز کے استعمال میں یہ اصول ہے کہ نون غنہ کو پہلے لکھنا چاہیے اور ہائے ہوز کو بعد نون غنہ ہمیشہ پہلے اور ہائے ہوز بعد میں آتی ہے۔ جیسے منہ، مہندی وغیرہ کے الفاظ میں نون غنہ پہلے اور ہائے اس بعد میں آتے ہیں۔ رشید حسن خاں اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> ”منہ اور مِنہ، یہ دونوں لفظ کسی اختلاف کے بغیر ایک ہی طرح لکھے جاتے ہیں۔ ان میں نون غنہ ہائے ساکن سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ ان لفظوں میں کسی طرح کا اختلاف یوں بھی نہ بن سکا کہ پہلے منہ کو "مونہ" لکھا جاتا تھا۔ واؤ ہٹا منہ رہ گیا۔ منہ کی ایک صورت مینہ بھی ہے؛ ی بیچ سے نکل گئی۔ منہ رہ گیا۔ ایک لفظ مہندی غور کیجیے تو اس لفظ کے جزو اول کی وہی صورت ہے جو "منہ" کی ہے۔ اس بنا پر اس کے علاوہ میں کسی طرح اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا“(۵۵)

رشید حسن خاں نے اس قاعدے کا بیان کیا ہے کہ اگر حرف میں نون غنہ اور ہائے ہوز یکجا ہوں تو اس صورت میں نون غنہ پہلے اور ہائے حوز بعد میں آئے گی۔ اس حوالے سے انھوں نے مثالیں بھی درج کی ہیں۔

گوپی چند نارنگ نے رشید حسن خاں کہ اس خیال کی نفی کی ہے وہ اس قاعدے کے منافی لکھتے ہیں کہ یہ ضروری نہیں کہ نون غنہ ہر صورت میں ہائے ہوز سے پہلے لکھا جائے بلکہ اس کے برعکس صورت بھی ہو سکتی ہے اور ہائے ہوز۔ نون غنہ کے بعد بھی لکھا جاسکتا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے ان الفاظ کو اس طرح لکھنے کی تائید کی ہے۔ جن میں ہائے ہوز، نون غنہ سے پہلے آتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”ان الفاظ کے رائج املا میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ ان کا وہی املا ہے جو درج عام میں ہے۔ مہندی، مہنگی، مہنگائی، لہنگا بہینگی“(۵٦)

گوپی چند نارنگ کے مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے نون غنہ اور ہائے ہوز کا استعمال کے ضمن میں نفی ملتی ہے۔ انھوں نے اس کے برعکس قاعدے کی وضاحت کی ہے کہ انھوں نے غنہ کا ہائے ہوز سے پہلے لکھا جانا ضروری ہے۔ محمد عرفان رامے میں اپنی کتاب "درست اردو لکھنا سیکھیں" میں گوپی چند نارنگ کے نظریے کی مخالفت اور رشید حسن خاں کے خیال کی تائید کرتے ہیں۔ انھوں نے وہ الفاظ بھی شامل کیے ہیں جن میں نون غنہ ہائے ہوز سے پہلے آیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "منہ، مینہ، منہال مہندی۔ ان سب لفظوں میں نون "ہ" سے پہلے لکھا جائے گا۔ جس طرح منہ میں ن "ہ" سے پہلے ہے اس طرح مہندی میں ہے یہی صورت دوسرے لفظوں کی ہے"(۵۷)

اردو املا میں بہت سے الفاظ کے ضمن میں عدم تعین کی صورت پائی جاتی ہے اور ایک ہی طرز یا قبیل کے الفاظ مختلف صورتوں میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ یہ صورت "نون غنہ" کے استعمال میں بھی ملتی ہے۔ یہ امر حل طلب ہے کہ کہاں نون غنہ کا استعمال کرنا چاہیے اور کہاں اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے اردو میں بہت سے مصادر ایسے ہیں جن میں نون غنہ کا استعمال ملتا ہے۔ مصادر میں نون غنہ کے استعمال کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن مسئلہ مصادر سے مشتقات میں پیدا ہوتا ہے۔ نون غنہ رائے مصادر کے مشتقات کے بارے میں محقیقن کی مختلف آرا ملتی ہیں۔ بعض مشتق میں نون غنہ کا استعمال ہو لازمی قرار دیا ہے اور بعض نون غنہ کے استعمال کی نفی کرتے ہیں۔ رشید حسن خاں نے اس پہلو کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ جب تک املا کے اصول و ضوابط کے بارے میں تعین نہیں ہو گا اس طرح کے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان تمام صورتوں کو تعین کر لیا جائے کہ اگر مصدر میں نون غنہ ہو تو مشتق کی کون سی صورت میں نون غنہ استعمال ہو گا اور کون سی صورت میں اس کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔ وہ لکھتے ہیں:

> "کچھ مصدروں کے مشتقات میں نون غنہ کے ہونے یا نہ ہونے کی بابت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مصدر میں نون غنہ موجود ہے تو اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اس مصدر سے بننے والے کچھ افعال اور اس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ ایسے الفاظ کو ترجیحی صورتوں میں نیچے لکھا

جارہاہے۔ بانٹنا ،بانٹ (جیسے تاش کے پتوں کی بانٹ) حصہ بانٹ، بندر بانٹ، بانٹ کھانا وغیرہ سب میں نون غنہ ہے۔ ان سارے مشتقات کی یہی صورت بنتی ہے۔ یعنی بٹنا، بٹانا، بٹوانا، بٹوار، بٹائی، بٹنا کے معنی ہیں۔ تقسیم ہونا، بٹنا ایک اور مصدر بھی ہے۔ جیسے رسی بٹنا یہ بھی نون غنہ کے بغیر"(۵۸)

مندرجہ بالا اقتباس میں ان مشتقات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جن میں نون غنہ کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے کشمکش پائی جاتی ہے۔ ان کے علاوہ بھی بعض مصادر ہیں جن کے مشتقات کے بارے میں عدم تعین پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جیسے "تھونکنا" جیسے خنجر بھونک دیا ۔اس بھونکنا سے بننے والے مشتقات میں بھی نون غنہ کا استعمال لازمی آئے گا ۔

بعض مصادر سے بننے والے مشتقات ابھی تک حل طلب ہے اور ان کے بارے میں یہ تعین نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں نون غنہ کا استعمال ہونا چاہیے یا گریز کرنا چاہیے اس کے بہت سے عوامل ہیں۔ اس کی ایک وجہ لکھنو اور دلی کے اہلِ زبان کا فرق بھی ہے۔ جس کی وجہ سے عدم تعین کی صورت پیدا ہوتی ہے اور نون اور نون غنہ کے املا کے حوالے سے کوئی یقینی صورت اختیار نہیں کی گئی۔

جہاں بعض مصادر میں نون غنہ شامل ہے۔ وہاں ان کے مشتقات میں نون غنہ شامل کرنا ضروری ہے لیکن بعض مصادر ایسے ہیں جن میں نون غنہ کا قدیم املا بھی شامل تھا۔ لیکن ان کا نئے طرز کے املا میں نون غنہ متروک کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر" سوچنا" مصدر ہے۔ قدیم املا میں اس" سونچنا بھی لکھا جاتا تھا لیکن اب نون غنہ کا استعمال متروک ہو گیا ہے اور اس کو سوچنا لکھا جاتا ہے۔

اس طرح ایک اور مصدر" پوچھنا "ہے جو استفسار کے معنوں میں آتا ہے۔ قدیم املا میں اس کو "پونچھنا" لکھا جاتا تھا۔ اس کے جز و اول میں نون غنہ شامل تھا لیکن جدید املاء میں نون غنہ متروک کر دیا گیا اور اس کو "سوچنا" لکھا جاتا ہے۔ یہ اور اس طرز کے تمام مصادر جن کا املا تبدیل ہوا ہے۔ انھیں نون غنہ کے بغیر لکھنا چاہیے۔ ان کے مشتقات میں بھی نون غنہ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ یہاں نون غنہ کے اصولوں کے منافی قرار پائے گا۔

مصادر کے علاوہ بھی بعض الفاظ ایسے ہیں جن میں نون غنہ کے استعمال کے بارے میں غلط فہمی پائی جاتی ہے۔ بعض مقامات پر ان الفاظ میں نون غنہ کا استعمال ملتا ہے اور بعض مقامات پر نون غنہ کا استعمال نہیں ملتا۔ اس کا ایک سبب دیگر کتب کے علاوہ کتب لغات میں بھی کتابت کے دو طریقوں کا استعمال ہے۔ اس ضمن میں عدم تعین کی وجہ سے املا کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اردو املا میں اس طرز کے بیشتر الفاظ موجود ہیں۔ ان الفاظ میں نون غنہ کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کی ایک وجہ املاء کے قدیم اور جدید قواعد کی پاسداری بھی ہے۔ کیوں کہ بہت سارے الفاظ ایسے ہیں جن میں قدیم املا میں نون غنہ کا استعمال ملتا ہے لیکن اب استعمال کرنا متروک قرار دیا چکا ہے۔ مثلاً "گھانس" لکھا جاتا تھا۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو کیسے لکھیں میں اس قبیل کے تمام الفاظ اور ان کے درست املا کے بارے میں لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے الفاظ کی فہرست شامل کی ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ ان تمام الفاظ میں املا کے جدید اصولوں کے مطابق نون غنہ کا استعمال کرنا مناسب نہیں ہے

> ”نون غنہ کے جزو لفظ ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے مصدروں کی طرح کچھ لفظوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے اور کچھ لفظ ایسے ہیں جن میں غلطی سے نون غنہ شامل کر دیا جاتا ہے یا اس کے بر عکس ہوتا ہے ایسے الفاظ کی ان صورتوں کو نیچے لکھا جا رہا ہے جن کو اختیار کرنا چاہیے۔ گھاس، گھسار، سپیرا سنپولا، پنیٹھ (آٹھویں دن کا بازار) پانسا، بھوچکا، چوچلا، سماں، گروی، کیچوا، کنوارا، کنواری، جونک، جونکا، جھونپڑا، جھونپڑی۔ ایک لفظ ہے: خوناب، اسی سے خونا بہ نشانی بنتا ہے۔ اس کو خوناب لکھنا درست نہیں ، خوناب دراصل آبِ خون کی بدلی ہوئی صورت ہے زیر اب، برناب اور سیلاب کی طرح (۵۹)“

قدیم املا کے بارے میں دیگر محققین کے ساتھ گوپی چند نارنگ نے بھی اپنی رائے پیش کی ہے۔ وہ املا کے قدیم طریقوں میں دیگر پہلوؤں کے ساتھ، نون غنہ "کے استعمال کے بارے میں بھی اظہار خیال کرتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے مثال کے طور پر ان الفاظ کی چند مثالیں بھی درج کی ہیں۔ جن کا املا اب متروک ہو چکا ہے :

"ذیل کے الفاظ نون غنہ کے ساتھ متروک ہیں۔ ان کو نون غنہ کے بغیر لکھنا چاہیے۔
چانول، گھانس ،سونچنا، کونچہ،ذیل کے الفاظ کے ساتھ صحیح ہیں۔ کھینچنا
جھونپڑا، کنواں"(۶۰)

"چانول" میں پہلے نون غنہ مستعمل تھا۔ اب اس میں سے نون غنہ کا استعمال متروک ہو چکا ہے اور اس کا موجودہ املا چاول ہے۔ گھانس کا موجودہ املا گھاس ہے۔ سونچنا کو سوچنا ،پھونس کا پھوس، کونچہ کو کوچہ لکھا جاتا ہے۔ گوپی چند نارنگ اپنی رائے میں چند ایسے الفاظ بھی شامل کیے جن میں نون غنہ کا استعمال لازمی قرار پاتا ہے۔

اردو املاء میں نون غنہ اور نون غنہ کے استعمال میں مختلف صورتوں کا اظہار ملتا ہے۔ مصادر میں بھی نون کے استعمال میں غیر یقینی صورت پائی جاتی ہے اور یہی حالت نون غنہ کے استعمال کی ہے عربی اور فارسی قواعد کے زیر اثر بھی اردو املا میں "ن "کے استعمال میں کشمکش کی صورت پائی جاتی ہے۔ خاص طور پر نون اور ب کے ادغام کی صورت میں "میم" کی آواز مراد لینا وغیرہ۔ اس حوالے سے محققین نے اپنی آرا پیش کرتے ہوئے عربی اور فارسی اصولوں کی نفی کی ہے اور اردو املا کو مروجہ طریقوں کے مطابق اپنانے کی تلقین کی ہے۔ن اور ب کے ادغام سے "م "کی آواز مراد لینا بھی ممنوع قرار پاتا ہے۔ املا کے موجودہ اصولوں کی روشنی میں نون غنہ کے استعمال کے بارے میں بھی واضح نظریات کی عکاسی ملتی ہے۔ محققین نے ان مصادر اور الفاظ کا تعین کر دیا ہے جن میں نون غنہ کا استعمال کرنا مناسب ہے۔ املا کے جدید طرز کے بارے میں بھی اصول وضع کر دیے گئے ہیں۔

## واؤ کے استعمال کی بحث

واؤ اب اردو کے حروف تہجی میں شامل ہے۔ ابتدا میں واؤ کا استعمال بطور حروف نہیں بلکہ بطور علامت ہوتا تھا۔ اردو کے قدیم املا میں واؤ سے پیش کی حرفت مراد لی جاتی تھی۔ اختر حسین فیضی مصباحی لکھتے ہیں:

"قدیم اردو میں پیش ظاہر کرنے کے لیے واؤ لکھتے تھے۔ مثلاً اوس، اودھر ،روٹھنا، مونہہ
ایسے تمام الفاظ اب بغیر واؤ کے لکھے جاتے ہیں"(۶۱)

اختر حسین فیضی مصباحی نے اپنی مدرجہ بالا رائے میں واؤ کو حرف کی بجائے علامت قرار دیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ واؤ پیش کی علامت مراد لی جاتی تھی۔ اس تناظر میں اردو کا قدیم املا دیکھا جا سکتا ہے۔ جس میں پیش کی جگہ واؤ کا استعمال ملتا ہے۔ اختر حسین فیضی مصباحی نے بھی اس حوالے سے مثالیں درج کی ہیں۔ اس میں اوس مونہہ اور اودھر وغیرہ کے الفاظ شامل ہیں۔ ان تمام الفاظ میں حرف کی حرکت کے مطابق پیش کی جگہ واؤ کا استعمال ملتا ہے۔ اختر حسین کی رائے کے مطابق رشید حسن خاں نے بھی اپنی رائے میں واؤ کو علامت قرار دیا ہے اور اردو کے قدیم املا کے بارے میں وضاحت کرتے واؤ کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابتدا میں اس سے پیش کی حرکت مراد لی جاتی تھی۔ رشید حسن خاں نے واؤ کی حرکت کی ضمن میں مثالیں درج کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

> "پہلے بہت سے لفظوں میں پیش کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے واؤ لکھا جاتا تھا۔ جیسے: اوس، اودھر، اودھار، اودھم یہ واؤ الفاظ کا جز نہیں ہوتا تھا بلکہ اعراب بالمعروف کے طور پر میں علامت کی حیثیت رکھتا تھا۔ بہت سی اور تبدیلیوں کے ساتھ یہ فالتو اکثر لفظوں میں سے نکل گیا۔ مگر بعض لفظوں میں اس زائد اور علامتی صورت اب بھی نظر آجایا کرتی ہے جیسے دوکان پہونچنا"(٦٢)

رشید حسن خاں نے واؤ کے استعمال کے پس منظر میں اس کی قدیم صورت کو اجاگر کیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ابتدا میں اس سے حرف مراد نہیں لیا جاتا تھا بلکہ علامت مراد لی جاتی تھی اور جس انداز میں پیش کی علامت کا استعمال ملتا ہے۔ اس انداز میں واؤ استعمال ہوتا تھا۔ قدیم املاء میں واؤ کے پیش کے استعمال کے متعدد صورتیں پائی جاتی ہیں۔

کسی بھی زبان کا شعر ارتقائی صورت میں طے ہوتا ہے۔ کوئی بھی زبان اپنے ارتقائی سفر میں مختلف حالتوں اور صورتوں سے گزرتی ہے۔ اس میں حروف کی املا میں بھی کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ یہی احوال اس کی علامات کا ہے۔ اردو زبان کے ارتقائی مرحلے میں اس کی علامات کے مختلف صورتوں کا بدلاؤ ملتا ہے۔ گوپی چند نارنگ

اردو زبان کے ابتدائی عہد کی بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ابتدا میں اس کی بعض علامتیں ایسی تھیں جن کے لیے آوازیں نہیں تھیں:

> ”زمانہ قدیم میں جب اردو عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی تو نئی علامتیں ایسی تھیں جن کے لیے آوازیں نہیں تھیں اور کئی آوازوں ایسی تھیں جن کے لیے علامتیں نہیں تھیں۔ وقتاً فوقتاً نئی علامتوں کا اضافہ ہوتا رہا اور تبدیلیوں کا یہ سلسلہ صدیوں سے جاری رہا۔ جس نے ارتقا کے ساتھ یہ تبدیلیاں از خود ہوتی رہیں“(۶۳)

اردو زبان کا تاریخی تناظر میں جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ املا کی صورت میں اس میں بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں ان تبدیلیوں میں علامات کا استعمال بھی شامل ہے۔ اردو حروف تہجی میں شامل لفظ "و" بھی اسی ذیل میں شمار ہوتا ہے۔ واؤ کی ابتدائی طور پر بطور حرف نہیں بطور علامت برتا گیا۔ بعض ازاں اس کی صورت تبدیل ہوئی اور اسے حرف کے طور پر اردو حروف تہجی میں شامل کر لیا گیا۔ اس بدلاؤ کی صورت میں اردو املا میں جہاں یا دیگر تبدیلیاں ہوئیں ۔"و" کو بعض الفاظ میں شامل کیا گیا اور بعض الفاظ سے اس کا استعمال ترک کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے اردو املا نے نئی صورت اختیار کی۔ آج بھی اردو کے پرانے املا میں یہ صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ واؤ کے استعمال کے حوالے سے اردو کے نئے اور پرانے املا میں نمایاں فرق نظر آتا ہے۔ بیشتر محققین نے اس حوالے سے اپنے نظریات اور افکار کو ئی پیشکش کی ہے۔

واؤ کے استعمال میں اصل پیچیدگی اس وقت پیدا ہوئی جب کچھ الفاظ میں واؤ جزو حرف کی حیثیت سے شامل تھا تو اس جز سے بننے والے لفظوں میں بھی واؤ کو شامل کر لیا گیا۔ یہاں لغات میں بھی کشمکش کی صورت ملتی ہے۔ واؤ کی ذیل میں بعض الفاظ کو واؤ کے ساتھ لکھا گیا جب کہ بعض الفاظ کو پیش کے ساتھ لکھا گیا اور واؤ حذف کر دیا گیا اور بعض صورتوں میں ایک ہی لفظ کے واؤ کے ساتھ تو کہیں پیش کے ساتھ لکھا گیا۔ فرہنگ آصفیہ سمیت کئی اہم کتب لغت میں واؤ کے استعمال کے حوالے سے کشمکش کی یہ صورت ملتی ہے۔ جس کی وجہ سے املا میں عدمِ تعین کا مسئلہ پیدا ہوتا گیا۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اردو ملا میں اس پہلو کو واضح کرتے ہوئے اس کے متعدد مثالیں بھی درج کی ہیں۔ انھوں مختلف صورتوں کے بارے میں بھی وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے وہ لفظ "دو

لائی" کی مثال پیش کرتے ہیں۔ فرہنگ آصفیہ میں لفظ "دولائی" کہیں "و" کے ساتھ تو کہیں پیش کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ املا کے ان دو طریقوں کی وجہ سے قواعد کی بے ضابطگی پیدا ہوتی ہے اور تحریروں میں املا کے حوالے سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔

"و" کے استعمال کے حوالے سے لفظ "دکان" کی مثال پیش کی جاتی ہے۔ لفظ دکان پرانے املا کے مطابق بعض تحریروں میں دوکان ملتا ہے۔ رشید حسن خاں اس لفظ میں "و" کے استعمال کو غلط قرار دیتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:

> "دکان عربی میں کاف مشدد ہے (دکّان)۔ فارسی میں اس کو بہ تشدید وبہ تخفیف دونوں طرح استعمال کیا گیا۔ صاحب بہارِ عجم نے اس لفظ کی ذیل میں صراحت کر دی کہ اس کو معر لکھنا یا بولنا غلط ہے۔ تلفظ وکتابت آل بہ واوَ بعد الدال غلط مانش خطا است ہے مگر کتابت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ عبارت میں دو جگہ دکان بھی لکھا ہوا ملتا ہے" (۶۴)

نور الغات میں بھی لفظ "دکان" کا املا دونوں صورتوں میں (واوَ کے ساتھ اور پیش کے ساتھ) میں ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

اس لفظ کا درست املا دکان "واوَ" کے بغیر ہے۔ اس پر کاف تشدید ہے۔ غالب نے اپنے فارسی اشعار میں متعدد مقامات پر یہ لفظ دکان ملتا ہے۔ املا کے ضمن میں قواعد کی پاسداری ضروری ہے۔ ہر مہذب ترقی یافتہ زبان میں الفاظ کے اصول وضوابط طے ہیں۔ زبان کا املا اس وقت خراب ہوتا ہے جب حرف لکھتے ہوئے بنیادی اصول و ضوابط سے انحراف کیا جاتا ہے۔ زبان میں یک رنگی اور ایک طرز کا طرز تحریر لانے کے لیے املا کے طے کردہ اصول وضوابط کے مطابق لکھا جانا ضروری ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری املا کے ضابطوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "دنیا کی ساری ترقی یافتہ زبانوں میں املا کے ضابطوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے۔ کسی لفظ کا تلفظ اپنے مزاج املا سے خواہ کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو۔ اس کا املاء مقرر ہے اور متعین ہے اس طرح لکھیں گے" (۶۵)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے کی روشنی میں وضاحت ملتی ہے کہ واؤ کے مطالعے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔" واؤ" کے حوالے سے پائے جانے والی غیر متعین صورتحال میں الفاظ کے املا کی مختلف صورتیں نظر آتی ہیں۔

واؤ کے استعمال میں مصادر اور ان کے مشتقات کی صورتیں بھی شامل ہیں۔" پہنچنا "مصدر ہے۔اس میں کی ذیل میں پہنچے، پہنچی، پہنچوں وغیرہ آتے ہیں۔قدیم املا میں پہنچا" واؤ "کے ساتھ لکھا ہوا ملتا ہے۔پہونچا۔یہ اس لفظ کا قدیم املا ہے۔ املا کے اصولوں کے مطابق اس لفظ کو بغیر واؤ کے لکھنا چاہیے کیوں کہ اس میں واؤ کا استعمال "ہ" پر پیش کی حرکت کے لیے ہوا ہے نہ کہ واؤ جز رلفظ ہے۔پہو نچیے یا پہونچا پر بحث کرتے ہوئے رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ نے اپنی آرا میں واؤ کے بغیر لکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔وہ اس لفظ میں واؤ کا استعمال اضافی قرار دیتے ہیں۔اردو املا کے اصولوں کے مطابق اس لفظ میں واو کا استعمال متروک کر دیا قرار دیا گیا ہے۔

روزمرہ کے استعمال کے الفاظ میں بھی واؤ کے ساتھ لکھنے یا واؤ کے بغیر لکھنے کے مسائل شامل ہیں۔مثال کے طور پر ان الفاظ میں دلہا اور دلہن شامل ہیں۔ان دونوں الفاظ کے بارے میں متفرق آراء پائی جاتی ہیں۔بعض محققین نے لفظ دولہا کو دال پر پیش کے ساتھ لکھنے کی تجویز کی ہے۔جب کہ بعض کے نزدیک اس کو واؤ کے ساتھ لکھنا درست ہے۔بعض محققین ان دونوں صورتوں کو درست تصور کرتے ہیں کہ یہ لفظ دونوں صورتوں میں لکھا جا سکتا ہے یعنی "دال "پر علامت پیش کے ساتھ اس صورت "دلہا" ہو گی اور" واؤ" کے استعمال کے ساتھ "دولہا" لہٰذا اس لفظ کی محققین کے ہاں دونوں صورتیں ملتی ہیں۔ جب کہ "دال" پر پیش کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔البتہ قدیم املا میں "دلہن "کی املا" واؤ" کے ساتھ دولہن بھی ملتا ہے لیکن اب "واؤ" کے بغیر لکھنے کا رجحان ہے۔

رشید حسن خاں نے ان دونوں الفاظ کی نوعیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔وہ اس ضمن میں اردو کی کتب لغات سے بھی حوالے درج کرتے ہیں۔ انھوں نے قدیم املا کے جائزے کے بعد اس ان الفاظ کی صورت کا تعین کیا ہے:

"نور میں ان لفظوں کو جس طرح لکھا گیا ہے۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولف کے نزدیک "دولھن" اور "دولھا "مع واؤ ہے۔چلن میں بھی اسی زیادہ ہے۔آصفیہ میں بھی" دولھن" کی ذیل میں لکھا ہوا ہے۔"دیکھو دلہن" اس سے بھی اس پہلو کی تائید ہوتی ہے۔دولھا کو بھی اس طرح لکھا گیا لیکن اس کے

زیادہ تر متعلقات کو "دلھا" ہی کی ذیل میں لکھا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ دلکھن کو واؤ کے بغیر لکھا جائے گا اور دولھا کو مع واؤ لکھا جائے گا ۔ضرورتِ شعری کی بات دوسری ہے"(٦٦)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن نے لفظ "دولھا کے بارے میں رائے دی ہے کہ اس لفظ میں مع واؤ اور بغیر واؤ دونوں صورتوں میں لکھا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ اصول و ضوابط کے مطابق اس کی دونوں صورتیں درست قرار پاتی ہیں۔ اردو زبان میں ایسے بہت سے الفاظ موجود ہیں جن کو مع واؤ لکھا جا سکتا ہے بغیر واؤ کے بھی ان کے املا درست قرار پاتا ہے۔

گوپی چند نارنگ نے بھی ایسے چند الفاظ کا ذکر کیا ہے جن کا املا دونوں صورتوں میں درست قرار پاتا ہے۔ ان الفاظ میں گنجائش موجود ہے کہ انھیں واؤ کے ساتھ اور واؤ کے بغیر لکھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے لفظ ہندوستان کی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ یہ لفظ دونوں صورتوں میں لکھنا درست ہے۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"ہندوستان، ہندستان۔ یہ دونوں صحیح ہیں البتہ لفظ ہندوستانی بغیر واؤ مرجح ہے"(٦٨)

گوپی چند نارنگ نے اپنی تحریر میں ہندوستان اور ہندستان دونوں صورتوں کو درست قرار دیا ہے۔ اس طرح بعض الفاظ میں واؤ پیش کی حرکت کی بجائے لفظ کے جزو کے طور پر شامل ہوتا ہے۔ بعض الفاظ ایسے ہیں جو واؤ کے ساتھ شامل ہونے پر درست قرار پاتے ہیں اور واؤ کے بغیر بھی ان کا املا درست قرار پاتا ہے۔ مثال کے طور پر یہ لفظ جزا اور جزو۔ یہ الفاظ دونوں صورتوں میں درست ہیں۔ گوپی چند نارنگ لکھتے ہیں:

"جز، جزو یعنی ٹکڑا دونوں صحیح ہیں اور اردو میں مستعمل ہیں۔ جیسے جز و میں جزو دان، جزو بدن، جز یمنی "سوا "الگ لفظ بھی ہے انھیں خلط ملط نہیں کرنا چاہیے"(٦٩)

جیسے بعض الفاظ میں واؤ کا استعمال کرنا غلط ہے۔ اسی طرح بعض الفاظ میں واؤ کا استعمال لازم ہے۔ اردو میں بہت سے مرکب الفاظ بھی شامل ہیں۔ ایسے مرکبات میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جن کا پہلا حصہ "دو" ہے۔ جیسے "دوولا، دورخا" وغیرہ ایسے مرکبات کو واؤ کے ساتھ لکھنے کا رجحان ہے اور یہی طریقہ درست قرار پاتا ہے۔ ان میں واؤ شامل کرنا ضروری ہے اور واؤ ہٹا کر پیش کو الٹا املا کی غلطی ہے۔ رشید حسن خاں نے ایسے مرکبات کی

فہرست درج کی ہے۔ جن میں واؤ کا استعمال ضروری قرار پاتا ہے۔ وہ ان مرکبات کی وضاحت کرتے ہوئے واؤ کا استعمال کی تائید کرتے ہیں اور املا کی جہت کا تعین کرتے ہیں:

”شروع سے ایسے مرکب واؤ کے ساتھ ہی لکھے جاتے رہے ہیں۔ ان کی یہ لکھاوٹ کسی اختلاف یا تفریق کے بغیر مروج جو متعارف ہے۔ ایک لحاظ سے یہ ٹھیک بھی ہے کہ اصل ترکیبی اجزائے بر قرار رہے ہیں فارسی میں بھی یہی کیا گیا“(۷۰)

اردو میں واؤ کی بحث میں املا کی قدیم صورت کا تجزیہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ املا میں ابتدائی طور پر واؤ کا استعمال پیش کی حرکت کے لیے ہوتا ہے۔ البتہ بعض الفاظ میں واؤ کو جزو لفظ کی حیثیت حاصل تھی۔ املاء کی قدیم صورت میں حرکت کی وجہ سے "نون" کو جن الفاظ میں استعمال کیا جاتا تھا۔ اب وہ صورتیں متروک ہو چکی ہیں اور حرکت کی پیش کی علامت استعمال کی جانے لگی۔

ایسے مرکبات جن کا پہلا حرف "دو" ہے۔ ان میں واؤ کا استعمال کرنا لازمی قرار پاتا ہے۔ اس ذیل میں بعض وہ الفاظ بھی شامل ہیں جن کو واؤ کے ساتھ اور واؤ کے بغیر دونوں صورتوں میں لکھا جاتا ہے۔ اردو میں واؤ کے استعمال کے حوالے سے املا کے اصولوں کا تعین کر دیا گیا ہے۔ ان طے شدہ اصولوں کے مطابق ہی واؤ کا مناسب استعمال ممکن ہو سکتا ہے۔

## ہائے ہوز اور مخلوط ھ کی بحث

اردو املا کی مروجہ صورت کا جائزہ لینے پر واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات املاء کی غلط صورتیں بھی فروغ حاصل کر لیتی ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ لفظ کی صحیح کی صورت اختیار کرنے کے بارے میں رائے پیش کرتے ہیں:

”لفظ کی وہ صورت اختیار کی جائے جو اہل زبان میں رواج پا چکی ہو۔ ایسے لفظوں کے لیے اصل زبان کی پیروی ضروری نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ نئی زبان میں اس کی وہی صورت سامنے رہنی چاہیے جو محض عوام میں ہی مروج نہ بلکہ خاص و عام کے نزدیک مسلم ہو چکی ہو“(۷۱)

ڈاکٹر سید عبداللہ نے املا کے حوالے سے مروج صورتوں کو قبول کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس حوالے سے وہ الفاظ کی صورت کو اپنانے کی رائے پیش کرتے ہیں جو عوام کے ساتھ اہل علم میں بھی مقبول ہے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ الفاظ کو اسی صورت میں پیش کیا جائے، جس صورت میں وہ دوسری زبان سے کسی زبان میں داخل ہوئے ہوں۔

"ہ" کے مباحث میں یہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اردو میں اس کے مختلف صورتیں رائج ہیں۔ ان صورتوں کو مختلف الفاظ میں برتا جاتا ہے۔ ہر صورت کے برتاؤ کے لیے الفاظ کے معیارات مقرر ہیں۔ اس ضمن میں محققین نے اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔

اردو میں "ہائے ملفوظ" کی مختلف صورتیں ہیں۔ مختلف الفاظ میں "ہائے ملفوظ " کے استعمال میں ان کی صورتیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ رشید حسن خاں لکھتے:

> "جب یہ لفظ کے شروع میں آئے گی تو ب کے شوشے کی طرح لکھی جائے گی اور علامت کے طور پر مزید اس کا ایک شوشہ اس کے نیچے لگایا جائے گا۔ اس طرح جیسے ب کے نیچے نقطہ لگایا جاتا ہے۔ اس شوشے کو عوامی زبان میں لنکن بھی کہتے ہیں" (۷۲)

ہائے ملفوف کی الفاظ میں مختلف جگہوں میں صورتیں مختلف ہو جاتی ہیں۔ اگر یہ "ہ" کسی لفظ کے درمیان میں استعمال ہو تو اس کی شکل کہنی دار ہو گی۔ اس کی مثال محبت، لہو، سہنا وغیرہ الفاظ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

"ہ" کے مباحث میں ہائے خفی کی صورت بھی شامل ہے۔ ہائے مخفی کی صورت بھی شامل ہے۔ ہائے خفی کئی الفاظ کے آخر میں استعمال ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں عبدالستار صدیقی نے رائے پیش کی ہے کہ ہائے خفی حرف نہیں بلکہ علامت ہے اور اس علامت کا مقصد لفظ کے آخر میں مقابل حروف کو حرکت کو ظاہر کرتا ہے۔ عبدالستار صدیقی رائے پیش کرتے ہیں کہ اردو میں ہائے خفی کا وجود نہیں۔ گوپی چند نارنگ اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہمیں ڈاکٹر عبد الستار صدیقی کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ اردو میں مختفی "ہ" ہے کا وجود نہیں اور یہ دیسی الفاظ کے آخر میں آسکتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ چند دیسی الفاظ کے آخری مصمتے کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے اردو املا میں سوائے خفی "ہ" کے کسی علامت سے مدد نہیں لی جاسکتی۔ جیسے روپیہ، پیسہ، نہ، پہ“(۷۳)

اردو میں یہ قاعدہ بھی ہے کہ دیسی الفاظ میں خواہ مخواہ مخفی ایک استعمال سے گریز کرنا چاہیے اور انھیں مخفی "ہ" کی بجائے الف سے لکھنا چاہیے۔ مثلاً بھروسا، اڈا، ٹھیکا، بھوسا، آرا، راجا، دھوکا، ڈاکیا، ڈھانچا وغیرہ۔ عام طور پر مذکورہ تمام الفاظ میں الف کی بجائے ہائے خفی کا استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ ہائے خفی کی بجائے الف کا استعمال کرنا موزوں ہے۔

ہائے مخلوط کو دو چشمی ہی بھی کہتے ہیں۔ صوتیات کے قواعد کے مطابق دو چشمی سے بننے والے الفاظ مفرد ہیں۔ مثلاً بھ، پھ، تھ وغیرہ۔ مگر حقیقت میں یہ الفاظ مفرد کے بجائے مرکب ہیں۔ کیوں کہ یہ دو الفاظ سے مل کر تشکیل پاتی ہے۔ مثلاً بھ میں ب اور ھ ہے۔ اس طرح نھ کا مرکب ن اور ھ ہے۔ تھ کا مرکب ت اور ھ ہے۔ لھ کا مرکب ل اور ھ ہے۔ چوں کہ یہ دو الفاظ کے ادغام سے مل کر تشکیل پاتی ہے اس لیے اس کو مرکب کہانا چاہیے۔ اعجاز رائے دو چشمی ھ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”جن الفاظ میں ہائے مخلوط کی آواز ہو یعنی "ہ" سے مل کر مرکب الفاظ دیتی ہو۔ جیسے بھ، تھ، پھ، تھ، ٹھ وغیرہ وہ الفاظ ہمیشہ دو چشمی (ھ) سے لکھنے چاہیں“(۷۴)

اردو میں دو چشمی ھ کے استعمال کی ضرورت اس لیے بھی پیش آتی ہے۔ کیوں کہ اردو میں ہند آریائی زبانوں کی وجہ سے مہکار آوازیں پائی جاتی ہیں۔ جب کہ عربی اور فارسی میں مہکار آوازیں نہیں ہیں تو وہاں ھ کے استعمال کا مسلہ در پیش نہیں آتا۔ یہ کشمکش اردو املاء میں پیش آتی ہے۔

عبد الستار صدیقی نے دو چشمی ھ کے بارے میں رائے پیش کی ہے کہ جس طرح اس میں جھ، پھ، تھ، نھ اور لھ وغیرہ مرکب کی صورت میں جوڑ کر لکھے جاتے ہیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ دھ، رھ اور ڈھ وغیرہ کو بھی

ھ سے املا کر لکھا جائے۔ مثلاً لھ، ٹھ، مھ وغیرہ لیکن اردو میں اس رائے کو قبولیت حاصل نہ ہو سکی اور یہ تجویز مسترد کر دی گئی۔

گوپی چند نارنگ نے دو چشمی ھ کو مہکار آوازوں کے لیے مخصوص کرنے کی سفارش کی ہے۔ وہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"البتہ یہ اصول واضح طور پر اپنا لینا چاہیے کہ ہائے مخلوط کو مہکار آوازوں کے لیے اپنا لینا چاہیے اور تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط یعنی دو چشمی سے لکھنا چاہیے۔ پھول، بھول، بھاری، جھاڑ، پھاڑ، پتھر، بھر، پھر، دکھ، سکھ، گھوڑا، چھتری، گھونٹ، جھوم، بھانڈ، تھوڑا، پڑھ، مجھ، تجھ، کچھ "(۷۵)

گوپی چند نارنگ نے دو چشمی ھ کو مہکار آوازوں کے لیے مخصوص کرنے کے ساتھ ان الفاظ کی مثالیں بھی درج کی ہیں۔ مندرجہ بالا تمام الفاظ میں مہکار آوازیں واضح ہیں۔ ان تمام صورتوں میں ہائے ہوز کی بجائے ہائے مخلوط کا استعمال کرنا موزوں اور درست ہے۔

املا میں بہت سے مقامات میں دو چشمی ھ اور ہائے ہوز کی املا میں کشمکش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے متعین کردہ اصولوں کی روشنی میں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ دو چشمی ھ کا استعمال کہاں کرنا مناسب ہے اور ہائے ہوز کا استعمال کسی صورت میں درست ہے۔ گوپی چند نارنگ اس پیچیدگی کو فارسی زبان کے زیر اثر قرار دیتے ہیں۔ وہ اس ضمن میں املا کی غلط اور صحیح دونوں صورتوں کے عکاسی بھی کرتے ہیں:

"بعض لوگ فارسی کی نقل میں یا محض اپنی پسند کے طور پر لفظ کے وسط یا شروع میں آنے والی ہائے ہوز کو لٹکن والی "ہ" کے بجائے دو چشمی ہ سے لکھتے ہیں۔ یہ اصول کے خلاف اور غلط ہے۔

| غلط | صحیح |
|---|---|
| ھے | ہے |

ھوا		ہوا

ھندوستان	ہندوستان

دھلی		دہلی

ھمیشہ		ہمیشہ "(۷۶)

اردو میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن میں دوبارہ چشمی ھ کا استعمال ہوتا ہے۔ ان میں زیادہ تر ایسے الفاظ شامل ہیں جو کسی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں ان الفاظ کے املاء میں عام طور پر غلطی کا امکان زیادہ ہوتا ہے کیوں کہ ایسے الفاظ میں بعض اوقات ایک ہے حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ بعض اوقات ایک ہی "ھ" کر دوسرا "ھ" دو چشمی کی بجائے ہائے ہوز لکھ دیا جاتا ہے۔ ایسے تمام الفاظ جو مرکب ہوں یعنی وہ دو الفاظ سے مل کر بنے ہوں اور ان میں دو چشمی ھ کا استعمال دو مرتبہ ہوا ہو۔ ان میں دو مرتبہ دو چشمی ھ شامل کرنا ضروری ہے۔ گوپی چند نارنگ ایسے الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی مثالیں درج کرتے ہیں: "ایک وہ الفاظ جو کسی نہ کسی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں جیسے بعض بھن بھناہٹ ، چھن چھناہٹ، تھر تھراہٹ، جھل جھلاہٹ، یہ صوتی الفاظ ہیں۔ ان میں اجزاء کی تکراری نوعیت چوں کہ کسی نہ کسی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے ایسے الفاظ میں دونوں ہائے مخلوط (مہکاریت) جزو اول کی حیثیت رکھتی ہے اور ان کو جوں کا توں لکھا جانا چاہیے۔

جھن جھناہٹ : جھن جھنانا

تھر تھراہٹ: تھر تھرانا

کھر کھراہٹ: کھڑ کھڑانا

بھن بھناہٹ: بھن بھنانا "(۷۷)

اردو میں دو چشمے ھ کا استعمال ہندی زبان کی وجہ سے ہے۔ فارسی اور عربی زبانوں میں اس انداز میں دو چشمی ھ کا استعمال نہیں ملتا۔ خاص طور پر مہکار آوازوں کی ادائیگی کے لیے ہائے ہوز کا استعمال کرنا، املا کی غلطی میں شمار ہوتا ہے۔ ایسے تمام الفاظ جن میں مہکار آواز شامل ہیں۔ ایسے تمام الفاظ میں مہکار آواز شامل ہیں۔ ان کا املا دو چشمی "ھ" سے لکھنا ضروری قرار پاتا ہے اردو اصوات میں دو چشمی ھ کے متبادل صوتی اعتبار سے ہائے ہوز کا استعمال بنیادی غلطیوں میں شامل ہے۔

## لفظوں کو ملا کر یا الگ لکھنے کی بحث

اردو ملا کے تاریخی پس منظر میں اس کی دو صورتیں نظر آتی ہیں۔ قدیم املا اور جدید املا۔ اردو کا قدیم املا کئی حوالوں سے موجودہ املا سے مختلف ہے۔ دیگر پہلوؤں کے ساتھ اس میں املا کو ملا کر لکھنے کا رجحان بھی ہے۔ ماضی میں اردو کے املا لفظوں کو جوڑ کر لکھا جاتا تھا۔ قدیم خطی مخطوطوں یا چھاپا شدہ کتب میں املا لفظوں صورت دیکھی جا سکتی ہے۔ چوں کہ اس وقت املا کا مروجہ طریقہ یہی تھا۔ اس لیے املا کا یہی طریقہ مستعمل تھا اور تمام تحریری اسی انداز میں لکھے جاتی تھی۔

جدید املا کے اصولوں کے مطابق جہاں املا کے دوسرے طریقوں میں بدلاؤ پیدا ہوا۔ وہاں الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کے رجحان کی بھی حوصلہ افزائی کی گئی۔ اردو کے برعکس الفاظ املا الگ الگ صورتوں میں لکھنے کو الگ الگ کر کے لکھا جاتا ہے جو الفاظ کو الگ کرنے کے حوالے سے ناقدین نے آرا پیش کی ہیں۔ اس اعتبار سے اصول وضوابط طے ہیں اور ان اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے ہی درست املا کا جواز ممکن ہو سکتا ہے۔

الفاظ کو ملا کر یا الگ صورت میں لکھنے کے حوالے سے اداروں نے بھی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس ضمن میں ادارہ جاتی تحقیقات بھی ہوئی ہے اور ان تحقیقات میں الفاظ کو الگ الگ لکھنے کے حوالے سے اصول وضوابط کیے گئے ہیں۔ انجمن ترقی اردو نے بھی مرکب الفاظ کو الگ الگ صورتوں میں لکھنے کی تجویز پیش کی۔ رشید حسن خاں انجمن ترقی اردو کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"انجمن ترقی اردو نے بھی اصلاحات املا کے حوالے سے جو تجاویز منظور کی تھیں ان میں ایک تجویز یہ تھی کہ دو الفاظ کو ملا کر نہ لکھا جائے۔ مرکب لفظ جو دو یا دو سے زیادہ لفظوں سے بنے ہوں ملا کر نہ لکھے جائیں۔ بلکہ وہ ہمیشہ الگ الگ لکھے جائیں۔ البتہ ان کے درمیان میں فاصلہ اتنا ہو جتنا ایک ہی لفظ کے دو ٹکڑوں کے بیچ میں جیسا کہ ان مثالوں سے واضح ہو گا، جیسے آج کل، بن مانس، بن ڈبی، کل جگ، کل دار، شاہ نامہ، شاہ جہان آباد، شاہ جہان پور، جے پور، اودے پور فرخ نگر"(۷۸)

اردو زبان پر جہاں فارسی زبان کے دیگر اثرات ہوئے ہاں فارسی زبان نے طرزِ املا کے اعتبار سے اردو زبان پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں۔ قدیم فارسی میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کا فائدہ ہے جدید فارسی میں بھی یہ رجحان پایا جاتا ہے۔ ایران سے طبع شدہ فارسی کی کتب میں املا کی یہ صورت دیکھی جا سکتی ہے۔ وہاں املا کو الگ الگ کر کے لکھنا عیب سمجھا جاتا ہے۔ املا کے بنیادی اصولوں میں الفاظ جوڑ کے لکھنا شامل ہے۔ برصغیر میں ابتدا چونکہ تدریس فارسی زبان میں تھی اس کو سرکاری زبان کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ اس لیے فارسی زبان کے لکھنے اور پڑھنے میں فارسی کے اہلِ زبان کی تقلید کی جاتی تھی۔ اس ضمن میں اردو میں جہاں فارسی الفاظ کا وافر ذخیرہ جمع ہوا۔ وہ وہیں فارسی کے طرز پر املا کے طور طریقوں میں بھی بدلاؤ پیدا ہوا اور الفاظ ملا کر لکھے جانے کے ہاں غیر ضروری اور بے جا طور پر الفاظ کا جڑاؤ نظر آتا ہے۔ جو عجیب لگتا ہے املا کی اصلاحات میں املا کے اس پہلو پر بھی توجہ دی گئی اور الفاظ کو ملا کر لکھنے کے بجائے الگ الگ حصوں میں لکھنے کی تجدید پیش کی گئی۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب اردو املا اور رسم الخط میں املا کے قدیم طریقوں اور جدید تر دونوں پہلوؤں کو پیش کیا ہے وہ املا کے قدیم طریقوں میں الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کی بحث کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اصلاح زبان کے حوالے سے انھوں نے املاء کے اس پہلو پر رائے پیش کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس انداز میں الفاظ کو ملا کر لکھنا درست نہیں۔ انھوں نے اس ضمن میں قدیم اور جدید املا کے دونوں صورتیں پیش کی ہیں:

"اردو املا میں بعض الفاظ، حروف کو غیر ضروری طور پر ملا کر لکھے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا غلط املا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کا غلط املا ہے۔ ان کی صحیح صورتیں یہ ہیں۔

| غلط | صحیح |
|---|---|
| اسکو۔ اسکو | اِس کو۔ اُس کو |
| اِنکو۔ انکو | اِن کو۔ اُن کو |
| اسلیے۔ کسکے۔ کیلیے | اِس لیے۔ کس کے۔ کے لئے |
| اسواسطے۔ کسواسطے | اس واسطے ۔ کس واسطے |
| اسقدر۔ کسقدر۔ اسطرح | اس قدر۔ کس قدر۔ اس طرح"(۷۹) |

قدیم اردو املاء میں ایسے بے شمار الفاظ ملتے ہیں جو موجودہ املا سے مختلف صورت میں ہیں۔ ان میں غیر ضروری طور پر الفاظ کی باہمی جڑت نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک لفظ پھل دار ہے۔ یہ دو الفاظ پر مرکب ہے۔ پھل اور دار موجود ہے۔ یہ دوالفاظ کا مرکب ہے۔ پھل اور دار۔ موجودہ املا میں ان دونوں کو الگ الگ لکھا جاتا ہے۔ لیکن املا کے قدیم اسلوب میں یہ پھلدار لکھا ہوا تھا۔ اس طرح روزمرہ کی تحریر میں استعمال ہونے والے الفاظ بھی قدیم املاء میں جڑے ہوئے ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر مجھ کو، تجھ کو، تجھ سے اور مجھے سے اس طرح قدیم املا میں ہم کو اور تم کا املا ہمکو اور تمکو کی صورت میں ملتا ہے۔

کیوں کہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ "کیوں" اور "کہ" قدیم یہ لفظ جڑا ہوا ملتا ہے اور کیوں کہ لکھا جاتا ہے۔ اگرچہ اب اس لفظ کو الگ الگ لکھا جاتا ہے لیکن موجودہ عہد میں بھی بہت سی تحریروں میں یہ لفظ پرانے اصول کے مطابق جڑا ہوا "کیوں کہ" کی صورت میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس طرح لفظ "کیوں کر" کی یہی صورت ہے۔

املا کے پرانے طریقے کے مطابق لفظ خوبصورت یا خوشبو جڑے ہوئے ملتے ہیں لیکن یہ مرکبات ہیں۔ لہٰذا ان کو الگ الگ لکھنا چاہیے۔ املا کے جدید طریقے کے مطابق خوبصورت کا املا خوب صورت اور خوشبو کا املا خوش بو ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب اردو املا اور رسم الخط میں املا کے جڑاؤ اور الگ الگ لکھے جانے کے حوالے سے اردو کے علاوہ انگریزی کے ان الفاظ کو بھی شامل کیا ہے۔ جو اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ انھوں نے انگریزی اور بعض فارسی کے الفاظ کو بھی الگ الگ لکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر درج ذیل فہرست میں چند الفاظ ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں:

| "غلط | صحیح |
| --- | --- |
| ٹیلیویژن ، ٹیلی فون | ٹیلی ویژن ، ٹیلی فون |
| یونیورسٹی یونیفارم | یونی ورسٹی، یونی فارم |
| رہیگا کہیگا، بسیگا | رہے گا، کہے گا، بسے گا |
| دلچسپ۔ دلپسند۔ دلخواہ | دلچسپ، دل پسند، دل خراش، دل خواہ |
| جسکو۔ جسقدر، جسقدر | جس کو، جس قدر، جس قدر |
| راہبر، راہنما، راہگیر | راہ بر۔ راہ نما۔ راہ گیر"(۸۰) |

الفاظ کو الگ الگ صورت میں لکھنے کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے رائے پیش کی ہے کہ تمام مرکبات کو الگ الگ صورتوں میں لکھا جاتا ہے۔ مرکبات باہم اکٹھے نہ لکھے جائیں۔ لفظ کے اوپر لفظ اور حرف کے اوپر حرف لکھنا املا کا غلط طریقہ عبدالستار صدیقی کے رائے کے مطابق جب الفاظ کو توڑ کر یا الگ الگ صورتوں میں لکھا جائے تو اس صورت میں الفاظ کے مابین مناسب فاصلہ رکھا جائے۔

عبدالستار صدیقی کی رائے میں الفاظ کے مابین مناسب فاصلہ ہونا ضروری ہے۔ درست املا کے قواعد میں ہر پہلو کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ جب الفاظ کو الگ الگ صورتوں میں لکھا جا رہا ہو تو اس کے لیے لازم ہے کہ تمام الفاظ کے مابین فاصلہ مناسب اور موضوع فاصلے کے تناسب تمام الفاظ کے لیے اکثر رہنا چاہیے۔ اگر ایک دو لفظ

کے مابین فاصلہ زیادہ اور دو الفاظ کے مابین فاصلہ کم یا بہت ہو تو اس پہلو کو املاء کے مسائل میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس لیے مناسب ہے کہ الفاظ کے مابین فاصلے کا تناسب موزوں اور یکساں ہو۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے مرکبات کو الگ الگ صورت میں لکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ گوپی چند نارنگ نے بھی الفاظ کو اسی صورت میں الگ الگ لکھنے کی تائید کی ہے۔ وہ مرکبات کے حوالے سے رائے پیش کرتے ہوئے چند مرکبات کی مثالیں بھی درج کرتے ہیں:

> "مرکبات میں جہاں تک ہو سکے الفاظ کو الگ الگ لکھا جائے۔ خوب صورت، خوش رنگ، نیک بخت، گل بدن، آج کل، دل لگی، گل دستہ، ہم رنگ، جفا شوار، ثوب خانہ، بت خانہ، فن کار، گل کاری، قلم کار، دست کار، عدم آباد۔ لیکن کچھ مرکبات کو ملا کر لکھنے کا رواج ہو چکا ہے مثلاً شبنم، دستخط، ان کو اس طرح لکھنا چاہیے۔ پیچیدہ ایک لفظ ہے۔ جس کو بعض لوگ پے چیدہ لکھتے ہیں جو بالکل غلط ہے"(۸۱)

مندرجہ بالا اقتباس میں گوپی چند نارنگ نے مرکبات کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے۔ انھوں نے مرکبات کو الگ الگ صورت میں لکھنے کی تلقین کی اور اس حوالے سے چند مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ مرکبات کو توڑ کر لکھنے کے ساتھ ساتھ گوپی چند نارنگ نے چند ایسے مرکبات کے بارے میں بھی عکاسی کی ہے۔ جن کو الگ الگ کر کے لکھنا مناسب نہیں یا جن کو الگ کر کے لکھنا معیوب لگتا ہے۔ اس لیے مروجہ املا کے مطابق مرکبات کو جوڑ لکھنا ہی مناسب نہیں ہے یا جن کو الگ کر کے معیوب لکھنا معیوب لکھتا ہے۔ اس لیے مروجہ املا کے عین مطابق ان مرکبات کو جوڑ کر لکھنا مناسب ہے۔ مثلاً دستخط اور شبنم وغیرہ۔

الفاظ کو توڑ کر لکھنے کے حوالے سے سابقے بھی شامل ہیں۔ اس ضمن میں کوشش کرنی چاہیے کہ سابقوں کو کسی صورت یکجا نہ ہونے دیا جائے اور سابقوں کی تمام صورتوں کا الگ الگ صورت کر کے لکھا جائے۔ بیشتر محققین اس رائے پر متفق نظر آتے ہیں کہ سابقوں کو الگ الگ کر کے لکھا جائے۔ گوپی چند نارنگ نے اس ضمن میں رائے پیش کرتے ہوئے چند سابقوں کی مثالیں پیش کی ہیں:

" سابقہ "بے" کو زیادہ تر الگ ہی لکھا جاتا ہے۔ بے خوف، بے مزہ، بے تحاشہ، بے حساب ، بے بس، بے شک، بے رخی، بے خواب، بے جان، بے رحم، بے ایمان، بے گناہ، بے گھر، بے دھڑک، بے آسرا وغیرہ"(۸۲)

سابقوں کے مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ بعض الفاظ میں "ان" کا سابقہ لگتا ہے۔ جیسے ان پڑھ، ان گھڑ، ان جان اور ان گنت وغیرہ۔ اس طرز کے تمام سابقوں کو بھی الگ الگ لکھنا چاہیے۔

اردو املا میں الفاظ کو الگ الگ صورت میں لکھنے کے متعدد اسباب ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ الفاظ میں شامل حروف کے شوشے دائرے اور دیگر ذیلی علامات باہم گڈ مڈ ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے الفاظ کی تفہیم مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ الفاظ کو بہتر اور آسان انداز میں سمجھنے کے لیے بھی ان کا الگ الگ صورتوں میں لکھا جانا ضروری ہے۔

اردو میں یورپی زبانوں کی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ ان میں بعض الفاظ طویل صورت کے حامل ہیں۔ ان کو ملا کر لکھنا مشکل اور اس حوالے سے غلطی کا امکان بھی موجود رہتا ہے۔ اسی لیے اس طرز کے تمام الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھے جائیں تا کہ ان کی درست تلفظ کے ساتھ ادائیگی ممکن ہو سکے اور ان الفاظ کی املا میں غلطی کے امکانات سے بچا جا سکے۔ اردو میں اس طرز کے بیشتر الفاظ بطور مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اردو املا اور رسم الخط کی اصلاحات کے لیے جنوری 1944 میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اس کمیٹی نے اردو کے رسم الخط اور املاء کے حوالے سے اپنی اصطلاحات پیش کیں۔ ان اصلاحات میں بہت سے پہلوؤں کو شامل کیا جن میں الفاظ کو جوڑ کر اور الگ کر کے لکھنے کا معاملہ بھی شامل تھا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ فارسی زبان کے وہ الفاظ جو فارسی میں کبھی جوڑ کر کبھی الگ صورت میں لکھے جاتے ہیں لیکن فارسی میں جن الفاظ کو املا دونوں صورتوں میں ملتا ہے اردو میں کہ ان کا الگ صورت میں لکھا جاتے ہیں یعنی فارسی جن الفاظ کے املا دونوں صورتوں میں ملتا ہے اردو میں ضروری ہے کہ ان کے املا الگ الگ صورت میں لکھا جائے یا اردو میں فارسی زبان کے بہت سے الفاظ مثلاً یہ ،نہ، چہ وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔ اس قسم کے تمام الفاظ کے لیے اصول طے پائے کے تمام الفاظ کو الگ الگ لکھا جائے۔ رشید حسن خاں نے ان الفاظ کی وضاحت میں لکھا ہے:

"فارسی لفظ بہ ،نہ،چہ، کہ ہے وغیرہ جو خود فارسی میں کبھی دوسرے لفظ سے ملا کر کبھی الگ لکھے جاتے ہیں اور عبارت میں الگ لکھے جائیں۔ جیسے بہ خوبی، بہ ہر حال، بہ کمال شفقت، بہ دولت، نہ خورد، نہ گفت، چہ کنم، چہ می گوئی، حالاں کہ، بل کہ، چوں کہ، چناں چہ، غرض کہ، بہ شرطِ کہ، بے شک، بے تماشہ، بے محابہ وغیرہ"(۸۳)

"بہ "فارسی کی طرز پر اردو میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کی املا میں متعدد صورت نظر آتی ہیں۔ بعض صورتوں میں یہ لفظ،الفاظ کے شروع میں آتا ہے اور بعض صورتوں میں الفاظ کے درمیان میں فارسی زبان میں اس قسم کے تمام الفاظ ملا کر بھی لکھے جاتے ہیں لیکن اردو میں قاعدہ طے پایا کہ اگر ایسے الفاظ شروع میں ہوں یا درمیان میں انھیں علاحدہ کر کے لکھا جائے گا۔ اردو کے ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن میں "بہ "کا لفظ درمیان میں آتا ہے۔ جیسے دم بہ دم، دم بہ خود، ان بہ دن، دن بہ دن، سال بہ سال، جان بہ لب، اور سر بہ فلک وغیرہ ۔ اس قسم کے تمام الفاظ کے لیے قاعدہ ہے کہ ان الگ کر کے لکھا جائے۔

اردو میں اعداد لکھنے کے حوالے سے بھی پیچیدگی کشمکش کی صورت پیدا ہوتی ہے کہ الفاظ کو جوڑ کر لکھا جائے یا الگ صورت میں اس حوالے سے محققین نے رائے پیش کی ہے کہ ان اعداد کو الگ الگ صورت میں یعنی توڑ کر لکھا جائے جن کو ملا کر لکھنے سے پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔ عام طور پر اناسی سے لے کر ننانوے تک کے اعداد شامل ہیں۔ رشید حسن خاں ان اعداد کی املا کے بارے میں لکھتے ہیں:

"البتہ نواسی سے ننانوے تک کچھ الجھن ہو سکتی ہے۔ شاید اس کی وجہ نوسے ننانوے تک کے اعداد، اعدادِ ترتیبی صورت میں اکثر استعمال نہیں ہوئے۔ اس بنا پر نامانوس پن کا احساس ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں طریقہ یہ رہے گا کہ نواسی سے ننانوے کے اعداد میں "واں اور ویں" کو ملا کر نہیں لکھا جائے اور یہ اس لیے کہ یہ اعداد ترتیبی کی طرح ان کو ملا کر لکھنے میں عددی وضاحت ذرا کم ہو جاتی ہے اور بعض صورتوں میں کسی طرح کے اقتباس بھی ہو سکتا ہے ان اعداد کی صورت یہ ہوگی۔اناسی واں، اناسی ویں، اسی واں، اسی ویں، اکیاسی واں، اکیاسی ویں، نواسی واں، نواسی تک۔ یہ خیال رہے کہ ان تمام اعداد میں اعداد متعین

کی "ی" تلفظ میں بہت خفیف ہو کر آتی ہے یعنی اکیاسی واں کا تلفظ اکیاسواں کی طرف ہوتا ہے۔ مگر اس میں "ی" کو لکھا ضرور جائے گا"(۸۴)

اردو زبان میں املا کے حوالے سے اپنے طے کردہ اصول وضوابط ہیں۔ ان کا اطلاق تمام زبانوں کے الفاظ پر یکساں انداز میں ہوتا ہے جو اردو میں مستعمل ہیں۔ اس طرز کے بیشتر الفاظ اردو میں استعمال ہوتے ہیں جو دوسری زبانوں سے ہیں۔ ان کی اخذ کردہ زبانوں میں جو صورت بھی ہو اردو املا میں وہ اردو کے طریقہ املا کے مطابق لکھے جائیں گے۔ مثال کے طور پر اردو میں انگریزی زبان کے الفاظ کا استعمال ملتا ہے۔ انگریزی میں (Spelling) کا نظام ہے اور الفاظ کو جوڑ کر لکھا جاتا ہے لیکن اردو میں انگریزی کے طویل الفاظ توڑ کر لکھے جائیں گے۔ مثال کے طور پر یونیورسٹی کا درست املا یونی ورسٹی ، پارلیمنٹ کا کا درست املا پارلی منٹ، کانفرنس کا درست املا کان فرنس ہے۔ انگریزی سے اردو میں استعمال ہونے والے اسماء کے بارے میں بھی یہی قاعدہ اپنایا جائے گا۔ مثال کے طور پر گلکرسٹ کا درست املا گل کرسٹ ہو گا۔ انگریزی کی تمام طویل الفاظ کو توڑ کر لکھا جائے گا اس سے قطع نظر کہ انگریزی زبان میں انھیں کس طریقے کے مطابق لکھا جاتا ہے۔

الفاظ کو توڑ کر لکھنے کا بنیادی مقصد الفاظ کی درست تفہیم اور آسانی ہے۔ اگر الفاظ کو جوڑ کر لکھا جائے تو اس حوالے سے بہت سی پیچیدگیاں حائل رہتی ہیں۔ الفاظ کی درست تفہیم اور تحریر میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے الفاظ کو توڑ کر لکھا جاتا ہے۔ رشید حسن خاں نے املا کو توڑ کر لکھنے کی تاکید کی ہے۔ وہ الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کی اس وجہ سے بھی نفی کرتے ہیں کہ اس وجہ سے عبارت میں فکری حالتوں کی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ رشید حسن خاں توڑ کر لکھنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "مختصر نویسی اردو کا امتیازی وصف ہے مگر اس کو ایک حد کے اندر اپنانا چاہیے۔ اگر اس سے تلفظ اور کتابت دونوں کو الجھن پیدا ہوتی ہو تو اس سے فائدہ؟ اردو اگر اس طرح نہ لکھنے سے دونوں آسانیاں ہاتھ آتی ہوں اور لفظ پر کوئی اثر نہ پڑتا ہو تو کیا برائی ہے پھر یہ بھی دیکھیے کہ ایسے بھی حرف ہیں جو ملا کر لکھے ہی نہیں جاسکتے۔ جب یہ حرف بیچ میں آجائیں تو لفظ خود بخود ٹوٹ جاتا ہے اور دو یا دو سے زیادہ ٹکڑوں میں بٹ جاتا ہے۔ جیسے فر فر اور پڑھاؤں گا کو کس

طرح لکھیں گے ؟اور پڑھ رہا ہوں تو کیا پڑھ رہا ہوں لکھنا پسند کریں گے ؟ اور کیا کمقسمت لکھنا گوارا کریں گے ؟"(۸۵)

اردو املا میں جہاں بعض الفاظ کو توڑ کر یا الگ کر کے لکھنا درست قرار پاتا ہے وہاں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کو الگ الگ کر کے لکھنے کی بجائے یکجا صورت میں لکھنا بہتر ہے۔ ان میں بعض مفرد اور بعض مرکب الفاظ شامل ہیں۔

اردو املا میں کوشش کی جاتی ہے کہ مفرد الفاظ کو بھی جہاں تک ممکن ہو الگ الگ کر کے لکھا جائے۔ بہت سے مفرد ایسے ہیں جو الگ الگ صورت میں لکھے جاسکتے ہیں لیکن بعض مفرد ایسے جن کو الگ الگ کر کے لکھنا معیوب لگتا ہے۔ ایسے تمام مفردات کو ایک ساتھ لکھنا ضروری ہے۔

املا میں سابقے اور لاحقے بھی ہمیشہ الگ الگ لکھے جاتے ہیں۔ بعض سابقے اور بعض لاحقے ایسے ہیں۔ جو الگ الگ صورت میں لکھنے کی بجائے یکجا کر کے لکھنا مناسب ہے۔ ان میں چند لاحقے ایسے ہیں جو الفاظ کا جزو بن چکے ہیں۔ اگرچہ یہ مرکبات ہی لیکن مرکب کی بجائے مفرد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لیے اس طرز کے لاحقوں کو ملا کر لکھنا مناسب ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

"چند لاحقے ایسے ہیں کہ وہ جن الفاظ کے ساتھ آئے ان کا جز وہ بن کر رہ گئے ہیں۔ اردو ادب ایسے مرکبات مفرد معلوم ہوتے ہیں۔ ان لاحقوں سے مرکب الفاظ کو ملا کر ہی لکھا جائے گا"(۸۶)

اردو میں اس قسم کے بہت سے الفاظ ہیں جن میں لاحقے مل کر مرکب کی صورت پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر لڑکپن اور بچپن کے الفاظ میں پن لاحقہ ہے لیکن یہ لاحقہ ان تمام کے ساتھ یکسر طور پر ہم آہنگ نظر آتا ہے۔ اب لڑک پن، بچ پن یا جھٹ پن لکھنا غلط املا کی ذیل میں شمار ہو گا۔ ان تمام الفاظ کو لاحقے کے ساتھ ملا کر لکھنا ہی مناسب ہے۔

اس طرح "وار" ایک لاحقہ ہے۔ جو مختلف الفاظ کے ساتھ مل کر مرکب بناتا ہے لیکن اردو میں بعض الفاظ کے ساتھ وار کا لاحقہ اس طرح ہم آہنگ نظر آتا ہے کہ یہ الفاظ مفرد معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً بزرگوار ،شاہوار، سوگوار، اہوار وغیرہ ان تمام الفاظ میں وار کا لاحقہ شامل ہے کہ لیکن ان الفاظ میں لا کر لفظ کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ نظر آتا ہے کہ ان الفاظ میں مفرد لاحقے کو الگ کر دیے جائے تو یہ الفاظ بزرگ دار، شاہ دا ر، راہ دار اور سوگ دار کی صورت اختیار کرلیں گے۔ جہاں ان کا املا میں مسائل پیدا ہوں گے۔ وہاں اس صورت میں اجنبیت کا احساس بھی ہوگا اور اس طرح قرات میں بھی الجھن ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ اس طرح کے الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھنے کی بجائے ایک ساتھ لکھا جائے۔

فارسی زبان کے زیر اثر اردو میں بہت سے لاحقے استعمال ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر "گیں" ایک لاحقہ ہے۔ یہ مختلف الفاظ کے ساتھ مل کر مرکب بناتا ہے لیکن اردو میں ایسے بہت سے مرکبات استعمال ہوتے ہیں جن میں "گیں" کا لاحقہ مفرد کی صورت میں نظر آتا ہے۔ مثلاً سرنگیں شرنگیں، غمگین اور خشمگیں وغیرہ۔ اگر ان الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھا جائے تو شرم گیں، سرم گیں، غم گیں، خش مگیں کی صورت میں لکھے جائیں گے۔ اس لیے ان تمام الفاظ کو الگ لکھنے کے بجائے اکٹھا لکھنا ہی موزوں ہے اور یہی درست املا تصور کیا جائے گا۔ رشید حسن خاں نے ایسے مرکبات کو ملا کر لکھنے کی تجویز پیش کی جن پر مرکب کے بجائے مفرد کا گمان ہوتا ہے:

"کچھ مرکبات ایسے ہیں جو مفرد لفظوں کے سانچے میں ڈھل چکے ہیں۔ ایسے لفظوں کو اس طرح لکھا جائے یا جس طرح وہ لکھے جاتے ہیں جس جیسے کہ خضدار، شبنم اور زمیندار یہ لفظ مرکب ہے مگر اب یہ مفرد معلوم ہوتے ہیں۔ اگر ان کو توڑ کر لکھا جائے تو لفظ کی صورت پر اجنبیت کا رنگ پھر جائے گا۔ ایسے لفظوں کو رسم عام کے مطابق ہی لکھا جائے گا"(۸۶)

اردو املا کے قواعد میں الفاظ کو توڑ کر یا الگ الگ صورت میں لکھنے کا قاعدہ شامل ہے۔ اس میں الفاظ کی مختلف صورتوں کو الگ الگ کر کے لکھنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔ الگ صورت میں لکھے جانے والے الفاظ میں مفرد اور مرکب دونوں الفاظ شامل ہیں لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو ملا کر لکھا جانا ضروری ہے کیوں کہ یہ الفاظ اگر الگ الگ کر کے لکھے جائیں املا میں اجنبیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور غلطی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

## ب

## تقابلی جائزہ

اردو حروف تہجی میں الف کو دو طریقوں سے لکھا جاتا ہے۔ الف ممدوعہ اور الف مقصورہ۔ الف ممدوعہ پر مد ہوتا ہے۔ جب کہ ال مقصورہ "ا" کی صورت میں لکھی جاتی ہے۔ املا کے مسائل میں ممدوعہ کے مسائل پیدا نہیں ہوتے کیوں کہ علامت "مد" اس کو واضح کر دیتی ہے اور اس کا املا اور تلفظ واضح حیثیت میں اظہار پاتا ہے۔ املا میم غلطی الف مقصورہ کے استعمال میں ہوتی ہے۔ خاص طور پر یہ وہ الفاظ جن کے آخر میں الف مقصورہ شامل ہو یا جن کا اختتام والے مقصورہ کی صورت میں بعض اوقات انھیں الف کی بجائے "ہ" سے لکھ دیا جائے۔ مثال کے طور پر رکشا کو رکشہ لکھا جاتا ہے۔ اس طرح ہمارا کو "ہمارہ" لکھ دیا جاتا ہے۔ الف مقصورہ کی بحث کے تقابلی جائزے میں تمام محققین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ ایسے الفاظ جن کا اختتام الف مقصورہ پر ہو انھیں الف سے ہی لکھا جائے اور ہائے ہنوز کا استعمال نہ کیا جائے۔

رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور عبد الستار صدیقی نے الفاظ کے آخر میں الف مقصورہ استعمال کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس ضمن میں تمام محققین اس رائے پر متفق نظر آتے ہیں انھوں نے ان الفاظ کی فہرستیں بھی شامل ہیں جن کو الف مقصورہ سے لکھا جانا چاہیے۔

محققین نے عربی کے قاعدے کے مطابق ان بعض الفاظ کے اختتام پر الف کی بجائے ہائے ہوز لکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ وہ عربی قواعد کے مطابق درست قرار پاتے ہیں۔ رشید حسن خاں ہائے ہوز کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اردو میں استعمال ہونے والا لفظ طالب علم ہے۔ طالب علم عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ لفظ اردو میں بھی مستعمل ہے۔ اس کی جمع طلبہ ہے۔ اس کو جمع بناتے وقت اردو قاعدے کے مطابق الف سے لکھ دیا جاتا ہے۔ اس کو الف لے سے لکھنے کے بجائے ہائے ہوز سے لکھنا چاہیے اور اس کا درست املا طلبہ ہے۔ تقابلی جائزے میں تمام محققین اس لفظ کو ہائے ہوز سے لکھنے پر متفق نظر آتے ہیں۔ یہی احوال لفظ صوفی کا ہے۔ صوفی کو جمع بناتے وقت

الف سے "صوفیا" لکھ دیا جاتا ہے۔ صوفی کی جمع بھی طلبہ کے طرز پر الف کے بجائے ہائے ہوز سے لکھنا چاہیے۔ اس کا درست املاء "صوفیہ" ہے۔

الف ممدودہ اور الف مقصورہ کی بحث میں ہائے ہوز بھی شامل ہے۔ تمام محققین نے الف کی بحث میں ہائے ہوز کی صورت اور اس کے استعمال کے بارے میں اظہارِ خیال کیا۔ رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور عبد الستار صدیقی الف کا درست استعمال کی توضیحات کی توزیاد میں ہائے ہوز کو شامل کرتے ہیں۔

اردو املا کے مسائل میں ہم آواز الفاظ کے استعمال کے حوالے سے پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان الفاظ میں ت اور ط بھی شامل ہیں۔ املا میں ان الفاظ کی اصوات کی وجہ سے دوسرے کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے جس کے سبب املا میں غلطی پیدا ہوتی ہے۔

تقابلی جائزے میں تمام محققین اس پہلو پر متفق ہیں کہ اردو میں عربی زبان کے زیر اثر ت کو دو صورتوں "ت" اور "ۃ" میں لکھا جاتا تھا۔ "ت" کی یہ دونوں صورتیں اردو املا میں استعمال ہوتی رہی ہیں۔ بعد ازاں یہ طے پایا کہ ت کو دو مختلف صورتوں میں لکھنے کے بجائے ایک ہی صورت سے لکھنا چاہیے اور "ۃ" کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں رشید حسن خاں، عبد الستار صدیقی، گوپی چند نارنگ، عرفان رامے اور ڈاکٹر فرحان فتح پوری نے "ت" کے استعمال کے ساتھ ان الفاظ کا اندراج بھی کیا ہے۔ جن میں ت کا استعمال ہونا چاہیے۔ تقابلی جائزے میں تمام محقق اس پہلو پر متفق ہیں کہ ت کا استعمال کن الفاظ میں اور کس طرز پر ہونا چاہیے۔

املا میں دوسرا مسئلہ ت اور ط، کے استعمال کا ہے۔ ت اور ط کو غلطی سے ایک دوسرے کی جگہ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ محققین کی آراء کے تقابلی جیسے میں واضح ہوتا ہے کہ تمام محققین اس عمل پر متفق ہیں کہ ہندی یا اردو کے الفاظ ط کی بجائے ت سے لکھنے چاہیں۔ اس ضمن میں بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر "توتا "ہندوستان کا پرندہ ہے۔ اس کو عمومی طور پر "ط" سے لکھا جاتا ہے۔ "طوطا" حالاں کہ "ط" عربی لفظ ہے۔ اس لیے طوطا ط کے بجائے ت سے توتا لکھنا چاہیے۔

بعض عربی الفاظ ایسے ہیں جن کو ط سے لکھنا درست ہو گا جب کہ غلطی سے انھیں "ط" کی بجائے ت سے لکھ دیا جاتا ہے۔ جس سے املا غلط قرار پاتا ہے۔ ایسے الفاظ میں لفظ "طیارہ" شامل ہے۔ جو کہ عربی لفظ "طیار" سے ہے اوراس کے معنی پرواز کے ہیں۔ اس کو "ت" سے "تیارہ" لکھنا غلط املا ہے۔

ت اور ط کی بحث کے تقابلی جائزے میں واضح ہوتا ہے کہ تمام محققین اردو میں عربی کی طرز پر ت کی دو صورتوں کی بجائے ایک صورت ایک استعمال پر زور دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان الفاظ میں جن کا تعلق ہندوستان کے سرزمین سے ہے انھیں "ط" کے بجائے ت سے لکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ البتہ عربی کے چند الفاظ کے لیے "ط" کا استعمال لازمی قرار پاتا ہے۔

اردواملا کے جائزے میں واضح ہوتا ہے کہ بہت سے الفاظ کے املا میں مسائل لفظوں کی صوتی ہم آہنگی کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں۔ اردو زبان میں صوتی اعتبار سے اسے کئی حروف تہجی شامل ہیں۔ جن کی اصوات ایک جیسی ہے۔ مثال کے طور پر "ز" اور "ذ" اگرچہ یہ دو مختلف الفاظ ہیں لیکن ان کے اصوات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور انھیں ایک دوسرے کے متبادل املا میں استعمال کرلیا جاتا ہے۔

ز، اور ذ، کے تقابلی مطالعے میں رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ کی آرا میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ ذال والے الفاظ کو زے اور زے والے الفاظ ذال سے لکھنا املا کی غلطی میں شمار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے عربی زبان کے لفظ آذر بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔ آزر کا املا زے کے ساتھ ہے۔ اس کو ذال کے ساتھ لکھنا نامناسب ہے۔ اس طرح اسم "زکریا" ہے۔ اس کا املا "ز" کے ساتھ ہے نہ کہ "ذ" کے ساتھ۔ زکریا کو بعض اوقات ذکر کی بجائے زال سے لکھ دیا جاتا ہے جو کہ املا کی غلطیوں میں شمار ہوتا ہے یہی احوال لفظ ازدہام کا ہے۔ جس کو کبھی اذدہام تو کبھی اژدہام لکھا جاتا ہے جب کہ اس کا درست املا "زے" کے ساتھ ازدہام ہے۔ ز اور ذ کے تقابلی جائزے میں محققین کی آرا سامنے آتی ہے کہ بہت سارے الفاظ ایسے ہیں جن کو اگر ذال کی جگہ زے اور زے کی جگہ ذال کا استعمال کیا جائے تو معنوی اعتبار سے تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور لفظ کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر درخواستوں میں لفظ گزارش "زے" کے ساتھ لکھا جاتا ہے اس کا مطلب عرضِ حال ہے لیکن اگر اس کو زے کی بجائے ذال سے لکھا جائے یعنی گذارش تو اس کا مفہوم بدل جائے گا۔ گذارش کا مطلب چھوڑنا، بنتا ہے۔

زے اور ذ کے تقابلی جائزے میں واضح ہوتا ہے کہ جس طرح بعض الفاظ کو زیر سے لکھنا درست ہے اسی طرح بعض الفاظ کو زیر کی بجائے ذال سے لکھنا درست قرار پاتا ہے۔ اردو املا میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ گوپی چند نارنگ اور رشید حسن خاں نے زال کے استعمال کے حوالے سے ان الفاظ کے ماخذات کو بھی درج کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ذال سے لکھے جانے والے الفاظ کو زیر سے لکھنا قواعد کے منافی ہے۔ اس سے جہاں لفظ کی سورت بدلتی ہے وہیں معنوی اعتبار سے مفہوم میں بھی تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے۔

"زے" کے ساتھ صوتی اعتبار سے ہم آہنگ ایک اور لفظ "ظ" ہے۔ اردو املا میں بعض اوقات غلطی سے زے، کی جگہ "ظ" کا استعمال کر لیے جاتا ہے۔ زے کی جگہ ظ کے استعمال سے لفظ کی ساخت میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ اس کی معنویت بھی بدل جاتی ہے۔ یہی احوال ذال اور ظ کا ہے۔ بہت سے لفظ ایسے ہیں جن میں ذال اور ظ کے استعمال میں کشمکش پائی جاتی ہے۔ ان الفاظ کے تقابلی جائزے میں تمام محققین اس امر پر متفق ہیں کہ الفاظ میں حرف کی تبدیلی سے معنی کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ذال کے ساتھ لفظ نذر کے معنی اور ہیں اور ظ کے ساتھ لفظ نظر کے معنی اور ہیں۔

اردو میں ایک اہم لفظ "ژ" ہے۔ "ژ" سے بہت کم الفاظ بنتے ہیں۔ ژ کے مباحث کے تقابل میں مسعود حسن خان کا نظریہ یہ ہے کہ اس لفظ سے میں تین الفاظ بنتے ہیں اور اردو حروف میں یہ حروف اضافی صورت میں شامل ہے۔ کیوں کہ ان تین الفاظ میں دو الفاظ ایسے ہیں جن کا املا "ز" کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔

"ژ" کی بحث میں رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ مسعود حسین کی اس رائے سے اختلاف کرتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ اس لفظ کی اردو حروف تہجی میں انفرادیت ہے۔ بلکہ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو صرف "ژ" سے لکھے جا سکتے ہیں۔ ان کا املا کے لیے حروف تہجی کے متبادل کے طور پر دوسرا کوئی لفظ موجود نہیں۔ رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ، مسعود حسن خان کے نظریے سے اختلاف کرتے ہوئے ان الفاظ کی فہرست شامل کی ہے۔

"ژ" فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو میں فارسی زبان کے بیشتر الفاظ شامل ہیں۔ ان الفاظ کو درست تلفظ "ژ" سے ہی ممکن ہے۔ فارسی کے اردو زبان میں شامل الفاظ کو "ژ" کے علاوہ کسی اور حرف سے لکھنا ممکن

نہیں۔ اس تناظر میں "زے"، "ژ" کا متبادل نہیں سکتا۔ مسعود حسن خان نے صوتی اعتبار سے جہاں "ژ" کے حروف کی نفی کرتے ہوئے اس سے اردو حروف تہجی میں اضافی لفظ دیا ہے۔ رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور عبد الستار صدیقی نے اس لفظ کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اسے نمایاں کیا ہے۔ "ژ" کے مباحث کے تقابل میں مسعود حسین خان کے علاوہ تمام محققین متفق نظر آتے ہیں۔

اردو املا کے مسائل میں ک اور گ کی بحث بھی شامل ہے۔ اس بحث کے تقابلی مطالعے میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، عبد الستار صدیقی اور رشید حسن خاں نے اس نظریے کی تائید کی ہے کہ فارسی زبان کے اثرات کی وجہ سے اردو میں ک اور گ کے استعمال میں پیچیدگی اور کشمکش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ تقابلی جائزے میں تینوں ناقدین کے ہاں اس ضمن میں نکہت کے لفظ کی مثال ملتی ہے۔ نکہت کا درست املا "ک" کے ساتھ ہے۔ جب کہ بعض اوقات غلطی سے اس کو "گ" کے ساتھ نگہت لکھا جاتا رہا ہے۔ محققین اس کے پس منظر میں فارسی کے مصادر درج کر کے مثال واضح کرتے ہیں کہ اس کی وجہ فارسی مصادر افگندن، شگفتن اور کشادن وغیرہ مستعمل ہیں۔ بعض مصادر میں ک جب کہ بعض مصادر میں گ کا حروف استعمال ہوا ہے۔

ایک زبان کے الفاظ جب دوسری زبان میں شامل ہوتے ہیں تو نہ صرف ان کے املاد تبدیل ہوتا ہے۔ بلکہ ان الفاظ کے معانی و مطالب میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔

اردو املا میں نون کو اس لیے بھی اہمیت حاصل ہے کہ تمام مصادر کے آخر میں "نا" کی علامت آتی ہے۔ اردو زبان کے محققین نے "ن" کے استعمال کے بارے میں اپنے آراء پیش کی ہیں۔ اس ضمن میں ایک پہلو یہ ہے کہ بعض مصادر میں دو نون اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ایک نون پہلے حرف کے جزو کی حیثیت سے شامل ہوتا ہے جب کہ دوسرا نون، علامتِ مصدر "نا" کے طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں املا میں عام طور پر یہ غلطی پائی جاتی ہے کہ دو ن لکھنے کے بجائے ایک نون لکھ کر اس پر شد ڈال دی جاتی ہے۔ یہ اردو کے قواعد کے منافی عمل ہے۔ محققین نے اس طرز پر نون کے استعمال کی تردید کی۔ نون پر شد ڈال کر لکھنے کی مخالفت کی ہے۔ اس ضمن میں محمد عرفان رامے نے بھی یہی رائے پیش کیہے۔

نون کے ضمن میں ایک اور پہلو عربی قاعدے کے مطابق نون اور ب کے ادغام کے حوالے سے ہے۔ نون اور ب کے ادغام کے حوالے سے ہے۔ عربی میں "میم" کی آواز پیدا ہوتی ہے۔اس تناظر میں اس حوالے سے اردو میں بھی نون اور ب کے ادغام سے "میم" آواز مراد لی جانے لگی۔ اگرچہ عربی میں اس قاعدے کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن اردو میں اس طرح املا لکھنا مناسب نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین نے اردو میں نون اور ب کے ادغام سے "میم" کے آغاز مراد لینے کے بجائے میم لکھنے کی تائید کی ہے۔

اردو میں صوتیات میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے بعد نون غنہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ مثلاً ماں، کہاں، جہاں وغیرہ۔ ماضی میں ان الفاظ کو نون غنہ کے بغیر لکھا جاتا تھا۔ لیکن جدید املاء میں اس قبیل کے تمام الفاظ کے ساتھ نون غنہ کا استعمال لازمی قرار پاتا ہے۔

رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے نون غنہ کی بحث میں یہ پہلو بھی شامل کیا ہے کہ بہت سے الفاظ پر استعمال کی گنجائش نہیں ہے۔ مثلاً کرانچی کا لفظ اس لیے ان تمام الفاظ میں نون کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ جن میں اس کا استعمال اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے غلط استعمال کے سبب املا میں غلطی پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے مناسب استعمال کے ساتھ محققین نے اصول وضع کر دیے ہیں۔

واؤ کا حرف اب باقاعدہ طور پر اردو حروف تہجی میں شامل ہے۔ لیکن تمام محققین اس پر متفق ہیں کہ ابتدا میں واؤ کا لفظ بطور حرف نہیں بلکہ بطورِ علامت استعمال ہوتا تھا۔ اس ضمن میں اختر حسین مصباحی، رشید حسین خان اور گوپی چند نارنگ نے قدیم املا سے مثالیں درج کی ہیں۔ جس میں واؤ کا حرف بطور حرف نے بلکہ بطور علامت استعمال ہوا ہے۔ واؤ کا لفظ املا میں پیش کی علامت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس کو حروف تہجی میں قبول کر لیا گیا۔

قدیم املا میں ایسے الفاظ شامل ہیں جن میں واؤ کا حرف شامل ہے۔ جدید املا میں ان حروف سے واؤ کا حرف حذف کر کے علامت کو پیش کے ساتھ شمار کیا جاتا ہے۔ چونکہ اب علامت کے لیے پیش استعمال ہونے لگا ہے۔ لہٰذا واؤ کے استعمال میں احتیاط ضروری ہے کہ واؤ ڈال کر شمار ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر

فرمان فتح پوری، رشید حسن خاں اور گوپی چند نارنگ اس پہلو کی تائید کرتے ہیں۔ اردو میں واؤ کا استعمال ابتدائی طور پر پیش علامت کے طور پر ہوتا تھا۔ بعد ازاں اس حرف کو تبدیل کر دیا گیا۔

املا میں واؤ کے استعمال کی غلطیوں میں غلطی صورت میں بھی پیدا ہوتی ہے کہ الفاظ میں غیر ضروری طور پر واؤ کا حرف شامل کر لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر دکان کا لفظ جس طرح کے الفاظ میں واؤ کے استعمال کی گنجائش نہیں ہے۔ محققین اس امر پر متفق ہیں کہ مصادر میں جہاں واؤ کا استعمال ملتا ہے۔ وہاں اس مصدر سے بننے والے مشتقات میں بھی بعض اوقات غلطی سے واؤ شامل کر لیا جاتا ہے۔ جس سے املائی غلطی پیدا ہوتی ہے۔ واؤ کے استعمال کے حوالے سے رشید حسن خاں، گوپی چند نارنگ اور محمد عرفان رامے نے قدیم املا کی مختلف صورتوں کی پیشکش کی ہے۔ اس ضمن میں ایسے تمام الفاظ کی فہرست مرتب کر کے وضاحت کی گئی کہ جدید املا میں الفاظ کے ساتھ واؤ کا استعمال کرنا متروک قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً پہنچنے کا پرانا املا پہنچے یا پہونچا ہے۔ اب ان الفاظ میں واؤ کا استعمال کرنا املا کی غلطی شمار ہوتا ہے۔

رشید حسن خاں نے واؤ کی ذیل میں دلہن اور دلہا کے الفاظ بھی شامل کئے ہیں۔ واؤ کی ذیل میں دلہن کا لفظ دلہا کے الفاظ بھی شامل کیے ہیں اور وضاحت کی ہے کہ دلہن کا لفظ دال پر پیش کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ گوپی چند نارنگ نے بھی لفظ دلہن کو پیش کے ساتھ لکھنے کی تائید کی ہے اور وضاحت کی ہے کہ اس لفظ میں واؤ کا استعمال ممنوع ہے۔ البتہ دولہا کا لفظ دال پر پیش اور دال کے ساتھ واؤ دونوں صورتوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ محققین امر پر متفق ہے کہ دولہا اور دولہا دونوں صورتوں میں لکھنا مناسب ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ املا درست تصور ہو گا۔

اردو حروف تہجی میں بہت سے حروف ایسے ہیں جو صوتی اعتبار سے ایک جیسی آوازیں پیدا کرتے ہیں اور اس وجہ سے الفاظ میں ان کے استعمال کی صورت میں مغالطے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان حروف میں "ہ" کا حرف بھی شامل ہے۔ اردو حروف تہجی میں "ہ" کو درست میں لکھا جاتا ہے۔ ہائے ہوز اور ہائے مخلوط ہی میں لکھی جاتا ہے۔ اردو حروف تہجی میں ہائے ہوز کے بارے میں محققین کے ہاں متفرق آرا پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی ہائے ہوز کو اردو حرف تہجی کا شمار نہیں کرتے ہیں اور اس سے حرکت مراد لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ لفظ میں مصموتے کی حرکت کے لیے ہائے ہوز کا استعمال کیا جاتا ہے۔

گوپی چند نارنگ نے عبد الستار صدیقی کے رائے سے اختلاف کرتے ہوئے ہائے ہوز کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ ہائے ہوز محض حرکت نہیں بلکہ حرف شمار ہوتی ہے اور اس کے بغیر اردو کا رسم و الخط مکمل نہیں ہوتا۔

رشید حسن خاں اور عرفان رامے میں نے اپنی آرا میں وضاحت کی ہے کہ ہائے ہوز املا میں چار صورتوں میں استعمال ہوتی ہے لفظ کی ضرورت اور مقام کے اعتبار سے اس کی صورت تبدیل ہو جاتی ہے۔

درست انداز میں املا کے لیے اردو کا صوتی نظام سمجھنے کی ضرورت ہے۔ صوتی اعتبار سے شناسائی نہ ہونے کی وجہ سے حروف کا غلط انداز میں استعمال ہوتا ہے۔ یہی احوال ہائے ہوز و ہائے مخلوط کا ہے۔ اردو زبان میں ہندی کے زیر اثر بھاری آوازیں پائی جاتی ہیں۔ ان کو اصطلاح میں "مہکار" آوازیں کہتے ہیں۔ رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ مہکار آوازوں کے لیے اردو حروف تہجی میں دو چشمی ھ یا ہائے مخلوط موجود ہے۔ اس لیے بھاری آوازوں کے بجائے ہائے مخلوط کے استعمال کرنا چاہیے۔ جیسے بھ، پھ، تھ، تھ اور لھ وغیرہ

گوپی چند نارنگ کی رائے میں اردو املا کے مسائل میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس میں فارسی قاعدوں کی پاسداری کی جاتی جب کہ اردو زبان کا مزاج فارسی سے مختلف ہے۔ رشید حسن خاں نے بھی اس خیال کی تائید کی ہے۔ اردو املا میں فارسی کے زیر اثر ہائے ہوز کی بجائے ہائے مخلوط کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس سے املا کی غلطی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے ھے، مجھے ھوا اور ھندوستان وغیرہ۔ ایسے تمام الفاظ کو دو چشمی ھ کی بجائے ہائے ہوز سے لکھنا چاہیے۔ گوپی چند نارنگ کی رائے میں ان الفاظ کا درست املا ہے۔ یہ ہوا، ہندوستان، دہلی اور ہمیشہ کی صورت میں لکھا جائے گا۔ اردو املا پر فارسی زبان کے اثرات میں یہ پہلو بھی شامل ہے کہ الفاظ ملا کر لکھا جانا فارسی میں مفرد اور مرکب الفاظ کی ملا جوڑ کر لکھا جاتا ہے۔ اردو املا میں الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کے حوالے سے گوپی چند نارنگ، فرمان فتح پوری اور رشید حسن خاں اس نقطے پر متفق نظر آتے ہیں کہ اردو زبان میں املا کو ملا کر لکھا جانا عربی رسم الخط اور طرز تحریر کی بدولت ہے۔

اردو املا کے اصول ضوابط کے مطابق الفاظ کو ملا کر لکھنے کے بجائے الگ الگ کر کے لکھنا مناسب ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبد الستار صدیقی، گوپی چند نارنگ، رشید حسن خاں، ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور اعجاز راہی نے اپنی اپنی تحریروں میں اس خیال کی تائید کی ہے کہ املا کو مرکب اور مفرد دونوں صورتوں میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کی بجائے الگ الگ کر کے لکھنا ضروری ہے۔ ہر محقق نے الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھنے کے ساتھ ساتھ الفاظ کی فہرست بھی شامل کی ہے کہ کس انداز میں کون سے الفاظ کو املا توڑ کر لکھنے کی ضرورت ہے اور املا کی درست صورت کیا ہو سکتی ہے۔ عبد الستار صدیقی نے الفاظ کو الگ الگ لکھنے کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے کہ دو الگ الگ لکھے ہوئے الفاظ کے مابین فاصلے کا ہونا ضروری ہے۔ تمام الفاظ ہی فاصلے کا تناسب یکساں ہونا چاہیے۔ اگر بعض الفاظ کے مابین فاصلہ کم بعض الفاظ کے مابین فاصلہ زیادہ ہو تو اس حوالے سے تحریر میں بد نمائی پیدا ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں املا کی تفہیم میں بھی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

الفاظ کو ملا کر لکھنے کے حوالے سے رشید حسن خاں، عبد الستار صدیقی اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اردو کے قدیم املا سے بھی مثالیں پیش کی ہیں۔ ماضی میں اردو کا املا حوالے سے قدیم مخطوطوں میں الفاظ کے جڑاؤ کی یہ صورت ملاحظہ کی جا سکتی ہیں لیکن اب وہ طریقہ تحریر متروک ہو چکا ہے اور الفاظ کو الگ الگ لکھا جانے لگا ہے۔ ماضی اور حال کے تقابل میں بہت سے الفاظ سامنے آتے ہیں مثلاً پرانے املا کے مطابق مجھکو، لکھا جاتا تھا، جب کہ اب مجھ کو لکھا جاتا ہے۔ اس طرح پرانے املا ہمکو لکھا جاتا ہے۔ اس طرح پرانے املاء میں تجھے ہمیں وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں لیکن اب یہ طریقہ متروک ہو چکا ہے اور ان الفاظ کے برعکس جدید املا میں انھیں الگ الگ صورت میں لکھنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔

رشید حسن خاں نے رائے پیش کی ہے کہ اردو میں یوری زبان کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ روزمرہ کی تحریر میں شامل ہوتے ہیں اور ان کی لکھاوٹ میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا بلکہ انھیں اردو کا لفظ ہی خیال کیا جاتا ہے۔ اب تمام انگریزی کے الفاظ کے املا کو جوڑ کر لکھنے کے بجائے الگ الگ کر کے لکھنا چاہیے۔ مثلاً یونی ورسٹی، ٹیلی ویژن اور کانسی ٹیوشن وغیرہ۔

الفاظ کو یکجا اور الگ لکھنے کی بحث میں عبد الستار صدیقی نے بھی نمایاں کام کیا ہے۔ انھوں نے اس ضمن میں تجاویز پیش کرتے ہوئے الفاظ کی صورتوں کا تعین کیا ہے۔ عبد الستار صدیقی نے الفاظ کو الگ الگ املا میں مرکبات کو بھی شامل کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مرکبات میں الفاظ کو مناسب حصوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے۔ گوپی چند نارنگ بھی عبد الستار صدیقی کے نظریے کی تائید کرتے ہیں مرکبات کو الگ الگ صورت میں لکھنے کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری بھی عبد الستار صدیقی کے ہم خیال نظر آتے ہیں۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ایسے مرکبات جو دو یا دو سے زیادہ الفاظ سے مل کر بنے ہیں۔ ان کا املا الگ الگ کر کے لکھنا زیادہ موزوں ہے۔ مثال کے طور پر خوشبو کو خوش بو، خوبصورت کو خوب صورت اور دلنشین کو دل نشین لکھنا درست جملہ قرار پائے گا۔

اردو میں بعض ایسے مفرد الفاظ بھی شامل جن کو الگ الگ کر کے لکھنا مناسب ہے۔ اردو زبان کے محققین جان الفاظ کی املا کے حوالے سے الگ الگ کر کے لکھنے کی تائید کی ہے۔ وہیں بعض الفاظ کے املا میں الفاظ کو ملا کر لکھنے کی رائے بھی پیش کے ضمن میں گوپی چند نارنگ، عبد الستار صدیقی اور رشید احمد خان اس خیال کے حامی ہیں کہ ایسے مرکبات یا مفرد الفاظ جن کو الگ لکھنا اجنبیت کا حامل ہوتا ہے یا ان کی تفہیم مسائل پیدا ہوں انھیں ملا کر لکھنا مناسب ہے۔ اردو کے تمام محققین کے خیال کے حامی ہیں کہ الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھنا تفہیم کو عمل کو آسان اور الفاظ کی ساخت کو انفرادیت عطا کرتا ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، زبیر بکس، لاہور، ۲۰۱۵، ص ۲۴

۲۔ ایضاً، ص ۲۴

۳۔ اسد اللہ غالب: دیوانِ غالب، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۱، ص ۹۴

۴۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۲۵

۵۔ ایضاً، ص ۲۶

۶۔ ایضاً، ص ۲۶

۷۔ محمد عرفان رامے: میں درست اردو لکھنا سیکھیں، رابعہ بک ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۸

۸۔ ایضاً، ص ۲۹

۹۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۲۸

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۳۔ انشاء اللہ خان انشا: کلیاتِ انشاء، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۹، ص ۴۴۱

۱۴۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۶۔ محمد عرفان رامے میں درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۳۹

۱۷۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۸۳، ص ۳۷

۱۸۔ مرزا محمد عسکری (مرتب): ادبی خطوطِ غالب، نظامی پریس وکٹوریہ، لکھنؤ، ص ۳۴

۱۹۔ رشید حسن خاں: املائے غالب، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ۲۰۰۰، ص ۶۳

۲۰۔ ایضاً، ص ۶۳

۲۱۔ گوپی چند نارنگ: املانامہ، سرحد اردو اکیڈمی، ایبٹ آباد، ۱۹۹۲، ص ۵۹

۲۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۸، ص ۱۲۶

۲۳۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۴

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۵

۲۵۔ گوپی چند نارنگ: املانامہ، ص ۶۰

۲۶۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۳۹

۲۷۔ گوپی چند نارنگ: املانامہ، ص ۳۹

۲۸۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۳۰۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۴۶

۳۱۔ گوپی چند نارنگ، املا نامہ، ص ٦١

۳۲۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۸

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۵۰

۳۵۔ گوپی چند نارنگ، املا نامہ، ص ٦٢

۳٦۔ مقالات عبدالستار صدیقی (مرتب) مسلم صدیقی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۷، ص ۱۵

۳۷۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۱

۳۸۔ ایضاً، ص ١٦

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۴۰۔ ایضاً، ص ۱۷۴

۴۱۔ غازی علم دین، پروفیسر: لسانی مطالعے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۵، ص ۸٦

۴۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۵

۴۳۔ فاروق چودھری ڈاکٹر، پروفیسر اردو آموز، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص ۴۷

۴۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۴

۴۵۔ اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد املا و انشاء، مجلس برکات، اعظم گڑھ، ۲۰۱۱، ص ۳۲

۴٦۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۹

۴۷۔ ایضاً، ص ۱۸۲

۴۸۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۳

۴۹۔ محمد آفتاب احمد خان ثاقب: اردو املا کے بنیادی اصول ، نقش گر، راولپنڈی، ۲۰۱۳، ص ۴۶

۵۰۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۵۰

۵۱۔ شفیع احمد صدیقی: اردو زبان و قواعد، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۱، ص ۴۲

۵۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۴۲

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۹۰

۵۴۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۴

۵۵۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵

۵۶۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۶

۵۷۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۵۱

۵۸۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے سیکھیں، ص، ۴۶

۵۹۔ ایضاً، ص ۴۸

۶۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۶۶

۶۱۔ اختر حسین فیضی، مصباحی: قواعد املا و انشاء، مجلس برکات، اعظم گڑھ، ۲۰۱۱، ص ۴۴

۶۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۴۹

۶۳۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے سیکھیں، ص

۶۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵۲

۶۵۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر: اردو املا اور رسم الخط، (اصول و مسائل) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۶

۶۶۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵

۶۷۔ گوپی چند نارنگ، اردو املا نامہ، ص ۶۷

۶۸۔ ایضاً، ص ۶۸

۶۹۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر: مباحث، سنگِ میل، لاہور، ۱۹۷۹، ص ۵۸

۷۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۸۰

۷۱۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۷۲۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۷۷

۷۳۔ اعجاز راہی: املا اور موز و اوقاف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۷۴، ص ۱۸

۷۴۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۷۷

۷۵۔ ایضاً، ص ۷۹

۷۶۔ ایضاً، ص ۷۸

۷۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو املا رسم الخط، الوقار پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۶۴

۷۸۔ ایضاً، ص ۶۵

۷۹۔ گوپی چند نارنگ: اردو املا، ص ۹۴

۸۰۔ ایضاً، ص ۹۵

۸۱۔ ایضاً، ص ۹۵

۸۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۶۴

۸۳۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، ص ۶۲

۸۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۴۶۴

۸۵۔ ایضاً، ص ۴۷۱

۸۶۔ ایضاً، ص ۴۷۹

# باب سوم

## اردو تلفظ کے مباحث:لسانی محققین کی آراء کا تنقیدی وتقابلی مطالعہ

### (الف)

(۱)شمسی اور قمری حروف کی ادائیگی کی بحث

(۲)ہمزہ کی ادائیگی کی بحث

(۳)عربی الفاظ کے اردو تلفظ کی بحث

(۴)اردو میں فارسی الفاظ کا تلفظ کی بحث

(۵) اردو میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کی بحث

(۶) غلط العام اور غلط اور العوام تلفظ کی بحث

(۷)مسائل تلفظ :اسباب و محرکات

### (ب)

تقابلی جائزہ

اردو میں درست املا کے ساتھ درست تلفظ کا مسئلہ بھی اہم حیثیت کا حامل ہے۔درست لکھا ہوا لفظ بھی اگر غلط تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے تو لفظ کی صورت اور معنویت بدل جاتی ہے۔ اردو زبان میں تلفظ کا مسئلہ اسی لیے بھی حساس نوعیت کا حامل ہے کہ اردو میں بہت سی زبانوں،عربی،فارسی اور انگریزی وغیرہ کے الفاظ شامل ہیں۔ان میں ہر زبان کے اپنے حروف تہجی ہیں۔یہ حروفِ تہجی زبان کی صوتیات کے عکاس کرتے ہیں۔ہر زبان کی صوتیات دوسری زبان سے مختلف ہیں۔مثال کے طور پر عربی زبان کے حروفِ تہجی کی آوازیں انگریزی زبان کے حروف تہجی کی آوازوں سے مختلف ہیں۔اردو میں اس اعتبار سے تمام زبانوں کے تلفظ میں حروف کے مخارج کی درست ادائیگی اہم مسئلے کی حیثیت رکھتی ہے۔تلفظ مسائل میں کئی قسم کے مسائل پائے جاتے ہیں۔ محققین نے سہولت کی خاطر ان مباحث کو الگ الگ صورتوں میں موجوعِ سخن بنایا ہے۔ اردو میں تلفظ کے مباحث کے حوالے سے مختلف محققین کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

## شمسی اور قمری حروف کی ادائیگی کی بحث

عربی میں حروف کو بنیادی طور پر دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ان میں شمسی حروف اور قمری حروف شامل ہیں۔ شمسی اور قمری دونوں حروف کی تعدادچودہ چودہ ہے۔پروفیسر فاروق احمد چودھری شمسی حروف کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”عربی میں حروفِ تہجی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک وہ جس کے لفظ کے سرے پر ان میں سے کوئی حرف آیا ہوتا ہے اور اس پر عربی کا" ال "آتا ہے تو لام پڑھنے میں نہیں آتا وہ مشدد حرف ہو جاتا ہے۔ایسے حروف کوحروفِ شمسی کہتے ہیں اور وہ تعداد میں چودہ ہیں“(۱)

شمسی اور قمری حروف میں بنیادی فرق ان کے ساتھ الف اور لام ملا کر پڑھنے سے ادائیگی یا تلفظ کی صورت میں واضح ہوتا ہے۔شمسی اور قمری حروف کی تعریف میں بیشتر ناقدین نے اس پہلو کو شامل کیا ہے۔شمسی حروف سے پہلے اگر الف اور لام ملا کر پڑھی جائے تو لام کی آواز نہیں آتی جب کہ قمری حروف میں اس کے برعکس اظہار ہوتا ہے۔ قمری حروف میں اگر حرف سے پہلے الف اور لام شامل کی جائے تو لام آواز دیتا ہے۔پروفیسر فاروق چودھری قمری حروف کی تعریف میں لکھتے ہیں:

> ”دوسرے وہ جن پر الف،لام آتا ہےتو پڑھا جاتا ہے۔ایسے حروف کو قمری حروف کہتے ہیں“(۲)

شمسی اور قمری حروف کا تعین عربی قواعد کے مطابق کیا جاتا ہے۔اردو میں بھی شمسی اور قمری حروف کی بحث میں اس پہلو کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ بیشتر ناقدین نے ان حروف کی بحث میں عربی کے ال، لام کے قاعدےکا بیان کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ شمسی حروف میں اگر الف اور لام کا استعمال ہو تو "لام" ساکن ہو جاتا ہے۔جب کہ قمری حروف میں"لام" ساکن نہیں ہوتا اور اس کا اظہار تلفظ میں ہوتا ہے۔

شمسی اور قمری حروف کی بحث میں عبدالرحمن خان نے بھی اس قاعدے کے مطابق اظہار خیال کیا ہے:

> ”عربی زبان میں جب کبھی لفظ سے پہلے الف،لام آئے تو لام کبھی اپنی آواز دیتا ہے اور کبھی نہیں دیتا۔الشمس میں الف،لام کے حروف ”ش“ سے پہلے آتے ہیں لیکن یہاں" لام" ساکن ہے اس لیے ”ش“ کو اور ان تمام حروف کو جن سے پہلے الف،لام کا لام اپنی آواز نہیں دیتا حروف شمسی کہتے ہیں“(۳)

حاجی عبدالرحمن نے مندرجہ بالا اقتباس میں شمسی حروف کی تعریف میں وضاحت پیش کی ہے کہ ان حروف کی ادائیگی میں اگر پہلے الف اور لام کا استعمال ہو تو ایسی صورت میں"لام" ساکن ہو جاتا ہے یعنی "لام" آواز نہیں دیتا۔اقتباس میں لفظ ”ش“ کی مثال پیش کی گئی ہے۔ "الشمش" میں

الف کے بعد "ش" کے حرف کی آواز پیدا ہوتی ہے اس میں لام کی آواز ساکن ہے۔تمام شمسی حروف میں لام کی آواز اس طرز پر ساکن ہو جاتی ہے۔

قمری حروف میں لام کی آواز لفظ کے تلفظ کی صورت میں واضح اظہار پاتی ہے۔حاجی عبدالرحمن قمری حروف کی تعریف میں لکھا ہے:

"اس طرح القمر کی مناسبت سے"ق" اور وہ تمام حروف جن سے پہلے الف لام کا لام اپنی آواز دیتا ہے۔حروفِ قمری کہلاتے ہیں"(۴)

پروفیسر فاروق چودھری اور حاجی عبدالرحمن کی شمسی اور قمری حروف کے مناسبت سے بیان کردہ تعریفوں کے پسِ منظر میں شمسی اور قمری حروف کی پہچان کے لیے الف اور لام کے قاعدے کا بیان ملتا ہے۔الف اورلام کے قاعدے کا بیان شمسی اور قمری حروف کی وضاحت میں تمام ناقدین کے ہاں ملتا ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ قاعدہ عربی زبان سے اردو میں مستعمل ہوا ہے اور عربی میں شمسی اور قمری حروف کو الگ کرنے میں اس کے علاوہ کوئی طریقہ رائج نہیں ہے۔

تمام چودہ شمسی حروف میں الف اور لام کے استعمال سے پہلے لام ساکن ہو جاتی ہے۔مثلاً السلام الصباح الذکر اور الرحیم وغیرہ جب کہ قمری حروف میں لام کا تلفظ واضح صورت میں پاتا ہے مثلا العلا، الفاتح، القادر اور الکریم وغیرہ۔

شمسی حروف کی تعدادچودہ ہے۔ان میں ت،ث،د،ذ،ر،ز،س،ش،ص،ض،ط،ظ،ل،ن شامل ہیں۔جب کہ قمری حروف کی تعداد بھی چودہ ہے۔ان میں الف،ب،ج،ح،خ،ع،غ،ف،ق،ک،م،و،ہ اوری شامل ہیں۔

اردو حروف تہجی کی تعداد چون ہے ان میں اٹھائیس حروف تہجی عربی زبان سے شامل ہیں۔گویا عربی کے تمام حروف تہجی اردو حروف تہجی کا حصہ ہیں۔اس حوالے سے عربی قواعد کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔تلفظ کے معاملات میں عربی قواعد یعنی شمش اور قمری حروف کے حوالے

سے وضع کردہ اصول و ضوابط کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔اس حوالے سے بیشتر ناقدین نے عربی قواعد کی روشنی میں ان الفاظ کو برتاؤ کے حوالے سے وضاحت کی ہے اگر شمسی اور قمری حروف کی ادائیگی کے معاملے میں عربی قواعد کو نظر انداز کر دیا جائے تو اردو زبان میں تلفظ کے مسائل پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔اس لیے ان حروف کے استعمال کے ساتھ درست صورت میں تلفظ کے لیے عربی قواعد کی پاسداری ضروری قرار پاتی ہے۔شمسی اور قمری حروف کے بارے میں آصف اقبال جہاں آبادی لکھتے ہیں:

> ”اس طرح اردو میں داخل بہت سے عربی الفاظ قمری بھی ہیں اور شمسی بھی۔قمری حروف سے شروع ہونے والے عربی حرف سے ما قبل اگر ال آ جائے اور الف متحرک نہ ہو تو الف کی آواز نہیں نکلتی ہے۔صرف'لام"کی آواز نکلتی ہے۔ جیسے بالا ارادہ،فارغ البال دارالحکومت،بالعوم، بالخصوص وغیرہ اور اگر عربی کے کسی مرکب لفظ کے درمیان کسی شمسی حرف سے ماقبل "ال" ہو اور الف متحرک نہ ہوتو ال کی آواز نہیں نکلتی اور وہ شمسی حرف مشعدد ہو جاتا ہے۔جیسے بالتفصیل الذکر، دارالسلطنت، اظہر من الشمش۔مافی الضمیر، توبہ النصوح“(۵)

مندرجہ بالااقتباس میں آصف اقبال جہاں آبادی نے شمسی اور قمری حروف کے حوالے سے قواعد کی وضاحت کی ہے۔انھوں نے مرکب الفاظ کے درمیان میں آنے والے شمسی اور قمری حروف کی نوعیت اور اس صورت میں ان کے تلفظ کو بھی واضح کیا ہے۔اردو میں قمری اور شمسی حروف کی مختلف صورتوں کی بدولت زبان کے تلفظ کی اس صورت تک درست انداز میں ادائیگی ممکن نہیں جب تک عربی حروف کا تلفظ کی ادائیگی کے بارے میں معلومات نہ ہوں۔مثال کے طور پر اردو میں اگر ال سے پہلے غیر متحرک ”ی“ آتی ہے تو ”ی" کی آواز نہیں نکلتی۔جیسے حتی الامکان، حتی المقدور، ذی الحجۃ، فی الحال، فی البدیہ، علی الحساب ،وغیرہ۔ان تمام کے تلفظ میں ”ی“ غیر متحرک ہے اور "ال" سے پہلے شامل ہوتی ہے۔ان تمام الفاظ میں "ی" کی آواز نہیں نکلتی اور یہ ساکن صورت میں لفظ میں شامل ہوتی

ہے۔اگر ال سے پہلے "ی"غیر متحرک ہو اور اس کی آواز کو حروفِ تہجی میں شامل کر لیا جائے تو تلفظ غلط صورت اختیار کر لے گ۔

اردو حروف تہجی میں ایک بڑا حصہ عربی حروف تہجی سے شامل ہے۔یہ تمام حروفِ تہجی اردو میں لکھے جانے والے لفظوں میں استعمال ہوتے ہیں ۔اس لیے ان تمام لفظوں کی ادائیگی اور ان کے پس منظر میں عربی قواعد کی پاسداری ضروری ہے۔عربی قواعد کو نظر انداز کر کے ان لفظوں کی ادائیگی کی صورت میں تلفظ کی سطح پر غلطی کے متعدد صورتیں اور امکانات پیدا ہو جاتے ہیں اور اردو زبان میں شمسی اور قمری حروف کے حوالے سے تلفظ کی درست صورت میں ادائیگی ضروری ہے۔

## ہمزہ کی ادائیگی کی بحث

اردو حروف تہجی میں بعض حرف ایسے ہیں جن کو ناقدین حرف کے ساتھ علامت بھی قرار دیا ہے۔مثلا واؤ کے حروف کی بحث ملتا ہے کہ ابتدائی طور پہ اسے "پیش" کی علامت کے طور پر برتا جاتا تھا۔بعد ازاں اس سے بطورِ حرف حروفِ تہجی میں شامل کر لیا گیا اور اب یہ حروف تہجی میں شامل ہے۔ یہی احوال "ہمزہ "کا ہے ،ہمزہ کو بعض محققین، محض حرف جب کہ بعض علامت اور بعض علامت دونوں پہلوؤں میں شمار کرتے ہیں۔اردو حروف تہجی کی ترتیب میں ہمزہ کو واؤ کے بعد اور "ی" سے پہلے شامل کیا جاتا ہے۔اس طرح حروف تہجی میں اس کی باقاعدہ جگہ قرار پائی ہے۔جب کہ لغات کی کتب میں "ہمزہ" کو الگ فعل کے طور پر شامل نہیں کیا گیا۔رشید حسن خاں نے اپنی کتاب" اردو میں املا" میں ہمزہ کی بحث کے ذیل میں مفصل لکھا ہے۔وہ اس لفظ کی حیثیت کے تعین کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ہمزہ حرف ہو بھی ہے اور علامت بھی۔مثلاً نغمۂ عندلیب یا جلوۂ یکتا میں علامت اضافت ہمزہ ہے اور جیسے آئینہ، گئے ،سائل ،بائبل ،انشاءاللہ ،علاءالدین مسئلہ وغیرہ۔یہ حرف ہیں۔یہ ویسے ہی بات ہے جیسے الف،واؤ "ی" کبھی حروفِ صحیح

ہوتے ہیں اور کبھی حروفِ علت۔مقصد یہ کہ ہمزہ کی یہ دوہری شخصیت کچھ نہیں
چیزیں" (۶)

رشید حسن خاں نے اپنی رائے میں ہمزہ کی دونوں حیثیتوں کو اجاگر کیا ہے۔انھوں نے بطورِ علامت اور بطورِ حرف مثالیں بھی درج کی ہیں۔اس ضمن میں ان کی تحریر میں الف، و اور ی کی مثالیں بھی آئی ہیں۔اردو املا میں ہمزہ دونوں صورتوں میں اظہار پاتا ہے۔مختلف الفاظ میں اس کی نوعیت مختلف سطحوں پر اجاگر ہوتی ہے۔اردو املا میں اب ہمزہ کو باقاعدہ حرف تسلیم کر لیا گیا ہے۔جب کہ املاء میں اس کے استعمال بطورِ اضافت اور بطورِ علامت بھی ملتا ہے۔یہاں یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ مختلف الفاظ میں ہمزہ کا تعلق مختلف طریقوں سے ہوتا ہے بعض الفاظ میں ہمزہ باقاعدہ طور پر حرف کی آواز پیدا کرتا ہے۔ جب کہ بعض الفاظ بطورِ حرکت شامل ہوتا ہے۔

گوپی چند نارنگ نے بھی تلفظ کے مباحث کی ذیل میں ہمزہ کی نوعیت اور اس کی اہمیت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔انھوں نے رشید حسن خاں سے مختلف آراء پیش کی ہے۔وہ واضح کرتے ہیں کہ عربی میں ہمزہ ایک مستقل آواز کی حیثیت رکھتا ہے۔ گوپی چندنارنگ کی رائے کی ذیل میں اردو تلفظ میں ہمزہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ وہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"عربی میں ہمزہ ایک مستقل آواز ہے۔اردو میں اس کی وہ صوتی حیثیت نہیں تا
ہم اردو میں ہمزہ عربی سے ماخوذ صوتی لفظوں کے علاوہ بہت سے دیسی لفظوں میں
بھی استعمال ہوتا ہے"(۷)

گوپی چند نارنگ نے ہمزہ کی بحث میں اس کا تعلق عربی تلفظ سے ہم آہنگ کیا ہے۔ عربی زبان میں ہمزہ کو مستقل آواز یا صوت کی حیثیت حاصل ہے اور ہمزہ کے بغیر بہت سے الفاظ کی درست صورت میں ادائیگی ممکن نہیں لیکن اردو میں ہمزہ ایک کے بجائے دو صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔املا میں ہمزہ کے استعمال عربی حروف کے علاوہ دیسی صورت میں بھی ہوتا ہے اوردیسی حروف

میں ہمزہ بعض الفاظ میں بطور علامت جب کہ بعض الفاظ میں بطورِ حرف استعمال ہوتا ہے۔دونوں صورتوں میں ہمزہ کے تلفظ کی ادائیگی مختلف صورتوں میں ہوتی ہے۔

اردو میں الفاظ کے تلفظ کے لیے ہمزہ اور الف ہمیشہ مسائل کا سبب بنتے ہیں۔چونکہ یہ دونوں حرف صوتی اعتبار سے ہم آہنگ ہیں اور ان کی آوازوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔اس لیے ان دونوں الفاظ کے تلفظ میں اکثر و بیشتر کشمکش کی صورت پیدا ہوتی رہتی ہے اور تلفظ میں عام طور پر غلطی سے ہمزہ کی جگہ الف اور الف کی جگہ ہمزہ کا استعمال کر لیا جاتا ہے۔بعض صورتوں میں تلفظ کی ادائیگی میں الف کے ساتھ ہمزہ کا استعمال بھی ملتا ہے۔قواعد کی رو سے الف اور ہمزہ کا ایک ساتھ استعمال کرنا اصول کے منافی ہے۔اس لیے تلفظ کی ادائیگی میں ان دونوں حروف کو ایک ساتھ ملا کر ان کا تلفظ ادا کرنا غلطی شمار ہوتا ہے۔ رشید حسن خاں ہمزہ اور الف کو تلفظ میں ایک ساتھ ملا کر پڑھنے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”ان دونوں حرفوں کو ایک جگہ جمع نہیں کیا جا سکتا۔یعنی ایک آواز کے لیے ان دونوں حرفوں کو ایک جگہ استعمال نہیں کرنا چاہیے۔یہی وجہ ہے کہ اردو میں" تأمل" کے بجائے "تامل" لکھا جانے لگا اور اسی لیے یہ کہا جاتا ہے کہ جرأت عربی املا ہے۔ اردو "جرات" یا "جریت" لکھنا چاہیے۔ ایک آواز کے لیے دو حرفوں کو یکجا نہیں کیا جا سکتا“(۸)

مندرجہ بالااقتباس میں رشید حسن خاں نے الف اور ہمزہ کے تلفظ کی ادائیگی کی وضاحت کی ہے۔اقتباس میں عربی اور اردو تلفظ زیر بحث آئے ہیں۔عربی میں ان دونوں الفاظ کو ایک ساتھ لکھنے کی روایت موجود ہے۔کیوں کہ عربی میں الف کو الگ آواز کے طور پر برتا جاتا ہے جب کہ ہمزہ ایک الگ اور مستقل آواز کی حیثیت رکھتا ہے۔یہی سبب ہے کہ عربی میں الف اور ہمزہ کا ایک ساتھ استعمال تلفظ کی ادائیگی میں واضح صورت پیدا کرتا ہے۔جب کہ اردو میں ہمزہ اور الف کو ہم آواز

تصور کیا جاتا ہے۔اس لیے ایک لفظ میں دو ہم آواز حرف کا ایک جگہ استعمال کرنا قواعد کے منافی تصور ہوتا ہے۔

اردو میں عربی زبان کے زیر اثر الفاظ میں ہمزہ کا استعمال ملتا ہے۔اردو میں ہمزہ کا استعمال اصولی طور پر عربی اور فارسی کی وجہ سے مختلف نوعیت میں استعمال ہوتا ہے۔اس لیے جس لفظ کا اختتام الف پر ہو اس کے آخر میں ہمزہ نہیں لگانا چاہیے۔جیسے ابتداء،علماء حکماء،علماء وغیرہ ان تمام الفاظ میں اصولی طور پر ہمزہ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے۔کیوں کہ الف کے بعد ہمزہ کی آواز پیدا کرنا اصولی طور پر غلطی شمار ہوتا ہے۔ اختر حسین فیضی مصباحی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”عربی کے متعدد مصادر اور مفرد الفاظ کے آخر میں الف یا واؤ کے بعد اصلاً ہمزہ ہے۔ جیسے ابتداء، انبیاء،املاء،انشاء، خضراء۔اردو میں ان الفاظ کے ہمزہ تلفظ میں نہیں آتا۔اس لیے انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے“(۹)

عربی اور فارسی کے مندرجہ بالا مصادر مرکبات میں اصولی طور پر ہمزہ موجود ہے اور ان دونوں زبانوں میں ہمزہ کے استعمال ملتا ہے۔ان الفاظ میں شامل ہمزہ کی آواز تلفظ میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔لیکن اردو میں الفاظ کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔اردو میں الف اور ہمزہ مترادف الفاظ کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور ہمزہ کو شمار نہیں کیا جاتا۔جب کہ عربی میں ہمزہ کی الگ آواز موجود ہے۔چونکہ عربی میں ہمزہ کے الگ آواز کا اظہارِ تلفظ میں بھی ہوتا ہے۔اس لیے اس کے الف کے بعد استعمال قاعدے کے مطابق درست قرار پاتا ہے۔جب کہ اردو تلفظ میں ہمزہ الف کی آواز اختیار کر لیتا ہے۔اسی لیے اس کا الف کے بعد استعمال کرنا اصولی طور پر غلط قرار پاتا ہے۔یہی سبب ہے کہ وہ تمام الفاظ جن کے تلفظ میں عربی میں الف کے بعد ہمزہ شامل کیا جاتا ہے۔اردو میں اس کی نفی کر دی جاتی ہے۔

رشید حسن خاں نے بھی اپنی تحریر میں وضاحت کی ہے کہ وہ تمام الفاظ جن کے آخر میں عربی اور فارسی روایت کے مطابق الف کے بعد ہمزہ کا استعمال آتا ہے۔اردو میں ہمزہ کا استعمال ترک کر

دیا گیا۔اردو میں اصولی طور پر الف کے بعد ہمزہ کے استعمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ رشید حسن خاں ایسے الفاظ کی مثالیں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عربی کے نہ معلوم کتنے مصدر، جمعیں اور مفردالفاظ ایسے ہیں جن کے آخر میں اصلاً ہمزہ ہے۔ جیسے ابتداء،اشیاء،املاء،انشاء،شعراء، حکماء،علماء،اجزاءوغیرہ۔اردو میں اکثر جگہ فارسی میں بھی ان لفظوں کے آخر میں ہمزہ کو یکسر اڑا دیا گیا اور ابتدا،انبیاء،املا،انشاء شعرا، حکما،علماء،جزوغیرہ لکھے اور بولے جاتے ہیں"(۱۰)

رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ اصولی طور پر ان تمام الفاظ کے آخر میں الف کے بعد ہمزہ کا استعمال درست ہے لیکن اردو قواعد کے مطابق الف کے بعد ہمزہ کے استعمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔جس کی وجہ سے ان تمام الفاظ کے ساتھ ہمزہ حذف کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ املا کے قواعد میں ہمزہ کا حذف کرنا اصوم میں شامل ہے اور اس کی بنیادی وجہ اردو میں الف اور ہمزہ کا صوتی اعتبار سے ہم آہنگ ہونا ہے۔اس لیے اردو میں ان تمام الفاظ کے بعد جن کا اختتام الف پر ہوتا ہے ہمزہ کے استعمال غلط قرار پاتا ہے اور املا، علماء، صلحا،ادبا،شرفا اور اسی قبیل کے دیگر تمام الفاظ میں ہمزہ کا استعمال کرنا غلط قرار پاتا ہے۔یہ تمام الفاظ ہمزہ کے بغیر الف کے ساتھ لکھے جاتے ہیں اور ان کے تلفظ میں ہمزہ کو شامل کرنا قواعد کے مطابق تلفظ کی غلطی قرار پاتا ہے۔اس لیے املا کے ساتھ ان کے تلفظ میں بھی الف کے بعد ہمزہ کا استعمال کرنا غلط قرار پاتا ہے۔ان تمام الفاظ کے تلفظ میں الف کی آواز کا واضح ہونا لازمی ہے۔

املا کا تعلق لکھنے اور تلفظ پڑھنے سے ہوتا ہے۔لفظوکو جس انداز میں لکھا جائے گا اس کو اسی انداز میں پڑھا جائے گا اور اسی صورت میں اس کا لفظ بنے گا۔الفاظ میں ہمزہ کا استعمال جہاں الفاظ کی نوعیت کو تبدیل کرتا ہے وہیں الفاظ کے تلفظ پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔اردو میں املا اور تلفظ کے مسائل کے پس منظر میں بیشتر مقامات پر ہمزہ کا استعمال ملتا ہے۔اس بحث میں واؤ کا لفظ بھی شامل ہے۔اردو میں سے بہت سے الفاظ ہیں جن کے آخر میں واؤ اور ان کے اوپر ہمزہ لگایا جاتا ہے۔اردو

میں بہت سے الفاظ جن کے اختتام واؤ پر ہوتا ہے ان پر ہمزہ کی اضافت لگائی جاتی ہے۔یہاں قاعدے کی پاسداری ضروری قرار پاتی ہے۔اصول کے مطابق اگر واؤ سے پہلا حرف اگر ساکن یعنی حروفِ علت میں سے ہے تو پھر واؤ پہ ہمزہ نہیں آئے گا۔مگر اردو املا میں اس صورت میں بھی وہاں پر ہمزہ مسلط کر دیا جاتا ہے۔واؤ اور واؤ سے پہلے والا حرف ساکن ہو اور جب کسی لفظ کے اختتام و اوپر ہو تو اس کے واؤ پر مزید کوئی متحرک نہیں لگانا چاہیے۔اسی صورت میں بعض اوقات ہمزہ کے استعمال سے اسم فعل میں بدل جاتا ہے۔اس طرح اس لفظ میں بھی تبدیلی وقوع ہو جاتی ہے۔رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ”جیسے کہ ایک لفظ پاؤ (سیر کا چوتھائی حصہ) یہاں آخری حرف واؤ ہے اور اس سے پہلے الف ہے۔ اگر اس کو "پاؤ" لکھا جائے تو تین حرفی لفظ "پاؤ "اب چار حرفی لفظ"پاوو" بن گیا ہے اور اب یہ پانا مصدر کا فعل ہو گیا۔جاؤ، کھاؤ، آؤ کی طرح ،یعنی ایک لفظ جو اسم تھا فعل میں تبدیل ہو گیا“(۱۱)

ایسے الفاظ کے تلفظ میں واؤ پر زیادہ زور نہیں دینا چاہیے۔ان الفاظ میں واؤ کی الفاظ نصف سے بھی کم ہوتی ہے۔اس آواز پر واؤ مجہول کا گمان ہوتا ہے۔ایسے الفاظ کے تلفظ میں واؤ کی نسبت شامل کرنی چاہیے۔ان الفاظ میں پلاؤ، تاؤ، چاؤ، کھا، ستھراؤ ، کھاؤ ، پڑاؤ، پتھراؤ وغیرہ شامل ہیں۔

جو الفاظ اسم فاعل کے لیے استعمال کیے جائیں گے ان کے آخر پر واؤ معروف پر ہمزہ آئے گا۔ان حروف میں واؤ اور حرف کے درمیان ایک اور حرف ہوتا ہے جس پر پیش ہوتی ہے۔ یوں کچھ اسم فاعل ہوتے ہیں جن کے واؤ اور الف کے درمیان ہمزہ ہوتا ہے۔مختصر بات یہ کہ جو لفظ بطور اسم فاعل استعمال ہو گا اس کے آخر میں واؤ معروف پر ہمزہ آئے گا۔مثال کے طور پر کماؤ پوت، بکاؤ مال اور اٹھاؤ چولہا وغیرہ۔

تلفظ میں جن الفاظ کے آخر میں واؤ ساکن ہو ان الفاظ واؤ پر ہمزہ نہیں آئے گا۔مثال کے طور پر دیو، خدیو، گیہو، سہو وغیر۔ البتہ ایسے الفاظ کی جب جمع بنائی جائے گی تو ان میں سے بعض الفاظ

کے واؤ پر ہمزہ آئے گا۔مثلاً میو،میوؤں،دیوتا،دیوتاؤں،ہند، ہندوؤں ان تمام الفاظ میں واؤ پر ہمزہ ڈال کے ان کے تلفظ میں بھی ہمزہ کی ادائیگی ضروری ہے۔اگر تلفظ میں واؤ پر ہمزہ کا زور شامل نہ کیا جائے تو اس کو تلفظ کے حوالے سے غلطی شمار کیا جائے گا اور لفظ کا تلفظ غلط صورت میں اظہار پائے گا۔

واؤ والے الفاظ کے تلفظ میں اگر لفظ کے پہلے حرف پر زیر یا زبر کی علامت ہو تو واؤ کی آواز واضح صورت میں تلفظ میں اجاگر ہوتی ہے۔ مثال کے طور پرسِوا ہوا وغیرہ۔ان الفاظ کے تلفظ میں واؤ کی آواز واضح صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ لیکن ایسے الفاظ جن کے پہلے حروف پر پیش آ جائے تو تب واؤ کی آواز واضح نہیں نکلتی کیوں کہ واؤ اور الف کی آوازوں میں ایسی آمیزش پیدا ہو جاتی ہے۔اس لیے اسے الفاظ میں بعض اوقات واؤ پر ہمزہ لگا دیا جاتا ہے جو کہ سراسر غلطی ہے۔مثال کے طور پر جوار،چھوار،کنوارا،پوائنٹ اور چوائس وغیرہ کے الفاظ غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان الفاظ میں واؤ کے پہلے حروف پر پیش ہے۔اس قسم کے تمام الفاظ میں وہاں پر ہمزہ نہیں لگانا چاہیے۔بعض الفاظ میں واؤ کی آواز ہائے مخلوط کی طرح نصف اس سے کم نکلتی ہے۔ایسے الفاظ میں بھی ہمزہ نہیں آتا لیکن رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے ایسے الفاظ سے واؤ کے پہلے والے حرف پر پیش لازمی ہو گا۔مثال کے طور پر معوافق،موثر،مودب،موذن،مورخ،موکل لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں جو عربی سے اردو میں داخل ہوئے ہیں وہ عربی زبان میں ہمزہ کے ساتھ لکھے جاتے ہیں مگر اردو میں ان کے لیے رشید حسن کے مطابق درج ذیل اصول ہو گا:

> ”موثر،مونث موخر جیسے لفظوں وہ بہت سے لوگ مع اضافہ ہمزہ،مؤثر،مؤنث،مؤخر لکھا کرتے ہیں۔عربی میں جو بھی صورت ہو اردو املا کے مطابق یہ مخلوط لکھاوٹ ہے“(۱۲)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے جو الفاظ بطور مثال پیش کیے ہیں ان تمام الفاظ میں واؤ سے پہلے حرف پر پیش کی علامت ہے۔عربی میں ان تمام الفاظ کے تلفظ میں واؤ پر ہمزہ کی آواز شامل

ہے۔اردو لفظ کے تلفظ میں ہمزہ کی آواز واضح صورت میں اظہار ہوتا ہے لیکن اردو میں اس سے مختلف صورت نظر آتی ہے۔اردو میں تمام الفاظ میں واؤ پر ہمزہ ڈالنا غلطی شمار ہوتا ہے۔اسی لیے اردو املامیں اس قبیل کے تمام الفاظ ہمزہ ڈالنے سے گریز کرنا چاہیے۔اردو لفظ میں ہمزہ کی آواز شامل نہیں کرنا چاہیے۔

اردو میں انگریزی زبان کے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ان انگریزی کے ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن میں واؤ پر ہمزہ کی علامت استعمال کی جاتی ہےاور تلفظ میں ہمزہ کی ادائیگی بھی شامل کی جاتی ہے۔مثال کے طور پر کمپاؤنڈ،باؤنڈ اور پاؤڈر وغیرہ۔ان تمام الفاظ میں ہمزہ کی علامت اور تلفظ میں اس کی ادائیگی غلطی شمار ہوتی ہے۔انگریزی کے اردو میں اس لفظ میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ میں واؤ پر ہمزہ کی علامت استعمال نہیں کرنی چاہیے اور انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے مثلا کمپاؤنڈ الاؤنس اور پاؤڈر وغیرہ۔ان تمام الفاظ میں ہمزہ کی علامت اور تلفظ کی ادائیگی غلطی شمار ہوگی۔انگریزی کے اردو میں اس تلفظ میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ میں واؤ پر ہمزہ کی علامت استعمال نہیں کرنی چاہیے اور انھیں ہمزہ کے بغیر لکھنا چاہیے۔مثلاً کمپاونڈ،باونڈ،الاونس اور پاوڈر وغیرہ۔تلفظ میں ان الفاظ میں واؤ پر ہمزہ کی ادائیگی غلطی شمار ہوگی۔

اردومیں بعض الفاظ اور مرکبات ایسے بھی شامل ہیں جن میں ہمزہ کے استعمال لازمی قرار پاتا ہے۔ان الفاظ میں ہمزہ کو شامل کرتے ہوئے ان کے تلفظ میں ہمزہ کی ادائیگی واضح کرنا ضروری ہے۔مثال کے طور پر بھی زبان کے وہ الفاظ جن میں ہمزہ بطورِ حرف شامل ہے۔ان الفاظ کی املا اور تلفظ کی ادائیگی میں اردو زبان میں بھی ہمزہ کو شامل کرنا ضروری ہے۔مثال کے طور پر علاؤدین،ضیاء الدین،ثنا اللہ اور ذکااللہ وغیرہ۔اس قسم کے تمام الفاظ میں ہمزہ کو شامل کرنا اور ان کے تلفظ میں ہمزہ کی واضح ادائیگی کرنا لازمی ہے۔

اردو میں حروف عطف سے جب مرکبات بنائے جاتے ہیں تو لفظ کے تلفظ میں عام طور پر ہمزہ کی ضرورت میں محسوس کی جاتی ہے۔ایسے تمام الفاظ جن میں بطورِ حرف عطف ہو واؤ کا استعمال

کرنا نامناسب قرار پائے گا۔مثلاً صبح و شام،شام وسحر،دین و دنیا اور ابتدا و انتہا وغیرہ۔اس قسم کے تمام الفاظ میں حروف عطف پر ہمزہ استعمال کرنا املا کی غلطی شمار ہو گا اور ان کی ادائیگی میں ہمزہ کی آواز کو شامل کرنا تلفظ کی غلطی شمار ہو گا۔

اردو زبان میں ہمزہ کی صورت بطورِ حرف،بطورِ علامات اور بطور اضافت کی ہے۔اردو زبان میں جہاں ہمزہ کا استعمال بطورِ حرف ہو گا وہاں اس کا شامل کیا جانا ضروری ہے۔اگر ایسی صورت میں ہمزہ کو الگ کر دیا جائے تو لفظ کا املا اور تلفظ دونوں غلط ہو جائیں گے۔جب لفظ کے آخر میں ہائے مختفی ہو تو اس صورت میں بھی ہمزہ کو شامل کیا جائے گا۔مثلاً کعبۂ دل،جلوۂ دوست ایسی صورت میں تلفظ میں ہمزہ کو شامل کیا جائے گا اور اس کے تلفظ کی ادائیگی میں زیر کو ساتھ شامل کیا جائے گا۔ہمزہ کو زیر کی آواز کے ساتھ ادائیگی کرتے ہوئے تلفظ میں آواز شامل کی جائے گی۔یہاں یہ پہلو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ زیر کی آواز شامل کی جائے گی البتہ زیر کی علامت نہیں لگائی جائے گی۔

ہمزہ کا زیادہ تر استعمال ہائے معروف اور ہائے مجہول کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس میں اکثر اوقات غلطی بھی پائی جاتی ہے۔ہمزہ اور ی کی بحث خاصی طویل ہے۔اس کو اختصار کے ساتھ لکھا جائے تو اس میں چند پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔پیا سے پیے،جیا سے جیے،لیا سے لیے،ایسے الفاظ جن کے واحد میں ''ی'' سے پہلا حرف مکسورہ ہے۔قاعدے کے مطابق ایسے الفاظ جن کے واحد الفاظ میں ''ی'' سے پہلا حرف مکسورہ ہو گا جب کہ اس کی جمع بنائی جائے گی تو اس پر ہمزہ کی علامت نہیں آئے گی۔رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> ''ہمزہ صرف اسی صورت میں آئے گا جب ہمزہ سے پہلے والے حرف پر زبر ہو
> یا الف یا واؤ ساکن ہو''(۱۳)

مثال کے طور پر لایا سے لائے،پایا سے پائے،گایا سے گائے،بویا سے بوئے اور کھویا سے کھوئے وغیرہ۔فعل امر کی صورت فعل تعظیمی میں ہمیشہ لفظ کے آخر پر ''ی'' آتی ہے جیسا کہ مریے،بکھیریے،اتریے،ماریے،توڑیے وغیرہ۔

یہاں کسی بھی لفظ میں ہمزہ نہیں آئے گا۔یہاں یہ اصول بھی طے ہے کہ جب ایسے مصادر سے فعل امر بنائے جائیں جن کے" نا"سے پہلے واوَ اور یا الف ہو گا تو ان الفاظ کی جمع بناتے ہوئے پہلی "ی" کے اوپر ہمزہ کی علامت آئے گی۔مثلاً چاہیئے،لائیئے،بولیئے وغیرہ اس کی عام مثالیں ہیں۔

ڈاکٹر افتاب احمد ثاقب نے الفاظ کے املا اور ان کے تلفظ میں ہمزہ کے استعمال کے حوالے سے اڑتیس نکات پیش کیے ہیں۔ان نکات میں انھوں نے مختلف سطحوں پر ہمزہ کے استعمال کرنے اور غلط استعمال کے بارے میں تبصرہ کیا ہے کہ کن صورتوں میں املا اور تلفظ میں ہمزہ کے استعمال کرنا ضروری اور کن صورتوں میں ہمزہ کے استعمال غیر ضروری اور غلط قرار پاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

> "الف اور واوَ کے سوا کوئی حرف جس کے نیچے زیر ہو اس کے بعد "ے"ہو تو وہاں ہمزہ نہیں آئے گا بلکہ "ی" استعمال ہو گی"(۱۴)

شان الحق حقی کی ایک کتاب "لسانی مسائل لطائف" کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔اس کتاب انھوں نے مختلف الفاظ اور ان کی نوعیت کا بیان کیا۔اس کتاب میں"ہمزہ" کے حوالے سے ان کا ایک مضمون" ہمزہ ایک مظلوم حرف" کے عنوان سے ہے۔اس مضمون میں انھوں نے اردو املا کے اعتبار سے ہمزہ کو ایک بولتا ہوا حرف قرار دیتے ہیں اور وضاحت کرتے ہیں کہ اردو تلفظ میں استعمال کس صورت میں ہوتا ہے۔انھوں نے اردو زبان میں شامل عربی کے علاوہ دیسی لفظوں میں بھی ہمزہ کے استعمال کے حوالے سے اظہارِ خیال کیا ہے۔اس ضمن میں انھوں نے مختلف لفظوں میں ہمزہ کے استعمال کے حوالے سے مثالیں بھی درج کی ہیں:

> "حرف ہمزہ (ء)ایک بولتا ہوا حرف ہے۔جس کی آواز بے شمار دیسی الفاظ میں بھی سنائی دیتی ہے۔
>
> جیسے کئی، مکئی، کوئی، آوَ، پاوَ، جاوَ، لاوَ، بائیس، تئیس، نئی، کھائی، اکائی، رائی اور عربی فارسی وغیرہ سے آئے ہوئے الفاظ میں بھی جیسے رئیس، جرات، آئینہ، تائید، تزئین۔وغیرہ

ہمارے رسم الخط میں ایسے ایک چھوٹے سے "ع"کی صورت میں لکھا جاتا ہے"(۱۵)

اردو رسم الخط میں ہمزہ کے لیے "ع" کی طرز پر علامت عربی رسم الخط سے آئی ہے۔ کیوں کہ عربی کے بہت سے الفاظ اور رسم الخط میں شامل ہیں۔جب کہ دیونا گری رسم الخط میں ہمزہ کی ادائیگی کے لیے کوئی علامت مقرر نہیں ہے۔ اردو میں ابتدائی طور پر ہمزہ کا استعمال عربی سے اردو میں آئے الفاظ کے لیے ہوتا تھا لیکن بعد میں اس کا استعمال دیسی حروف میں بھی ہونے لگا۔دیسی حروف میں ہمزہ کا استعمال تلفظ کی ادائیگی میں بھی ہوتا ہے۔بہت سے دیسی الفاظ ایسے ہیں جن کا تلفظ ہمزہ کی ادائیگی کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا۔

شان الحق حق نے ہمزہ کی بحث میں عربی رسم الخط کو بھی شامل کیا ہے۔اس ضمن میں انھوں نے عربی کے حروف تہجی کے بارے میں وضاحت کی کرتے ہوئے الف کی مختلف حیثیتوں کو اجاگر کیا ہے اور الف کے تلفظ ہمزہ کے یہاں تلفظ کی وضاحت پیش کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"اردو میں ہمزہ دراصل الف ہی کا دوسرا نام ہے۔حرف الف کی دو حیثیتیں ہیں ایک حرفِ علت (واول) کے طور پر جیسے نام ،کام،عالم فاضل،علماء فضلا، ہیں۔جہاں اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں،صرف دوسرے حرف کی آواز کو حرکت دیتا اور کھینچتا ہے۔دوسری حیثیت اس کی حرفِ صحیح کے طور پر ہے۔ یعنی جب یہ اپنے علاوہ آواز رکھتا ہے۔جیسے آن،اِن اُن،اس صورت میں الف کو ہمزہ یا الفِ ہمزہ کہتے ہیں"(۱٦)

اردو حروف تہجی میں ہمزہ کو واؤ کے بعد اور "ی" سے پہلے شامل کیا جاتا ہے۔یعنی ہمزہ حروف تہجی کے آخر میں شامل ہے۔شان الحق حقی کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ اس کی آواز الف سے ہم آہنگ ہے۔تلفظ کے اعتبار سے ہمزہ کا حرف الف کے متبادل کے طور پر برتا جاتا ہے لیکن

حروف تہجی کی ترتیب میں اس کو آخر میں شامل کیا جاتا ہے۔حالانکہ صوتی اعتبار سے الف کے ساتھ آواز سے مطابقت کی بنیاد پر اس کو الف کے ساتھ ہی درج کرنا چاہیے تھا۔

اردو میں الف کے ساتھ ساتھ صوتی ضرورت کے لحاظ سے ہمزہ زیادہ استعمال ہونے والا حرف ہے۔اس کی ضرورت الفاظ کی مختلف صورتوں میں مختلف انداز میں ہوتی ہے۔شان الحق حقی نے ہمزہ کی ضرورت اور الفاظ کا املا لکھتے ہوئے اس کو خارج کر دینے کے حوالے سے لکھا ہے:

”دوسری زیادتی یہ کہ اس سے کام تو بہت لیا جاتا ہے لیکن املا میں اکثر اڑا دیا جاتا ہے گویا وہ بولتا تو ہے مگر صورت رکھنے کے قابل نہیں۔حرفِ اضافت کے طور پر جیسے سرمائہ حیات، دیباچۂ حیات،علمائے دین،حلقۂ یاراں،نامۂ اعمال لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ لکھنے والے کاتب ہوں یا خود مصنف اسے اکثر اڑا دیتے ہیں۔خانۂ خالی کو خانہ خالی لکھتے ہیں۔چاہئے،پڑھئے ہوئے خانہ اے خالی ہو۔چھوٹی سی ہمزہ دو کام کر رہی ہے لیکن اسے اڑا دیا جاتا ہے۔جیسے اس کی ضرورت ہی "ش"۔یہ ایک کارآمد حرف کے ساتھ بڑی زیادتی ہے“(۱۷)

مندرجہ بالا اقتباس میں شان الحق حقی نے حرفِ ہمزہ کے حوالے سے اس کے دو پہلوؤں کو شامل کیا ہے۔اس میں انھوں نے املاء میں اس کی ادائیگی اور تلفظ میں اس کے اظہار پر بات کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ ہمزہ کا حرف اگرچہ صوتی اعتبار سے بہت اہم ہے اور اس کی یہی آواز الفاظ کے تلفظ میں اہم حیثیت کی حامل ہے لیکن اس حرف کے ساتھ املا میں ثانوی رویہ برتا جاتا ہے۔ایسے الفاظ،جن کے تلفظ میں ہمزہ کا شامل ہونا ضروری ہے اور تلفظ میں ہمزہ کو شامل کیے بغیر لفظ کی درست انداز میں ادائیگی ممکن ہوتی تلفظ ہمزہ لازماً شامل ہوتا ہے۔ ایسے لفظوں کے املاء میں بھی ہمزہ کو بعض اوقات خارج کر دیا جاتا ہے۔ایسے تمام الفاظ جن کے تلفظ میں ہمزہ کی ادائیگی ضروری طور پر شامل ہو۔ان کے املامیں بھی ہمزہ کا لکھا جانا ضروری ہے۔ اردو میں ایسے بے شمار الفاظ ہیں جن میں

ہمزہ کا استعمال جا بجا نظر آتا ہے۔شان الحق حقی نے ہمزہ کے حروف کی وضاحت کرتے ہوئے مختلف صورتوں میں اس کے استعمال کے بارے میں لکھا ہے:

"ہمزہ اکثر مرکب الفاظ میں کسرۂ اضافت کے طور پر آتی ہے۔مثلاً:

اضافتِ وصفی: دیدۂ بینا(دیکھنے والی آنکھ) روشن آنکھ،یہاں بینا، آنکھ کی صفت ہے۔

چہرۂ زیبا: خوبصورت چہرہ

اضافت نسبتی :ادارۂ تحریر ،حلقۂ احباب، شعبۂ تعلیم

اضافتِ تملیکی :جو ملکیت کو ظاہر کرتی ہے۔ جیسے بندۂ، خدا خانۂ انواری،

اضافت تنکیر:جیسے قلعۂ کوئی ایک قلعۂ

قریۂ: کوئی یا ایک شہر

اضافتِ ظرفی: جیسے تختۂ گل، پھولوں بھری کیاری،

پیمانۂ ے، کوزۂ آب"(۱۸)

شان الحق حقی نے مندرجہ بالا اقتباس میں ہمزہ کے مختلف صورتوں اور ان کے اظہار کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ان تمام صورتوں میں جہاں املا میں ہمزہ کا استعمال ملتا ہے۔وہیں کے تلفظ میں بھی ہمزہ کی ادائیگی کے ساتھ ملتا ہے۔ان تمام اضافتوں میں ہمزہ" اے"کی آواز کے لیے استعمال ہوتا ہے

بعض الفاظ میں عبارت کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لیے ہمزہ کے استعمال کیا جاتا ہے۔اس طرز پر بہت سے الفاظ کی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔جن کو غلط تلفظ پڑھنے کی بنیاد پر ہمزہ شامل کر

دیا جاتا ہے۔شان الحق حقی نے جہاں ہمزہ استعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔وہیں الفاظ کی ان صورتوں کو بھی اجاگر کیا ہے جہاں ہمزہ کے استعمال اصولی طور پر نہیں کرنا چاہیے۔وہ لکھتے ہیں:

> "بعض جگہ اسے زبردستی کھینچ کر لاتے ہیں جیسے علمائے دین میں تو ہمزہ آئے گی۔دریائے لطافت میں اس کی ضرورت نہیں۔دریا فارسی کا لفظ ہے۔جس کے آخر میں ہمزہ نہیں آئے گا۔اسی طرح آشنائے راز،ادائے ناز،خدائے برتر وغیرہ فارسی الفاظ کے ساتھ اضافہ کے لیے "ی" آئے تو ہمزہ کی ضرورت نہیں۔یہ بھی ہمزہ کے ساتھ زبردستی ہے جو چلی آ رہی ہے"(۱۹)

تمام محققین کی آراء میں ہمزہ کے حوالے سے وضاحت ملتی ہے کہ اردو حروف تہجی میں ہمزہ کا حرف عربی سے آیا ہے۔عربی میں ہمزہ بطورِ حرف اور بطورِ علامت استعمال ہوتا ہے۔اردو میں بھی اس کی دونوں صورتیں رائج ہیں۔بعض الفاظ میں ہمزہ بطورِ حرف جب کے بعض الفاظ میں بطورِ علامت یا حرکت استعمال ہوتا ہے۔ہمزہ کی آواز چونکہ الف سے مماثل ہے۔اس لیے اس کو اکثر و بیشتر غلطی سے الف کے مقام پر بھی استعمال کر لیا جاتا ہے۔اردو میں ہمزہ کے استعمال خواہ وہ لکھاوٹ کے اعتبار سے ہو یا پھر تلفظ کے اعتبار سے عربی اور فارسی قواعد سے شناسائی ضروری ہے۔اس کے علاوہ اردو میں ہمزہ کے لیے وضع کردہ اصول و ضوابط کے بارے میں بھی جاننا ضروری ہے۔اس صورت میں ہمزہ کا اردو زبان میں درست صورت میں استعمال ممکن ہے۔

## عربی الفاظ کے اردو تلفظ کی بحث

اردو کو مخلوط زبان قرار دیا جاتا ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ اردو زبان کی تشکیل میں مختلف زبانوں کی عملداری نظر آتی ہے اور اردو زبان کے لسانی ذخیرے میں مختلف زبانوں کے الفاظ کو اس کی دلیل فراہم کرتے ہیں۔برصغیر کے تاریخی پسِ منظر میں جہاں اس خطے کی تہذیب ثقافت اور دیگر روایات کے بارے میں شناسائی حاصل ہوئی ہے وہیں اس خطے کی زبان کے ارتقائی سفر کا مطالعہ بھی دلچسپی سے خالی نظر نہیں آتا۔مختلف ادوار میں یہ خطہ مختلف حکمرانوں کے زیر نگیں رہا۔ابتدائی طور پر

محمد بن قاسم کی آمد اس خطے میں ایک بڑا واقعہ شمار ہوتی ہے۔محمد بن قاسم کی آمد سے پہلے عرب تاجروں کے مالا بار کے ساحلوں تک آمدن کی شواہد ملتے ہیں۔ لیکن عربی زبان کی اس خطے پر باقاعدہ اثرات محمد بن قاسم کی آمد سے جڑتے ہیں۔اگرچہ محمد بن قاسم نے خود یہاں قلیل عرصہ کیا لیکن اس کا یہ مختصر قیام اس خطے میں عربی زبان کے بیج بوئے جانے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس خطے کا اس کے بعد بھی مختلف واسطوں سے عربی زبان سے تعلق جڑتا رہا۔

عربی زبان کے اس خطے کی زبان پر اثرات کی ایک اور اہم ترین وجہ" اسلام" بھی ہے۔ چونکہ اسلامی تعلیمات کا تمام تر لٹریچر عربی زبان میں تھا۔یہی سبب ہے کہ اس خطے کے لوگوں کی زندگیوں میں براہ راست انداز میں عربی الفاظ شامل ہوئے۔چونکہ تمام احکامات شریعہ،عربی زبان میں تھے۔اس لیے روز مرہ زندگی میں بھی عربی زبان کے الفاظ استعمال کیے جانے لگے۔

اردو زبان میں لسانی اعتبار سے تلفظ پر عربی زبان کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔عربی زبان اردو زبان کے تلفظ کو ایک جہت عطا کرنے میں ہم کردار ادا کیا ہے۔اردو زبان نے تلفظ کے تناظر میں تجزیاتی مطالعے متعلق میں مختلف سطحوں اور مختلف حالتوں میں عربی زبان کی اثر اندازی کی عکاسی ملتی ہے۔اس حوالے سے مختلف ناقدین نے مختلف پہلوؤں کے عکاسی کی ہے۔ پروفیسر غازی علم الدین اردو زبان عربی کے اثرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”عربی زبان نے اردو کی ارتقائی مدارج طے کرنے اور اس کے حسن میں اضافہ کرنے کے عمل میں بہت حصہ لیا،بر صغیر کی علاقائی زبانوں کا احصا کیا جائے اور ان کے مفردات کا ماخذ تلاش کیا جائے تو سینکڑوں نہیں ہزاروں الفاظ عربی النسل نکلیں گے جو اسلامی ثقافت کی زندہ مثال ہے۔ عربی اثرات کا نتیجہ ہے یوں کہا جا سکتا ہے کہ عربی الفاظ نے اردو کی ساخت و پر داخت ہی مادرانہ کردار ادا کیا ہے“(۲۰)

پروفیسر غازی علم الدین نے اردو زبان کی تشکیل میں عربی زبان کے کردار کو مادرانہ کردار قرار دیا ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربی زبان نے اردو زبان پر مختلف حوالوں سے اثرات مرتب کیے ہیں۔ان میں الفاظ کی ادائیگی بھی شامل ہے۔عربی الفاظ کی وجہ سے اردو میں تلفظ کی صورت میں بھی بدلاؤ پیدا ہوا ہے۔تلفظ کے طور طریقے تبدیل ہوئے ہیں۔اردو زبان پر عربی تلفظ کئی سطحوں پر اثرات ملتے ہیں۔

اردو زبان میں عربی زبان کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ان میں روزمرہ کی گفتگو سے لے کر روزمرہ کے معاملات کے بیان تک ہم اردو زبان بولتے ہوئے لاشعوری طور پر بھی زبان کے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔عربی کی ضمن میں یہ الفاظ میں محض عبادات کے حوالے سے نہیں بولے جاتے بلکہ ان کا استعمال روز مرہ زندگی کے بیشتر پہلوؤں میں ملتا ہے اور ان الفاظ کو اردو زبان سے الگ کرنا مشکل قرار پاتا ہے۔اردو زبان میں عربی کے ساتھ فارسی زبان کے بھی بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ڈاکٹر رضوانہ معین لکھتی ہیں:

> ”علمی اور معیاری زبان میں عربی اور فارسی کے الفاظ کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔اتنے اہم جزو کو نظر انداز کرنے سے اردو ایک بولی تو رہ سکتی ہے لیکن علمی زبان ہرگز نہیں بن سکتی“(۲۱)

ڈاکٹر رضوانہ معین کی رائے میں اردو زبان میں سب سے زیادہ عربی کے الفاظ شامل ہیں۔انھوں نے عربی کے ساتھ فارسی زبان کو بھی شامل کیا ہے۔اس ضمن میں وضاحت کی گئی ہے کہ اگر اردو میں سے عربی اور فارسی زبان کے الفاظ نکال دیے جائیں تو اردو زبان کے بجائے بولی کی حیثیت اختیار کر لے گی۔

اردو زبان کے صوتیاتی مطالعے میں عربی زبان کے صوتی نظام کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔عربی زبان نے تلفظ کے اعتبار سے اردو تلفظ پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

اردو زبان کے تلفظ میں فارسی زبان کا لفظ" ژ"کو نمایاں حیثیت رکھتا ہے لیکن "ژ" کا استعمال بہت کم الفاظ میں ہوتا ہے۔بعض محققین نے اس لفظ کو اردو حروف تہجی میں بوجھ کی ایک صورت قرار دیا ہے اور مسعود حسن خان نے اس لفظوں کو حروف تہجی سے خارج کرنے کی تجویز بھی پیش کی جب کہ اس کے مقابلے میں عربی کے الفاظ کی سورج یکسر مختلف نظر آتی ہے۔عربی کے بہت سے ایسے حروف اردو زبان میں شامل ہیں جو اردو زبان کے تلفظ اور نمایاں جہت اور رخ عطا کرنے میں اہمیت کے حامل ہیں۔اردو میں عربی کے ایسے حروف میں ذ ،ز، ر، ض، ط، خ ،غ اور ق وغیرہ شامل ہیں۔یہ عربی آوازوں کی عکاسی کے لیے استعمال ہونے والے حروف ہیں۔لیکن اردو املا میں بہت سے الفاظ ان حروف کے ذریعے اظہار پاتے ہیں۔عربی کے اردو پراس صوتیاتی اثر کے حوالے سے ڈاکٹر رضوانہ معین لکھتی ہیں؛

> ”دراصل بیرونی آواز والے الفاظ کا مستقل داخلہ کسی زبان میں صوتیاتی نظام کی تبدیلی کا محرک بن جاتا ہے۔اردو کے تعمیری دور میں عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے داخل ہوتے رہے ہیں اور ان الفاظ کے سہارے ان کی مخصوص آواز جو ہند آریائی کی زبانوں کی صورتحال سے بالکل مختلف تھیں۔ان غیر مانوس ماحول میں اپنی جگہ بنانے لگیں۔ہندوستان کی لسانی فضا میں یہ آوازیں نئ اور اجنبی تھیں۔لیکن اردو نے انھیں مشرف قبولت بخشی اور اپنے صوتی نظام کا خاص جزو بنایا۔ ان میں خ،ز،غ،ف،ق کے مخارج اور ادائیگی پر اہل اردو پوری قدرت رکھتے ہیں۔البتہ ث،ح،ض اورح کے مخارج پر سبھی لوگ قادر نہیں ہیں“(۲۲)

اردو زبان کےصوتی مطالعے میں عربی حروفِ تہجی کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔یہ حروف تہجی عربی صوتیات کی عکاس ہیں اور ہند آریائی خاندان سے تعلق رکھنے والی زبان ہے۔اس لیے اردو کا صوتیاتی نظام عربی زبان کے صوتیاتی نظام سے بالکل مختلف ہے۔

عربی کے الفاظ جب اردو میں شامل ہوئے تو ان کے ساتھ عربی حروف تہجی بھی اردو حروف تہجی میں شامل ہوئے تو ان حروف تہجی کو مقبولیت حاصل ہوئی۔اس کی بنیاد پر اردو کے صوتی نظام میں واضح بدلاؤ پیدا ہوا۔جب ایک زبان کسی دوسری زبان کے حروف تہجی قبول کرتی ہے تو ان حروف کا دیسی زبان میں استعمال بھی شروع ہوتا ہے عربی حروف تہجی کے اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سے دیسی الفاظ کے تلفظ کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔کیوں کہ عربی کے ان الفاظ کی وجہ سے اردو کے بہت سے الفاظ میں تلفظ کے حوالے سے بدلاؤ پیدا ہوا۔اس کا سبب دیسی الفاظ میں عربی کے الفاظ کی ہم آہنگی تھی۔جس کی وجہ سے دیسی الفاظ کے تلفظ میں بھی بدلاؤ آیا۔گیان چند جین اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ”جب بیرونی آواز والے الفاظ حصولِ زبان میں کافی مقدار تعداد میں آ جاتے ہیں تو وہ آوازیں بعض دیسی الفاظ میں شامل ہو جاتے ہیں۔مثلاً خچر، غنڈا،اخروٹ،غرغراہٹ جیسے الفاظ عربی فارسی کے نہیں ہیں لیکن ان میں خ یا غ بولی جاتی ہے۔گنڈا، گپ دو لفظوں کے اصل تلفظ کو بدل کر غنڈہ اور غپ کر دیا گیا ہے“(۲۳)

گیان چند جین نے مندرجہ بالا اقتباس میں اردو زبان میں عربی حروف تہجی کے استعمال کی بدولت لفظ میں بدلاؤ کی مختلف صورتوں کی پیش کش کی ہے۔اس ضمن میں یہ پہلو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اردو میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی اصل صورت مختلف ہے۔لیکن ان میں عربی حروف تہجی کے استعمال کی بدولت جہاں ان کی املاء میں تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہے وہیں ان کے تلفظ میں بھی بدلاؤ آیا ہے۔

گیان چند نے اپنی رائے میں اردو کے الفاظ میں حروف تہجی خصوصاً خ اور غ کے استعمال کی وجہ سے تلفظ میں وقوع ہونے والی تبدیلی کو اجاگر کیا ہے۔

اردو زبان میں عربی زبان کے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ان الفاظ کو عربی کے بجائے اردو لفظ میں بولا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے ان الفاظ کا تلفظ بدل جاتا ہے۔اس ضمن میں عربی الفاظ اردو میں بولنے کے لیے" اردوا" لینا کی اصلاح استعمال ہوئی ہے لیکن اس صورت میں تلفظ کی صورت اور سے اور ہو جاتی ہے۔اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اردو میں عربی کے طرز پر اعراب کا استعمال نہیں ملتا۔اردو املا میں الفاظ کو اعراب کے بغیر لکھا جاتا ہے۔اردو میں عربی کے شامل بعض الفاظ کے درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے اعراب کی لازماً ضرورت پیش آتی ہے اور اعراب کے بغیر لفظ کی درست تلفظ میں ادائیگی ممکن نہیں ہوتی۔اس حوالے سے ڈاکٹر شاداب ردولوی لکھتے ہیں:

> ”اردو رسم الخط میں اعراب کی اہمیت اس قدر ہے جتنی عربی میں تلفظ اور زبان کے اختلاف کی۔سب سے پہلی وجہ اردو رسم الخط میں حروفِ علت کی غیر موجودگی اور اعراب کا فقدان ہے۔اردو میں اعراب خاص طور پر ایسے الفاظ کے لیے سخت ضروری ہیں جو اردو کا جزو ہیں لیکن اعراب کی عدم موجودگی میں ان کے معنی بدل جاتے ہیں“(۲۴)

اردو میں ایسے بہت سے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن میں زبر، زیر کے فرق سے نہ صرف تلفظ میں فرق پیدا ہوتا ہے بلکہ کے معنویت بھی بدل جاتی ہے۔بعض اوقات تلفظ کے بدلاؤ سے لفظ قاعدے کے مطابق مہمل صورت اختیار کر لیتا ہے۔زیر و زبر کے ساتھ معانی کے فرق کی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔مثال کے طور پر لفظ" ملک" کو زیر اور زبر کے ساتھ مختلف تلفظ کے تحت پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر "مُلک" کی میم پر پیش لگا دیا جائے تو (مُلک )کو یہ سلطنت یا ریاست کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جس کے لیے انگریزی میں(Country) کا تلفظ استعمال ہوتا ہے۔لیکن اگر ملک کے میم پر زبر لگا دی جائے تو یہ لفظ مَلک لکھا جائے گا اور اس کے تلفظ میں واضح تبدیلی ہوگی تلفظ کی صورت تبدیل ہونے کے ساتھ اس کے معانی بھی تبدیل ہوں گے اور اس کے معنی ملکیت اس سے فرشتے کے مراد لیے جائیں گے۔

معاشرے میں تلفظ کی بعض غلط صورتیں بھی رائج ہیں۔مثال کے طور پر لفظ"اِغوا" ہے۔جس کا مطلب کسی کو زبردستی اٹھاکرلے جانا ہے۔اس کے تلفظ میں عام طور پر الف کے نیچے زیر کا استعمال کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں اس کا تلفظ"اَغوا"ہے یعنی الف پر زبر ہے۔

یہی صورت لفظ "مرتب "کی ہے مرتب کو اگر ت کے نیچے "زیر" لگا کر پڑھا جائے یعنی "مرتِب" تو اس سے ترتیب دینے والا شخص مراد لیا جائے گا۔یعنی فاعل اور اگر "ت" کے اوپر زبر لگا کر لفظ کا تلفظ بولا جائے تو "مرتَب" اس سے مراد ترتیب دی ہوئی چیز ہوگی یعنی مفعول۔اشکال کا لفظ اگر الف پر زبر کے تلفظ کے ساتھ پڑھا جائے تو اَشکال تو اس کا مطلب شکل کی جمع ہوگا۔اسی طرح اگر اس لفظ الف کے نیچے زیر لگائی جائے یعنی اِشکال تو اس کا مطلب مبہم یعنی غیر واضح ہوگا۔یہی احوال اقدام کے لفظ کا ہے۔اقدام کو اگر الف پر زبر کے ساتھ تلفظ پڑھا جائے یعنی اَقدام تو اس کا مطلب قدم کی جمع ہوگا۔اگر اس مطلب آگے بڑھنا ہوگا۔حب کا لفظ ح پر زبر کے تلفظ کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کا مطلب گولی ہوگا لیکن اگر اس کو ح پر پیش کے ساتھ حُب پڑھا جائے تو یہ محبت کے معانی دے گا۔اردو میں ایسے بے شمار الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن پر زیر، زبر اور پیش کے تلفظ کے ساتھ معنویت بدل جاتی ہے۔ایسے تمام الفاظ میں تلفظ کی واضح صورت میں عکاسی کے لیے عربی کی طرز پر اعراب کا استعمال ضروری ہے۔پیراگراف میں استعمال ہوئے تمام الفاظ عربی زبان سے اردو میں شامل ہوئے ہیں۔اسی لیے ان کے درست تلفظ کے لیے عربی زبان سے شناسائی ہونا ضروری ہے۔

اردو زبان کے بہت سے الفاظ کی درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے بھی عربی زبان سے شناسائی ضروری ہے۔اردو میں ایسے بہت سے الفاظ کو شامل کیا گیا ہے جو اس زبان کا لازمی حصہ تصور کیے جاتے ہیں اور انھیں اردو سے الگ کرنا ممکن نہیں۔ قیوم ملک یہ کتاب"اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ"کے عنوان سے ہے۔اس کتاب میں قیوم ملک نے اردو میں استعمال ہونے والے عربی الفاظ کے لیے درست لفظ کے بارے میں وضاحت بیان کی ہے۔اس ضمن میں وہ واضح کرتے ہیں کہ اس وقت تک درست انداز میں اردو زبان کا تلفظ ادا نہیں کیا جا سکتاجب تک عربی زبان سے شناسائی نہ

ہو۔عربی سے شناسائی ہونے کے سبب سب سے زیادہ اثرات تلفظ پر مرتب ہوئے ہیں۔ان الفاظ کے بارے میں وہ انگریزی زبان میں فرانسیسی،لاطینی،یونانی الفاظ کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

> ”اردو کا ہر ادیب انشاء پرداز یہ محسوس کرتا ہے کہ عربی اور فارسی سیکھے بغیر اردو پر عبور حاصل نہیں کر سکتا۔اردو کی اس وقت وہ حالت ہے جو انگریزی کی ایک سو سال پہلے تھی۔ تب انگریزی میں مہارت حاصل کرنے کے لیے لاطینی اور یونانی زبانوں کا سیکھنا ضروری تھا۔اب انگریزی اتنی ترقی کر گئی ہے کہ انگریزی اور لاطینی زبانوں سے بے نیاز ہے۔اردو ابھی اس منزل تک نہیں پہنچی بلند پایہ تحریر اور جدت پسند تخلیق کے لیے عربی سے استفادہ ناگزیر ہے“(۲۵)

اردو الفاظ کے درست تلفظ کے لیے عربی زبان کے تلفظ کے اصول و ضوابط کا جاننا ضروری ہے۔اس ضمن میں اعراب سے مدد لینا بھی ضروری قرار پاتا ہے۔قیوم ملک نے اپنے تبصرے میں وضاحت پیش کی ہے کہ عربی جاننے والا طبقہ اردو میں الفاظ کے غلط لفظ پر سوائے کھڑنے کے اور کچھ نہیں کر سکتا۔کیوں کہ اردو میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں جن کی املا غلط انداز میں بولا جاتا ہے۔

اس ضمن میں قیوم ملک نے چند الفاظ کے غلط لفظ کی مثالیں درج کی ہیں۔مثلا "املاک" کے لفظ کا درست تلفظ الف پر زبر کے ساتھ املا ہے جب کہ اس کو عمومی طور پر"الف" کے نیچے زیر لگا کر اِملاک کے لفظوں میں بولا جاتا ہے۔اس طرح عربی تلفظ کے مطابق لفظ "اقساط" الف پر زبر کے تلفظ کے ساتھ ہے۔"اِقساط"اس کو نیچے زیر کے تلفظ کے ساتھ ایک ساتھ بولا جاتا ہے۔اخبار کے درست لفظ میں الف کے اوپر زبر ہے لیکن اس کے تلفظ میں بھی الف کے نیچے غلطی سے زیر لگا دی جاتی ہے۔ جیسے"اِخبار" جو کہ تلفظ کی غلط صورت قرار پاتی ہے۔عربی کے اردو میں استعمال ہونے والے تمام الفاظ کے درست تلفظ کے لیے عربی زبان میں تلفظ کی ادائیگی کے بارے میں شناسائی ہونا ضروری ہے۔اس کے بغیر اردو زبان میں درست تلفظ کی ادائیگی ممکن نہیں۔جس کی بدولت زبان میں غلطی کی بہت سی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

زبانوں میں تلفظ اور املا دونوں سطحوں پر تغیر و تبدل کا عمل جاری رہتا ہے۔مختلف زبانوں کے ارتقائی جائزے میں اس لسانی تغیر کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔مثال کے طور پر اسرائیل جو کہ انبیاء کی سرزمین ہے۔یہاں عبرانی بولی جاتی ہے لیکن صدیوں کی تبدیلی کی وجہ سے اس عبرانی کا اس عبرانی زبان سے کوئی تعلق نہیں جو صدیاں پہلے بولی جاتی تھی۔اس کے الفاظ کے املاء کے طریقوں اور تلفظ کی صورتوں میں یکسر تبدیلی وقوع پذیر ہو چکی ہے۔یہی احوال انگریزی زبان کا ہے۔آج سے چھ سو سال پہلے لکھا جانے والا انگریزی ادب آج کی انگریزی ادب سے بلکل مختلف ہے۔اس کی ذیل میں انگریزی شاعر کا باوا آدم چاسر کی انگریزی زبان بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہے۔اس انگریزی کو آج سمجھنا بھی مشکل نہیں ہے۔یہی احوال اردو زبان کا ہے۔دلی دکنی کے عہد کی زبان کے بہت سے الفاظ آج اپنی اصل صورت بدل چکے ہیں۔ان الفاظ کی ساخت اور اس کے تلفظ میں نمایاں تبدیل وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ صرف عربی زبان ہے جو اس قسم کے لسانی تغیر و تبدل سے ماورا نظر نہیں آتی ہے۔ اس ام الالسنہ کے اصول و ضوابط جو ظہور اسلام سے پہلے چلے آرہے تھے۔وہ تا حال اس صورت میں قران کریم میں عربی زبان میں ہے۔یہ قرآن کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس زبان کو ہر قسم کے معنوی اور لغوی تعریف سے مبرا کر دیا ہے۔اردو نے عربی زبان کے ذخیرے سے اخذ و انجذاب کیا ہے۔پروفیسر غازی علم الدین لکھتے ہیں:

> ”اردو میں بلند پایہ تحریر اور جدت پسند تخلیق کے لیے عربی زبان سے استفادہ نا گزیر ہے۔ صحیح اردو لکھنے اور بولنے کے لیے اردو میں مشتمل عربی زبان کے تلفظ سے بہرہ ور ہونا بہت ضروری ہے۔عربی زبان سے گہرے تعلق کے باوجود اردو دان غیر شعوری طور پر اکثر الفاظ کا تلفظ غلط کر جاتے ہیں۔تلفظ اور تراکیب کی غلطیوں پر کبھی سنجیدگی سے توجہ نہیں دی گئی۔یہی وجہ ہے کہ ایسی غلطیوں کا امکان برقرار رہتا ہے“(۲۶)

عربی زبان کے قواعد آج بھی وہی ہیں جو آج سے کئی صدیاں بیشتر تھے۔یہی وجہ ہے کہ عربی زبان کے الفاظ کا تلفظ بھی جوں کا توں ہے ان کے اصول و ضوابط کی یکسانیت کی وجہ سے تلفظ میں بدلاؤ

پیدا نہیں ہوا۔ عربی کے جن لفظوں نے عربی کے دامن میں جگہ پائی۔ان کا تلفظ بھی اسی صورت میں ہے۔جیسا کہ عربی زبان میں ہے۔اگر اس تلفظ سے انحراف برتا جائے تو الفاظ کے معانی بھی بدل جاتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ معنوی تلفظ کے بطن سے پیدا ہوتے ہیں۔زیر زبر کے فرق کے الفاظ کے مطالب میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو جاتا ہے۔مثلاً اَلحاد کا تلفظ الف پر زبر کے تلفظ کے ساتھ لحد یعنی قبر کے معانی دیتا ہے۔جب کہ الف کی زیر کے تلفظ یعنی اِلحاد کے ساتھ اس کے معنی کفر قرار پاتے ہیں۔اس طرح تلفظ "انعام" الف پر زبر کے تلفظ کے ساتھ "اَنعام" نعم کی جمع بنتا ہے۔جس کے معنی مویشی اور جانور ہیں اور "انعام" الف کی زیر کے تلفظ کے ساتھ عطیہ( ریوارڈ) کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔لفظ" ابطال" الف پر زبر کے ساتھ "ابطال" بہادر لوگوں کے معانی میں برتا جاتا ہے۔جب کہ 'اِبطال" لفظ کے نیچے زیر کے ساتھ رد کرنے کے معانی دیتا ہے۔

عربی کے اردو میں بات ایسے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں جن کے تلفظ میں زیر اور زبر کے فرق کے ساتھ فاعل اور مفعول کے معانی بدل جاتے ہیں یعنی تلفظ بدلنے کے ساتھ فاعل ،مفعول اور مفعول ،فعل کے معنی میں بدل جاتا ہے۔پروفیسر غازی علم الدین نے اس حوالے سے درج ذیل الفاظ شامل کیے ہیں:

"مُنتَظِر (انتظار کرنے والا) — مُنتَظَر (جس کا انتظار کیا جائے)

مُختَصِر (اختصار کرنے والا) — مُختَصَر (جس کا اختصار کیا جائے)

مُنتَشِر (پھیلانے والا) — منتشَر (جس کو پھیلایا جائے)

مُشتَمِل (جس کو شامل کیا جائے) — مُشتَمَل (جس کو شامل کیا جائے)

مُنتخِب ( انتخاب کرنے والا ) — منتخَب (جس کا انتخاب کیا جائے)"(۲۷)

عربی کے بہت سے الفاظ کی ادائیگی پر مقامی حوالے سے تلفظ پر بھی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مقامیت کی ذیل میں بعض ایسے عربی الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا اصل تلفظ اور ہے لیکن مقامیت میں الفاظ کی مختلف

صورت میں ادائیگی کی وجہ سے ان الفاظ سے تلفظ بدل جاتا ہے۔ اردو میں مقامی سطح پر الفاظ کے تلفظ کے بدلاؤ کی مختلف صورتیں پائی جاتی ہیں۔ پروفیسر غازی علم دین لکھتے ہیں:

"مقامی لہجے کا بھی اردو اردو الفاظ کے تلفظ پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ بعض لوگ مقامی لہجے کی پختگی کی بنا پر کوشش کے باوجود کچھ الفاظ کے مخرج صحیح طور پر ادا نہیں کر پاتے۔ مثال کے طور پر بعض علاقوں میں ع کو ح سے تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

| غلط لفظ کے ساتھ | صحیح تلفظ کے ساتھ |
|---|---|
| محلوم | معلوم |
| شحور | شعور |
| محلم | معلم |
| شحبان | شعبان |

بعض علاقوں کے لوگ الفاظ کے ادائیگی میں نہ چاہتے ہوئے بھی امالہ کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آب، کب، جب، کو ایک خاص علاقے کے لوگ ایب، جیب اور کیب وغیرہ ادا کرتے ہیں"(۲۸)

اردو کے تلفظ کے حوالے سے عربی کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اردو نے عربی زبان کے تمام حروف تہجی کو اپنا لیا ہے۔ اردو حروف تہجی ص، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ط، ز، ض اور ظ وغیرہ ایسے حروف تہجی ہیں جن کی صوتیات کی دوسری ہند آریائی زبان میں نہیں ملتیں۔ ان حروف تہجی کے استعمال کی بدولت اردو کے صوتی نظام میں نیا رنگ پیدا ہوتا ہے اور تلفظ کی سطح پر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ ایسے ہی الفاظ کے استعمال کی بدولت اردو زبان میں تلفظ کی سطح پر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں۔

عربی زبان کے الفاظ ایک شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان الفاظ کے ضمن میں یہ پہلو بھی سامنے آتا ہے کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جو اردو تلفظ میں بالکل درست انداز میں استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے مشتقات میں غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ آصف اقبال جہاں آبادی لکھتے ہیں:

> "عربی کے بعض الفاظ ایسے ہیں جو بالکل درست لفظ کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے مشتقات میں اعراب کی غلطی اور تلفظ میں خطا سرزد ہو جاتی ہے۔ مثلاً مسافر، یہ لفظ عام طور پر صحیح استعمال ہوتا ہے۔ مگر مسافرت میں "ف" کی حرکت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس طرح اردو میں عربی کے سینکڑوں اسم فاعل مستعمل ہیں اور ان کا صحیح تلفظ عربی سے واقف شخص ہی کر سکتا ہے"(۲۹)

عربی زبان کے اردو تلفظ پر گہرے اثرات کی عکاسی ملتی ہے۔ عربی زبان کے قواعد اس کے صرف و نحو سے ناواقفیت کی بنیاد پر الفاظ کے درست لفظ کی ادائیگی ناممکن ہے۔ اردو زبان کے حوالے سے تمام محققین نے درست انداز میں الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی کے لیے عربی زبان کے قواعد کی پاسداری کو لازمی قرار دیا ہے۔

## اردو میں فارسی الفاظ کے تلفظ کی بحث

مختلف ادوار میں زبان نے مختلف زبانوں سے اثرات قبول کیے۔ دو زبانوں کے اردو زبان پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب ہوئے۔ ان دونوں زبانوں میں عربی اور فارسی شامل ہیں۔ فارسی زبان نے اردو زبان کو کئی سطحوں پر متاثر کیا۔ ادبی اعتبار سے بہت سے شعری اصناف بشمول غزل، فارسی سے اردو میں شامل ہوئی۔ اردو شاعری میں بیان ہونے والے موضوعات میں بھی فارسی زبان ادب نے گہرے اثرات مرتب کیے اور فارسی ادب کے موضوعات کی اردو میں موضوعات کی پیشکش کی گئی۔

اردو زبان کی تشکیل میں بھی فارسی زبان کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ اردو زبان میں بے شمار الفاظ کا ذخیرہ فارسی زبان سے آیا ہے۔ ہم روزمرہ گفتگو میں فارسی زبان کے بیشتر الفاظ کا استعمال کرتے ہیں گویا فارسی کے الفاظ اردو زبان کے ساتھ لازم ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو میں جہاں فارسی زبان کے الفاظ کی پیشکش ملتی ہے

وہیں ان الفاظ کے تلفظ کے حوالے سے مسائل بھی پائے جاتے ہیں۔ خاص طور پر فارسی زبان کے اردو میں شامل ہونے والے الفاظ کے تذکرے میں تلفظ کے مسائل قابل ذکر ہیں۔ اہلِ ایران فارسی کو خاص لب و لہجے میں بولتے ہیں۔ ان کی ادائیگی میں لسانی حوالے سے نمایاں خصوصیات پائی جاتی ہیں لیکن جب اردو میں فارسی کے الفاظ کا تلفظ ادا کیا جاتا ہے تو ان الفاظ کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ پروفیسر علیم اشرف خان چند الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گلاب: فارسی میں گل کے معنی گلاب کے پھول کے آتے ہیں۔ جب ہم صرف گلاب بولتے ہیں تو عرقِ گلاب یا کھیوڑے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

پرستار: اس کے معنی جدید فارسی میں نرس کے آتے ہیں۔ جب کہ ہم اردو میں اس کو پرستش کرنے والے کے معنی میں لیتے ہیں۔

سیپارہ / سپارہ: سیپارہ کے میں نے فارسی تیس پاروں والا مکمل قرآن شریف ہے۔ جب کہ اردو میں ہم ایک لفظ کو ہی سیپارہ کہتے ہیں۔

شادی: فارسی میں شادی صرف خوشما کے معنی میں مروج ہے اور بیاہ کو فارسی میں ازدواج کہتے ہیں۔ اردو میں مخصوص معنی شادی کے میرج یا بیاہ ہیں"(۳۰)

فارسی زبان کے الفاظ کو تلفظ کے مطابق ادا کرنے کے حوالے سے ناقدین نے خدمات سرانجام دی ہیں۔ فارسی زبان کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن میں تلفظ کے ادائیگی میں ذرا سی تبدیلی سے لفظ کی صورت میں تبدیلی وقوع پذیر ہو جاتی ہے اور لفظ کی ساخت کے ساتھ معنی میں بھی بدلاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ اردو زبان میں فارسی کے ایسے الفاظ عام طور پر استعمال میں آتے ہیں۔ مثال کے طور پر "آسیا" ہے۔ اگر اس لفظ کو الف کے ساتھ لکھا جائے تو "اسیا" تو اس کا مطلب ہے چکی یعنی اس کی ادائیگی میں آخر میں "ہ" شامل کی جائے یعنی آسیہ تو اس کا مطلب فرعون کی بیوی ہے۔ "پارا" کا لفظ الف سے لکھا اور پڑھا جائے تو اس کا مطلب ہے بے قراری بے چینی۔ فارسی میں اسے سیماب بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر اسے "پارہ" یعنی "ہ" کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کا مطلب ٹکڑا بنتا ہے۔ لفظ "چارا" کو الف کے ساتھ ادا کیا جائے تو اس کا مطلب جانوروں کو خوراک بنتا ہے۔ لیکن اگر اس کو "ہ" کے ساتھ

یعنی چارہ لکھا جائے تو اس کا مطلب تدبیر بنتا ہے۔ فارسی میں ایک لفظ "دانا" استعمال ہوتا ہے۔ الف کے ساتھ "دانا" کا تلفظ استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب عقلمند بنتا ہے۔ لیکن اگر اس کی ادائیگی میں "ہ" کو شامل کیا جائے تو اس کا مطلب آب و دانہ قرار پاتا ہے۔ اسی طرح فارسی میں لفظ "سایا" الف کے ساتھ پوشاک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کے ادائیگی میں "ہ" شامل کی جائے تو اس کا مطلب دیوار کا سایہ بنتا ہے۔ لفظ "شیوا" الف کے ساتھ وسیع و بلیغ معنوں میں استعمال ہوتا ہے لیکن اگر اس کے تلفظ میں "ہ" شامل کی جائے تو اس کا مطلب طرز، روش قرار بنتا ہے۔ لفظ "نالا" الف کے ساتھ ندی، نالہ کے معنوں میں آتا ہے لیکن اگر اس میں "ہ" کی ادائیگی کی جائے یعنی "نالہ" تو اس کا مطلب آہ و نالہ یا آہ بکا بنتا ہے۔ لفظ "نا" الف کے ساتھ تاکید کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن "نہ" ہ کے ساتھ نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام الفاظ میں الف اور ہ کے استعمال کی عکاسی کی گئی ہے۔ اگرچہ الف اور ہ کا فرق املا میں زیادہ اور تلفظ میں کم اجاگر ہوتا ہے لیکن پھر بھی اس فرق کی بدولت لفظ کے معانی میں بدلاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ معنیاتی سطح پر یہ تبدیلی جہاں املا کی صورت میں اجاگر ہوتی ہے وہیں تلفظ کی صورت میں بھی اس میں بدلاؤ آتا ہے۔ اردو میں استعمال ہونے والے فارسی کے بیشتر الفاظ کے تلفظ میں اس طرح کی معمولی تبدیلی سے معنیاتی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اور لفظ دوسرے معنوں میں استعمال ہونے لگتا ہے۔

فارسی سے اردو میں شامل الفاظ کی ادائیگی میں ذال اور زے کی بحث بھی اہم ہے۔ فارسی میں شامل الفاظ میں اگر ذال اور زے سے تلفظ کی ادائیگی کی جائے تو معنی اور ہوں گے۔ لیکن اگر زے سے معانی کی تبدیلی کی جائے تو معانی اور ہوں گے۔ اس حوالے سے فارسی مصادر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

> "فارسی کے پانچ مصادر ہیں۔ گذشتن، گذاشتن، گذارون، پذیر رفتن اور گزارون۔ ان میں ابتدائی چار مصادر میں ذال ہے اور آخری مصدر میں زے ہے۔ اس لیے گذاشتن، گذاردن، گذاشتن اور گذشتن کو ان کے مشتقات میں ذال میں لکھنا چاہیے۔ جن کے لیے مثال میں ہم راہِ گذر، سرگذشت اور عمر گذاردن کو پیش کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ جب گزاردن مصدر کو زے سے لکھا جائے گا تو اس کے معنی ادا کرنا، شرح کرنا

اور پیش کرنا ہوتا ہے اور ان سے بننے والے الفاظ کو ہمیں صرف زیر سے ہی لکھنا چاہیے۔
جیسے گزارش، نماز گزار، خدمت گزار، مال گزار اور عبادت گزار وغیرہ"(۳۱)

فارسی زبان میں "ژ" کا لفظ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لفظ سے بیشتر الفاظ کا تلفظ ادا ہوتا ہے۔ اردو میں "ژ" کے لفظ کی اہمیت بہت کم ہے۔ مسعود حسن خان لکھے اردو میں "ژ" سے حرف تین لفظوں کا تلفظ ادا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس فارسی زبان میں "ژ" کا حرف خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لفظ کی اہمیت کے پیشِ نظر وہ تمام الفاظ جو فارسی سے اردو زبان کا حصہ بنے ان کے تلفظ کی ادائیگی میں اگر "ژ" کا حرف شامل ہے تو اس کی ادائیگی میں "ژ" کو ہی شامل کرنا چاہیے۔ عام طور پر "ژ" کے بجائے تلفظ کی ادائیگی میں "ز" حرف شامل کر لیا جاتا ہے۔ جس کے باعث لفظ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔

اردو میں فارسی الفاظ کے تلفظ کے مسائل میں "ژ" کے حرف سے شروع ہونے والے لفظوں میں اژدہاد، پژمردہ، نژاد، ژالہ باری، ژولیدہ اور مژگاں وغیرہ شامل ہیں۔ ان لفظوں ان تمام لفظوں میں "ژ" کا حرف شامل ہے۔ اردو میں تلفظ کی ادائیگی میں بعض اوقات "ژ" کو "ز" سے بدل دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تلفظ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس طرز کے تمام الفاظ میں "ژ" کی آواز کو واضح طور پر ادا کرنا ضروری ہے۔

فارسی قواعد سے ناشنائی کے باعث فارسی کے بیشتر الفاظ ایسے ہیں جن کے املا کو دیکھتے ہوئے ان کے تلفظ کی ادائیگی میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً عربی اور فارسی زبان میں قاعدہ ہے کہ ساکن نون، کے ساتھ جب ب کا ادغام ہوتا ہے تو اس صورت میں نون اور ب مل کر "م" کی آواز پیدا کرتے ہیں۔ اب اگر املا میں ن اور ب لکھا ہوا ہو اور فارسی کے اس قاعدے سے شناسائی نہ ہو تو لکھے ہوئے حرف کو پڑھنے میں تلفظ کی غلطی پیدا ہو جائے گی۔ پروفیسر علیم اشرف خان لکھتے ہیں:

"فارسی کے کسی بھی لفظ میں ساکن "نون" کے بعد "ب" آتی ہو تو اس نون کی آواز م میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یعنی لکھا نون جاتا ہے لیکن پڑھنے میں اس کی آواز م کے نکلتی ہے۔ جیسے یہ الفاظ منبر، گنبد، منبع، جنبش، انبساط، زنبیل اور شنبہ وغیرہ"(۳۲)

اقتباس میں شامل الفاظ منبر، گنبد، منبع، جنبش، انبساط، زنبیل اور شنبہ وغیرہ میں نون کے بعد ب کا حرف آیا ہے اور ان تمام لفظوں میں نون "م" کی آواز پیدا کرتا ہے۔ عمومی طور پر تلفظ کے قاعدے سے ناشنائی کی بدولت اس صورت میں درست لفظ کی ادائیگی میں مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اردو زبان میں فارسی کے الفاظ زبان کے ساتھ ہم آہنگی اور مطابقت پائی جاتی ہے۔ تلفظ کے مسائل میں چند بنیادی اصول و ضوابط سے آشنائی ہونے کے سبب تلفظ کے مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔

## اردو میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کی بحث

دنیا کی مقبول ترین زبانوں میں انگریزی زبان سرِ فہرست شامل ہے۔ انگریزی کا دائرہ کسی ایک ملک یا خطے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کو بین الاقوامی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں بھی انگریزی زبان کی اہمیت سے انکار ممکن ہے۔ انگریزی زبان نے دنیا کے دیگر زبانوں پر بھی اثرات مرتب کیے ہیں۔ ان اثرات میں اردو زبان بھی شامل ہے۔ پاکستان اور دیگر وہ خطے جہاں اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے وہاں انگریزی کی عملداری نظر آتی ہے۔ اردو میں انگریزی زبان کی ادائیگی کے حوالے سے تلفظ کے مسائل موجود ہیں۔

انگریزی زبان کے ایسے بے شمار الفاظ ہیں جو اردو زبان میں روزمرہ کی گفتگو میں استعمال ہوتے ہیں اور ان الفاظ کے استعمال میں تلفظ کی ادائیگی بھی انگریزی میں بہتر ہوتی ہے۔ اردو میں انگریزی کیسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کے لیے اردو میں ان کے متبادل تلاش کرنا مشکل عمل ہے۔ یہی سبب ہے کہ اردو بول چال میں انگریزی کے بعد الفاظ تواتر سے استعمال ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ انگریزی کے وہ الفاظ جو اردو میں استعمال ہوتے ہیں ان کا تلفظ اردو میں درست انداز میں ادا کرنا مشکل ہے۔ خواجہ بشر الرحمان لکھتے ہیں:

> ”جب اردو میں انگریزی کے الفاظ در آئے تو ان کے تلفظ کا مسئلہ بھی پیدا ہوا کیوں کہ وہ لوگ جو انگریزی نہیں جانتے تھے یا کم جانتے تھے ان کے لیے انگریزی الفاظ کا تلفظ اسی طرح ادا کرنا دشوار بات ہے۔ پھر ہر زبان کا اپنا ایک صوتی مزاج ہوتا ہے۔ اس صوتی مزاج

اور آہنگ کے مطابق دوسرے زبان سے آنے والے الفاظ کی شکلیں بھی تبدیل ہوتی ہیں تو لفظ بھی بدلتا ہے۔ اردو میں ایسا عربی الفاظ کے ساتھ بھی ہوا اور فارسی الفاظ کے ساتھ بھی۔ یعنی معاملہ انگریزی الفاظ کے ساتھ بھی ہے۔ بعض لوگ انگریزی کے الفاظ کو اردو میں بولتے تو ہیں لیکن ان کا اتنا بھونڈا تلفظ ادا کرتے ہیں کہ نہ صرف ان کا تلفظ بگڑ جاتا ہے بلکہ اردو جملوں کا مزہ بھی کر کرا ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ اردو میں انگریزی کے الفاظ کا اسی تلفظ کی کوشش کرتے ہیں ایسی صورت میں انگریزی الفاظ کا تلفظ تو درست ہو جاتا ہے لیکن اردو میں بالکل اجنبی محسوس ہوتے ہیں"(۳۳)

مندرجہ بالا اقتباس میں بدیع الزمان نے اردو زمان میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کے ذیل میں دونوں پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اردو میں انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا بنیادی مسئلہ انگریزی الفاظ کے تلفظ کی درست انداز میں ادائیگی ہے۔ اردو میں انگریزی الفاظ کی درست صورت میں ادائیگی ممکن نہیں ہوتی۔ اردو زبان بولنے والوں کے طبعی حالات زبان کی ساخت اور مادری زبان کے اثرات، انگریزی الفاظ کے تلفظ پر براہ راست انداز میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس حوالے سے اردو زبان میں انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ ہمیشہ درپیش رہتا ہے اور ان الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی میں کسی نہ کسی حد تک لفظ کی صورت بدل جاتی ہے۔ جب کہ اس کا دوسرا رخ یوں ہے کہ بعض اردو بولنے والے انگریزی الفاظ کی درست صورت میں ادائیگی کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن اس ادائیگی کی وجہ سے اردو جملے میں طبیعت کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اردو انگریزی دو مختلف زبانیں ہیں۔ ان زبانوں کے الفاظ اور ان کی صورتحال اکثر مختلف ہیں۔ یہی سبب ہے کہ جب اردو میں انگریزی کے الفاظ کے درست لفظ کے ادائیگی کی جاتی ہے تو اس صورت میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کی وجہ سے اردو جملے میں بھی اجنبیت کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے اور جملے کی روانی اور تسلسل متاثر ہوتا ہے۔

اردو زبان میں انگریزی کے تلفظ کی ادائیگی میں سب سے اہم مسئلہ مخارج کا ہے۔ انگریزی الفاظ کے مخارج کو جس انداز میں انگریزی والے ادا کرتے ہیں تو اسی صورت میں اردو والوں کے لیے ادائیگی ناممکن ہے۔ انگریزی کے ایسے بے شمار حروف کی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ بدیع الزمان انگریزی حروف کے مخارج کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اردو کا صوتی نظام اور مزاج الگ ہے اور انگریزی الگ۔ مثال کے طور پر انگریز "پی" کو "پھی" بولتے ہیں۔ جب کہ اردو ہندی والے "پی" ادا کرتے ہیں ایسا ہی معاملہ انگریزی حرف "ٹی" کے ساتھ بھی ہے۔ انگریز اس کو "ٹھی" یا سوفٹ ٹی عطا کرتے ہیں۔ لیکن ہندوستانی سیدھے "ٹی" بولتے ہیں اور کئی حروف ہیں جنہیں انگریز ادا کرنے میں بڑی نزاکت برتتے ہیں لیکن اردو اور ہندی والے عام طور پر اتنی احتیاط نہیں کرپاتے "(۳۴)

حروف کے مخارج کا معاملہ دنیا کی تمام زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ اردو میں بولے جانے والے عربی اور فارسی الفاظ کے مخارج میں یہ صورت نظر آتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو بولنے والے اردو زبان میں شامل عربی کے حروف کے مخارج کی اس انداز میں ادائیگی نہیں کرسکتے جس انداز میں عرب والے کرتے ہیں۔ اگر عربی کے الفاظ کے مخارج کی ادائیگی بالکل عرب والوں کی طرز پر کی جائے تو اس صورت میں بھی اس کا اثر زبان پر ہوتا ہے اور اردو میں اس عمل کو معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر "ق" کے حرف کی ادائیگی میں اہل عرب و حلق سے گہری آواز پیدا کرتے ہیں لیکن اردو میں ق کے مخرج میں آواز کی گہرائی تو پیدا کی جاتی ہے لیکن اس طرز پر نہیں کہ جس انداز میں اہل عرب کرتے ہیں۔ اردو میں ق، کی ادائیگی میں مخرج کا اس حد تک فرق ضروری ہے کہ ق کے تلفظ پر ک کا گمان نہ ہو۔ یہی احوال انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا ہے۔ انگریزی الفاظ کے تلفظ کے حوالے سے پائے جانے والی پیچیدگیوں کی بدولت بہت سے الفاظ کی صورت تبدیل شدہ نظر آتی ہے۔ اردو میں انگریزی کے ایسے بہت سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جن کے تلفظ میں مسائل نظر آتے ہیں۔

اردو میں قاعدہ ہے کہ "ایس" سے شروع ہونے والے انگریزی الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی میں حرف کے شروع میں الف یا ہمزہ کی آواز شامل کی جائے کیوں کہ "ایس" سے شروع ہونے والے لفظوں کو اس انداز میں ادا کرنا جیسا کہ انگریزی زبان میں ادا کیا جاتا ہے۔ اردو میں مشکل ہے۔ اردو زبان پر بھاری محسوس ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ایسے الفاظ کا تلفظ اردو میں تبدیل ہوگیا ہے۔ بدیع الزمان لکھتے ہیں:

> "انگریزی کے جن الفاظ کے تلفظ اردو میں قدرے تبدیل ہوا ہے۔ ان میں School,Station,Screen,State جیسے اچھے خاصے الفاظ شامل ہیں۔ انگریزی

میں ان الفاظ کو ادا کرتے ہوئے "ایس" کی آواز نکالی جاتی ہے لیکن اردو میں جب یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو پہلے ہمزے کی آواز آتی ہے۔اسکول ،اسٹرائیک ،اسکرین،اسٹیج ،اسٹیشن، اگر ہمزے یا الف کی آواز کو حذف کر کے انھیں سکول ،سٹرائیک، سٹیٹ، سکرین بولا جائے تو یہ مناسب نہ ہو گا۔ ایک تو یہ اس لیے کہ اردو کا مزاج اسے قبول نہیں کرتا دوسرا اس کے لیے کہ انھیں اصل تلفظ کے ساتھ بولنا اردو والوں کے لیے ثقالت رکھتا ہے"(۳۵)

ہر زبان ارتقائی عمل سے گزرتی ہے۔ زبان میں شامل الفاظ کی نوعیت پر کئی طرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے الفاظ میں تبدیلی وقوع پذیر ہوتی رہی ہیں۔ دیگر تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ زبان پر اثر انداز ہونے والے تبدیلیوں میں تلفظ کا پہلو بھی شامل ہے۔ اردو زبان میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کے تحقیق میں بھی تواتر سے تبدیلی وقوع پذیر ہوتی رہی ہیں۔۱۸۵۷ء کے بعد جہاں اس خطے کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی اقدرار تبدیل ہوتی رہی ہیں۔ زبان کی نوعیت میں بھی تبدیلی وقوع پذیر ہوئیں۔ زبان میں وقوع ہونے والی دیگر تبدیلیوں کے ساتھ انگریزی کے بے شمار الفاظ کہ اردو زبان میں شمولیت بھی شامل تھی۔ انگریزی کے اردو زبان میں شامل الفاظ کے تلفظ کی صورتوں میں بھی بدلاؤ واقع ہوا۔ بہت سے ایسے الفاظ ہیں جن کے ابتدائی طور پر تلفظ مختلف تھا اور بعد میں تلفظ کی ادائیگی میں تبدیلیاں واقع ہوئیں اور تلفظ کی نوعیت بدل گئی۔اس ضمن میں مختلف انگریزی الفاظ میں تلفظ کی ادائیگی میں بدلتے ہوئے طریقے سے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا تلفظ آغاز میں جس طرز پر ادا کیا جاتا تھا بعد ازاں وہ متروک قرار پایا اور اس کی جگہ تلفظ میں بدلاؤ آیا اور تلفظ کی دوسری صورت نے فروغ پایا اور پھر پہلی صورت میں ادا کیا جانے والا تلفظ ، تلفظ کی غلطی قرار پایا۔ بدیع الزمان ایسے الفاظ کی ذیل میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انگریزی کے Knowledge,College, Doctor,Pocket جیسے الفاظ کے تلفظ میں قدرے پیچیدگی پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ ان الفاظ کو مختلف طریقے سے بولا جاتا ہے۔ بعض لوگ "او" کی آواز کے ساتھ جیسے ڈوکٹر، کولج، نولج، پوکٹ بولتے ہیں۔ جب کہ بعض لوگ ڈاکٹر ،نالج، کالج، پاکٹ بولتے ہیں۔ کچھ دہائیاں قبل تک ایسے الفاظ کو "آ" کے آواز کے

ساتھ بولنے، پڑھنے کا رواج تھا لیکن اب یہ چلن تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہا ہے۔ چناں چہ اب اردو حوالے سے ان الفاظ کو "او" کی آواز کے ساتھ بولتے نظر آتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں کیا کیا جائے بہتر یہ ہے کہ جو الفاظ اردو میں جس طرح رائج ہیں انھیں اسی طرح ادا کیا جائے"(۳۶)

اردو ادب میں انگریزی کے ان الفاظ مثلاً ڈاکٹر، کالج اور نالج وغیرہ تلفظ میں "او" کے الفاظ شامل ہے۔ اسی لیے اب درست لفظ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ ان الفاظ کے لیے "او" لفظ بھی شامل کیا ہے۔ ان الفاظ کو پاکٹ، نالج اور کالج وغیرہ بولا تلفظ کی غلطی شمار ہوتا ہے اور اب اس انداز میں تلفظ کے ادائیگی کی صورت میں یہ الفاظ نامانوس اور اجنبی بھی محسوس ہوں گے۔ اردو میں ایسے بہت سے انگریزی کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کے تلفظ ادائیگی کے لیے طے کردہ یا متعین تلفظ کی صورت نظر نہیں آتی بلکہ ان الفاظ کو کبھی کسی تلفظ تو کبھی کسی تلفظ کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔ اردو میں مستعمل انگریزی الفاظ کے تلفظ میں اس لیے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ اردو میں انگریزی الفاظ کے لیے بہت سے الفاظ انگریزی سے اردو زبان میں شامل ہو جاتے ہیں اور انفرادی سطح پر مختلف صورتوں میں ادا ہوتے رہتے ہیں۔ اس طرح غلط تلفظ کے ساتھ الفاظ زبان کا حصہ بن جاتے ہیں اور جب الفاظ کے غلط تلفظ کے بارے میں خبر ہوتی ہے تو بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ اس طرح غلط تلفظ کی درستی کرنا ممکن نہیں ہوتا اور وہ الفاظ اس طرح زبان میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اب انگریزی زبان کے حوالے سے مزاج میں بدلاؤ نظر آرہا ہے۔ ان الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی کی کوشش کی جارہی ہیں۔ اس ضمن میں سکولوں کی ابتدائی سطح پر کی جانے والی کوششیں بھی قابل تحسین ہیں۔ بدیع الزمان انگریزی زبان کے تلفظ کی اصلاحات کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اردو میں پوچھے جانے والے انگریزی الفاظ کے ساتھ یہ بات بڑی حقیقت ہے کہ اردو میں انگریزی کے بولے جانے والے غلط تلفظ کو الفاظ کے صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی بیداری پائی جاتی ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزی ایک عام زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ جو بچے بھی اسکولوں میں پڑھتے ہیں انھیں انگریزی سکھانے کے اہتمام کیا جاتا

ہے۔ بچوں کو صحیح انگریزی آنی چاہیے اس مقصد کے لیے بے شمار انگلش میڈیم سکول کھولے گئے ہیں"(۳۷)

گلوبلائزیشن کی وجہ سے زبانوں کے مزاج میں بدلاؤ پیدا ہو رہا ہے۔ انگریزی زبان بھی اس ضمن میں بہت زیادہ پذیرائی حاصل کر رہی ہے۔ اردو زبان میں انگریزی کے صحیح تلفظ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ اصول و ضوابط وضع کیے جائیں اور غلط لفظ کے ساتھ انگریزی کے الفاظ بولنے کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ اردو میں بولے جانے والے ایسے انگریزی الفاظ جو دو یا تین طرح کے تلفظ میں ادا کیے جاتے ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ ایک طرح کا تلفظ اپنایا جائے اور اسے عوامی سطح پر پھیلانے کی کوشش کی جائے تا کہ تلفظ کی پیچیدگیاں اور مسائل سے بچا جا سکے۔

## غلط العام اور غلط العوام تلفظ کی بحث

جس طرح املا میں الفاظ کی آوازوں کی درست حروف کے ساتھ لکھا جانا ضروری ہے۔ اس طرح الفاظ ادائیگی میں حروف کی آوازوں کی درست انداز میں ادائیگی کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر لفظ کا املا غلط ہو گا تو اس کو املائی غلطی تصور کیا جائے گا لیکن اگر کسی لفظ کی ادائیگی میں غلطی برتی جائے گی تو اس کو وہ تلفظ کی غلطی قرار پائے گی۔ تلفظ غلط ہونے کے سبب لفظ کی صورت بدل جاتی ہے۔ اس طرح غلط تلفظ کی ادائیگی سے لفظ کے معانی بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ رشید حسن خاں لفظ کی غلط صورت میں ادائیگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جس طرح غلط املا پر اعتراض کیا جائے گا اس طرح غلط تلفظ پر بھی ٹوکا جائے گا۔ لفظوں کا صحیح تلفظ معلوم نہ ہو تو بار بار شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے۔ سبق پڑھنے یا پڑھانے کے دوران کسی لفظ کو صحیح طور پر نہیں پڑھا تو درجے میں سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ کوئی مضمون پڑھ کر سنایا اور ایک لفظ بھی غلط ہو گیا تو بڑی رسوائی ہو گی"(۳۸)

اردو زبان میں تلفظ کی غلطی کی بہت سی صورتیں پائی جاتی ہیں۔ اس ضمن میں کئی الفاظ ایسے ہیں جو غلط العام اور کئی الفاظ ایسے ہیں جو غلط العوام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو زبان میں بیشتر الفاظ ایسے ہیں جن کی املا لکھتے

ہوئے ان کو درست انداز میں لکھا جاتا ہے لیکن اصل مسئلہ ان الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی پر ہوتا ہے۔ بہت سے درست صورت میں لکھے ہوئے الفاظ کا تلفظ غلط انداز میں بولا جاتا ہے۔ اس ضمن میں جب تک لفظ میں استعمال ہونے والے حرف کی اصل آوازیں اور ان حروف کے دیگر حرفوں کے ساتھ ادغام کی صورت میں تشکیل والی آوازوں کے بارے میں مکمل شناسائی نہ ہو تو غلطی کا امکان باقی رہتا ہے۔ علاوہ ازیں اس ضمن میں تلفظ کے قواعد کی پاسداری میں بھی لازمی قرار پاتی ہے۔ ہم اکثر و بیشتر روز مرہ کے استعمال میں آنے والے لفظوں کے غلط لفظ بول جاتے ہیں۔ رشید حسن خاں گذشتہ کے لفظ کے تلفظ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "مثال کے طور پر ایک لفظ گذشتہ کو لیجیے۔ اسے گزشتہ لکھا گیا تو یہ املا کی غلطی ہو گی۔ لکھا تو صحیح طور پر ذال کے ساتھ لیکن جب پڑھنے کھڑے ہوئے تو گذشتہ پڑھا( ذال کے نیچے زیر) یہاں لکھاوٹ صحیح رہی۔ تلفظ غلط ہو گیا۔ اس لفظ کا صحیح املاُ گذَشتہ ہے۔(گاف پر پیش، ذال پر زبر) کاغذ پر صحیح طور پر لکھا ہوا ہے۔ مگر وہ کاغذ تو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ سننے والے تو آپ کی زبان سے تلفظ سن رہے ہیں"(۳۹)

رشید حسن خاں نے مندرجہ بالا اقتباس میں غلط لفظ کے حوالے سے گذشتہ کے لفظ کو شامل کیا ہے۔ اس لفظ کو عام طور پر ذال کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ تلفظ کی ادائیگی میں حروف کی اصوات کے ساتھ ان کی حرکات پر بھی توجہ لازمی قرار پاتی ہے۔ اگر ایک لفظ کی آواز کی ادائیگی درست انداز میں ہو لیکن اس کی حرکت کو ادائیگی غلط ہو جائے تو اس صورت میں بھی تلفظ غلط ہو جائے گا۔ تلفظ کی درست صورت میں ادائیگی کے لیے لازمی استعمال ہونے والے حروف کی آوازوں اور ان حرکات و سکنات کی صحیح انداز میں ادائیگی لازمی قرار پاتی ہے۔ مثال کے طور پر لفظ "توجہ" کا املا (توجہ) درست ہے لیکن اس لفظ کا تلفظ تَوَجُّہ ہے۔ ت پر زبر، واؤ پر زبر، ج پر شد اور پیش ہے۔ ان تمام حرکات کے ساتھ ہی توجہ کو درست لفظ کے ساتھ ادا کیا جا سکتا ہے۔ عام طور پر توجہ کو تَوَجِّہ کے تلفظ میں ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی ت پر زبر واؤ پر زبر اور ج کے نیچے زیر اور او پر شد اس صورت میں لفظ توجہ کا لفظ غلط ہو گا۔

عربی زبان کے بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اردو میں لکھے تو ٹھیک جاتے ہیں لیکن ان کے تلفظ میں غلطی پائی جاتی ہے مثلاً علماء، ادبا، طلبہ ۔ یہ الفاظ اسی صورت میں لکھے جاتے ہیں لیکن ان کے تلفظ کی بہت سی صورتیں نظر آتی ہیں۔ اگر لفظ علماء میں "ع" پر پیش اور لام پر شد ہو تو اس لفظ کا تلفظ غلط ادا ہو گا۔ اسی طرح اگر "اُدِبا" کے الف پر پیش دال پر جزم اور ب پر زیر ہو تو اس لفظ کے تلفظ کی ادائیگی میں غلطی رہ جائے گی۔ یہی احوال "طلبہ " کا ہے / درست تلفظ میں "عُلَمَا" میں ع پر پیش، لام پر زبر ہے۔ اسی طرح اُدَبا درست لفظ میں الف پر پیش اور دال پر زبر ہے۔ لفظ "طلبہ " کے تلفظ کی ادائیگی میں ط پر زبر اور لام پر زیر ان حرکات کے ساتھ ہی ان الفاظ کی درست لفظ کی ادائیگی ممکن ہے۔ عام طور پر ان تمام حروف میں تلفظ کی ادائیگی کی وجہ سے غلطی پائی جاتی ہے۔

اردو میں بے شمار ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کا ملا ایک ہی جیسا ہوتا ہے لیکن ان کے تلفظ کی ادائیگی مختلف ہوتی ہے۔ لفظ میں شامل حروف بھی ایک ہی صورت کے حامل ہوتے ہیں لیکن ان الفاظ کے حرکات کی بنیاد پر لفظ مختلف معنی پیدا کرتے ہیں۔ لفظ م ذرا سے فرق کی بدولت لفظ کے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی وقوع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات لفظ میں تبدیلی کے سبب معنوی اعتبار سے لفظ متضاد معنوں کی عکاسی کرتا ہے۔ رشید حسن خاںلفظ "مجاز " کے بارے میں تلفظ کی مختلف حوالوں سے ادائیگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”زیادہ مشکل ان الفاظوں میں پیش آتی ہے۔ جن میں تلفظ کی تبدیلی سے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ مجاز کو لیجیے، اس سے مَجاز (میم کے زیر کے ساتھ) پڑھا جائے تو یہ حقیقت کا متضاد ہو گا۔ اقبال کے اس شعر میں یہ لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

> اب اسی جملے کو دیکھیں "ہم نے ان کو مجاز کر دیا ہے کہ وہ ہماری طرف سے یہ کام کریں گے "اس جملے میں بھی مجاز آیا ہے مگر یہ دوسرے لفظ کے طور پر آیا ہے۔ اس کا تلفظ "مُجاز" (میم پر پیش ہے) اس کے معنی میں اجازت رکھنے والا جس کو اجازت دی گئی ہو۔ اس جملے کو مَجاز پڑھا جائے تو مفہوم خبط ہو جائے گا“(۴۰)

مندرجہ بالا اقتباس میں رشید حسن خاں نے لفظ مجاز کی مثال پیش کی ہے۔ مجاز کے لفظ کا املا ایک ہی صورت میں لکھا جاتا ہے لیکن اس کے تلفظ کی دو صورتیں ہیں۔ مجاز کی میم پر اگر زیر لگایا جائے تو مفہوم اور ہو گا جب کہ اس پر اگر پیش لگایا جائے تو مفہوم اور ہو گا یعنی تلفظ کے بدل جانے سے الفاظ کے معنی مفاہم بدل جائیں گے۔ رشید حسن خاں نے اپنی تحریر میں اس لفظ کے تلفظ بدلنے سے اس کے جملے اور شعر میں استعمال سے وضاحت پیش کی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ مجازم پر پیش کے تلفظ کے ساتھ م پر زبر کے مقام پر استعمال نہیں ہو سکتا اور م پر زبر کے تلفظ کے ساتھ م پر پیش کے مقام پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ تلفظ کی دونوں صورتوں میں لفظ کی معنویت بدل جائے گی۔

الفاظ کے تلفظ میں عمومی سطح پر ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں جن کے بارے میں عام طور پر احساس بھی نہیں ہوتا کہ تلفظ کے اعتبار سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ تلفظ کے حوالے سے اس قسم کے عوامی سطح پر بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ تلفظ میں ان الفاظ میں غلطی کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے جو عربی سے اردو زبان میں شامل ہوتے ہیں، کیوں کہ ایسے الفاظ کے تلفظ میں زیر، زبر، پیش کے معمولی فرق سے جہاں لفظ کا تلفظ بدلتا ہے وہیں اس کی معنویت یکسر انداز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اردو میں ایک لفظ "شہید" مستعمل ہے اس کی جمع شہدا ہے۔ لفظ شہدا کے تلفظ میں شین پر پیش اور ہ پر زبر ہے جیسے شُہَدائے کربلا ش پر پیش اور ہ پر زیر لگا کر اس لفظ کا تلفظ واضح ہو جاتا ہے لیکن اس کو غلطی سے عام طور پر "ش" پر پیش لگا کر اور ہ ساکن کے ساتھ ادا کیا جائے۔ "شُہْدا" اگر اس لفظ کے ہ کو زیر کی بجائے ساکن کر دیا جائے تو لفظ کا معنی بدل جاتا ہے اور یہ آوارہ، بدکردار کے مفہوم میں آتا ہے۔ اب ہ پر زبر لگا کر تلفظ ادا کرنے کے معنی اور تھے لیکن ہ پر جزم لگا کر تلفظ ادا کرنے میں معنی بدل گئے۔ روزمرہ کی گفتگو میں اس طرز کی غلطیاں اکثر و بیشتر سامنے آتی رہتی ہیں۔ رشید حسن خاں نے اپنی کتاب انشاء اور تلفظ میں زیر، زبر اور پیش کے استعمال کے فرق کی بنیاد پر تلفظ کے بدلاؤ ان کی معنویت کے بدلاؤ پر اظہار خیال کرتے ہوئے تلفظ کے حوالے سے پائی جانے والی غلطیوں کی عکاسی کی ہے:

> "فاضل، کی جمع "فُضَلا" ہے۔ف پر پیش، ض پر زبر۔ ایک اور لفظ ہے "فُضْلہ" (جیسے سارا فضلہ خارج ہو گیا) املا مختلف ہے تلفظ ایک ہے۔ فُضَلا کو اگر فُضْلہ پڑھا جائے تو پھر یہ تلفظ میں آکر فُضْلہ بن جائے گا۔ آپ اس سے اتفاق کریں گے کہ یہ کچھ اچھی بات نہیں" (۴۱)

ہم روز مرہ زبان کے استعمال میں تلفظ کے حوالے سے بیشتر غلطیاں کرتے ہیں۔ اردو زبان میں اس ضمن میں اس لیے بھی زیادہ احتیاط کی ضرورت درپیش آتی ہے کیوں کہ اردو پر عربی زبان کے گہرے اثرات ہیں۔ جس طرح عربی میں تلفظ کی ادائیگی میں غلطی سے بچنے کے لیے اعراب کا استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح اردو کے بعض الفاظ میں بھی تلفظ کی غلطی سے بچنے کے لیے اعراب کا درست صورت میں استعمال ضروری ہے۔ مثلاً ایک لفظ مرض ہے اس کو عام طور پر مَرْض پڑھا جاتا ہے جو کہ غلط لفظ ہے۔ میم پر زبر کے بعد زیر پر بھی زبر ہے " مَرَض"۔ اس طرح لفظ الگ کے درست لفظ میں ہ پر زبر لام پر زبر اور ہ پر جزم ہے۔ "حَلَق" ہی احوال لفظ "عطر" کا ہے۔ عطر کا تلفظ عام طور پر "ط" ساکن کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ عَطْر جب کہ یہ اس کا غلط لفظ ہے۔ اس کے ع کے نیچے زیر اور ط کے اوپر زبر ہے۔ عِطَر لفظ ورق کے تلفظ میں بھی یہی غلطی برتی جاتی ہے۔ اس میں "ر" کو جزم کے ساتھ ساکن کر لیا جاتا ہے۔ جب کہ درست لفظ میں واؤ پر زبر ر پر زبر اور ق ساکن ہے۔ "وَرَق" اس قبیل کے تمام الفاظ سے تلفظ میں عمومی طور پر غلطی برتی جاتی ہے۔ الفاظ میں شامل حروف زیر، زبر، پیش یا جزم کی حرکت تبدیل کرنے سے لفظ کا تلفظ بگڑ جاتا ہے اور مد کی گفتگو میں ان الفاظ کے تلفظ میں غلطیاں نظر آتی ہیں۔ غلط لفظ میں ادا ہونے والے لفظوں میں مرکب الفاظ بھی شامل ہیں۔ ان میں اضافت کے استعمال سے بھی تلفظ میں غلطی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے تلفظ کی بیشتر صورتیں نظر آتی ہیں۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

> "ایک لفظ ہے شادیِ مرگ اصل میں "مرگِ شادی" تھا۔ اضافتِ مقلوب نے اسے شادی مرگ بنا دیا۔ اسے شادی مرگ کہا جائے تو تلفظ غلط ہو جائے گا یا جیسے پسِ منظر کو پسے منظر کہا جائے تب بھی یہی کہا جائے گا کہ تلفظ غلط ہو گیا یا جیسے سرِ ورق کو سر و ورق دو مختلف لفظ ہیں۔ دونوں کے معنی الگ الگ ہیں۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ اس کتاب کا "سرِ ورق" خوبصورت ہے تو مفہوم بگڑ جائے گا۔ یہاں سرورق کہنا چاہیے تھا۔ اضافت کے بغیر ان لفظوں کو یہاں محض بطور مثال لکھا گیا ہے" (۴۲)

اردو میں فارسی زبان سے شامل ہونے والے بہت سے الفاظ کا تلفظ میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ ان الفاظ میں فارسی مصادر سے بننے والے مشتقات بھی شامل ہیں۔ ان الفاظ کے تلفظ سے لفظ کا مطلب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ مثلاً فارسی کا ایک مصدر ہے "رفتن" اس کا مطلب ہے چلنا اس سے لفظ رفتار بنا ہے۔ اس سے تیز رو کا لفظ بنا ہے۔ یعنی تیز چلنا وغیرہ۔ اس طرح فارسی میں ایک اور مصدر "روئیدن" ہے اس کے معنی اگنا کے ہیں۔ روئید گی کا لفظ "روئیدن" کے مصدر سے ہے۔ اس سے ایک اسم فاعل "خودرو" ہے جس کا مطلب خود یا اپنے آپ اگنے والا ہے۔ "لالہ" سرخ رنگ کا مشہور پھول ہے اور اس پھول کا تذکرہ اکثر و بیشتر اردو اور فارسی شاعری میں ملتا ہے۔ اس پھول کا اصل وطن ایران ہے چونکہ اس پھول کا اصل رنگ سرخ ہے اس لیے اس کو دوسرے دیکھ کر ہی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ پہاڑوں کے دامن میں آگ لگی ہوئی ہے۔ یہ پور خود بخود اگتا ہے۔ اس مناسبت سے اس کو لالہ خودرو کہتے ہیں۔ خودرو کا لفظ فارسی مصدر سے ہے۔ جس کی وضاحت پیش کر دی گئی ہے۔ لیکن "لالہ خودرو" کو اکثر غلطی سے لالہ خود رَو کے تلفظ میں ادا کیا جاتا ہے۔ یعنی "روک" کے "ر" پر پیش کی بجائے زبر لگا دیا جاتا ہے اس طرح زبر لگانے سے اس کا مطلب وہ خود چلنے والا لالہ تلفظ میں زبر اور پیش کی حرکت کے سبب معنی کی سطح میں کس انداز میں بدلاؤ پیدا ہوا ہے۔ "رو" کے "ر" کے تلفظ کی ادائیگی سے معانی کی سطح تبدیل ہو گئی ہے۔

روزمرہ کی اردو کے استعمال میں اس طرز کی بیشتر غلطیاں پیدا ہوئی ہے۔ جو املا کے غلط ہونے کے سبب بنتے ہیں۔

شاعری میں غزل و نظم کی قرأت میں بھی لفظوں کے تلفظ پر خاص توجہ درکار ہوتی ہے۔ ان میں مرکبات کے تلفظ پر خاص توجہ ضروری ہے۔ شاعری میں زیر، زبر یا پیش کی حرکات سے لفظ کا مفہوم بگڑ سکتا ہے۔ اس ضمن میں رشید حسن خاں نے فیض احمد فیض کی نظم کی مثال پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

" فیض احمد فیضؔ کی ایک نظم کا عنوان ہے " آج بازار میں پا بہ جولاں چلو" نظم اس طرح شروع ہوتی ہے۔

چشم نم جانِ شوریدہ کافی نہیں

تہمتِ عشق پوشیدہ کافی نہیں

آج بازار میں پا بہ جو لاں چلو

"جُولاں "(جیم پر پیش) کے معنی ہیں: بیڑی۔ پابہ جولاں کے معنی ہوئے جس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں۔ ایک اور لفظ "جَولاں "(جیم کے زبر کے ساتھ) اسی سے جَولانی بنتا ہے اور اس سے جَولانی طبع بنا ہے، جس کے معانی میں طبیعت کی روانی، امنگ "جَولاں" کے معنی گھوڑا دوڑان، کدان۔ مطلب یہ ہوا "جُولاں اور جَولاں" دو مختلف لفظ ہیں۔ فیض کی نظم میں پا بہ جولاں (میم کے ساتھ پیش کے ساتھ آیا ہے) اس سے اگر (جیم کے زیر کے ساتھ ) پابہ جولاں پڑھا جائے تو مطلب بدل جائے گا، بدل کیا جائے گا بگڑ جائے گا"(۴۳)

اردو شاعری میں جنون اور عشق مضامین کی ذیل میں عاشق کا خود اپنا گریبان چاک کرنے کی روایت بھی ملتی ہے۔ عاشق عالمِ وجد میں اپنی گریبان کو خود چاک کر کے تار تار کر دیتا ہے اور صحرا کا رخ کرتا ہے اردو شاعری میں چاک گریبان کرنے کے لیے "جیب" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ غالب کے ہاں "جیب بے ایام گل" کی ترکیب مستعمل ہے۔ اس طرح غالب کا ایک شعر ہے:

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن

ہماری جیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے(۴۴)

اردو میں "جیب" کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ "جیب" کے تلفظ میں "ج" پر زبر ہے۔ اس کا مطلب ہے گریبان۔ جب کہ ایک لفظ "جِیب" ہے اس میں ج کے نیچے زیر ہے۔ اس کا مطلب ہے پاکٹ۔ جس میں روپیا، پیسا ڈالا جاتا ہے۔ اشعار میں عمومی طور پر لفظ جیب لکھا درست جاتا ہے لیکن اس کے تلفظ میں غلطی برتی جاتی ہے اور اس کو ج کی زبر کے بجائے ج کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اس غلطی سے جہاں تلفظ کی غلطی پیدا ہوتی ہے وہیں شعر مہمل حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

موجودہ عہد کو ٹیکنالوجی کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب زندگی کے تقریباً تمام معاملات میں کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی کا استعمال حد سے زیادہ تجاوز کر گیا ہے۔ جدید سائنسی ایجادات نے جہاں دیگر معاملات پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں وہیں ذرائع ابلاغ کے طور طریقوں میں بھی بدلاؤ پیدا کیا ہے۔ میڈیا کی ترقی کی زبان پر

گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ خاص طور پر سوشل میڈیا اور نیشنل میڈیا نے زبان میں نئے لفظوں کو فروغ دیا ہے اور الفاظ کی ساخت کے بدلاؤ میں بھی کردار ادا کیا۔ خاص طور پر نیشنل میڈیا کی بدولت الفاظ کے تلفظ میں مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کے غلط تلفظ کی روش قائم ہوئی ہے۔ اس ضمن میں اردو زبان میں لفظی سطح پر بعض ایسی تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہیں کہ الفاظ کے غلط لفظ کو عوامی سطح پر قبول کر لیا گیا۔ نیشنل میڈیا پر ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کی ادائیگی غلط تلفظ سے کی جاتی ہے۔ شہاب الدین قاسمی قومی میڈیا اور اردو زبان و تلفظ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

> ”اردو کے تلفظ اور ادائیگی میں پریشانی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ٹی وی اینکر یا رپورٹرز زیادہ تر انگلش میڈیم ہوتے ہیں۔ جہاں تمام الفاظ کے ادائیگی کے لیے الگ الگ حروف نہیں ہوتے۔ جیسے اردو میں اگر اندراج بولنا ہو تو "ج" سے بولیں گے اور اس کا تلفظ بھی ج سے ادا کریں گے۔ اگر اندراج بولنا وہ تو زیر سے بولیں گے اور اس کا تلفظ "زے" سے ہی ادا کریں گے۔ انداز کو اندراج پڑھا جانا، وقت کو وکت کہا جانا، اگر کسی کا نام شاہ عالم ہو تو اس کو ساہ آلم کے نام سے پکارا جانا۔ اسی طرح ثاقب کو ساکب کہہ کر بولا جانا، تقریبات کا ذکر آئے تو اس کو تکریبات بنا دینا۔ نہایت ہی افسوسناک بات ہے۔ ان سارے الفاظ کو درست لفظ کے ساتھ ادا کرنے کا واحد حل یہ ہے کہ اردو کے چند الفاظ کے فرق سمجھ لیا جائے جن سے تلفظ بدل ہوتا ہے تو سارے الفاظ درست ہو جائیں گے جیسے ز، ج، ق، ک، ت، ط، س، ش، خ، ہ وغیرہ“(۴۵)

اردو الفاظ کے غلط تلفظ میں شہاب الدین قاسمی نے اپنے مضمون میں ہندی میڈیا کو بھی شامل کیا ہے۔ انھوں نے میڈیا پر بولے جانے والے الفاظ کو غلط تلفظ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ ہندی زبان بولنے والے افراد خواہ وہ زندگی کے کسی بھی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں۔ وہ اردو زبان کی باریکیوں اور اس کے تلفظ کے مسائل سے آشنا نہیں ہوئے۔ ان کے تلفظ میں بہت سے مسائل پائے جاتے ہیں۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ زبان کو پڑھ کر نہیں سیکھتے بلکہ سن کر سیکھتے ہیں۔ وہ اردو زبان کا جو لفظ سنتے ہیں اس کو اپنے حافظے میں محفوظ کر لیتے ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ لفظ کو اصل تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ وہ الفاظ کو محض املا کے

ذریعے یا میڈیم کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے قومی میڈیا پر بولے جانے والے غلط لفظ کے الفاظ عوام میں رائج ہو جاتے ہیں اور عام لوگ اسی تلفظ میں ان الفاظ کو اپنی روزمرہ گفتگو میں برتنے لگتے ہیں۔

میڈیا میں تلفظ کے مسائل میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جو زبان میں عربی زبان سے آتے ہیں۔ ان لفظوں میں حرکت کے معمولی فرض سے تلفظ بگڑ جاتا ہے اور اس کی معنویت تبدیل ہو جاتی ہے۔ شہاب الدین قاسمی نے میڈیا پر استعمال ہونے والے چند عربی لفظوں کے تلفظ کے باب میں وضاحت کی ہے:

> "آج کل الیکٹرانک میڈیا کا پورے سماج پر اثر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے ترجمان اور اینکر پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی زبان سے بھی ایسی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں جن کا خیال ان کو کبھی تو ہوتا ہی نہیں یا پھر ہوتا ہے تو بہت دیر سے ہوتا ہے۔ عام طور پر ایسی غلطی زبانِ زد ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ بعض ایسے الفاظ ہیں جو بالکل صحیح استعمال ہوتے ہیں لیکن دیگر مشتقات میں اعراب کی تبدیلی کی وجہ سے ان میں غلطی پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے احتراز، یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو باب افتعال کے وزن پر ہے۔ اس کو احتراز "ت" کو زبر دے کر پڑھنا کیسے درست ہو گا۔ لیکن بہت سے چینل کے اینکروں کی زبان سے سنا جاتا ہے۔ ایسے میں کئی اور الفاظ میں جن کا تلفظ غلط ادا کیا جاتا ہے جیسے ایک لفظ "مُوقِف" اور ایک لفظ موقَف ہے۔ دونوں کا املا ایک ہے لیکن دونوں کے تلفظ اور عمل استعمال میں فرق ہے۔ یہی حال ملوِث اور ملوَث کا ہے" (۴۶)

میڈیا پر استعمال ہونے والے بیشتر الفاظ ایسے ہیں جن کا تلفظ قواعد کے اعتبار سے غلط استعمال کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لفظ "فرار" ہے۔ اس کا درست تلفظ "ف" کے نیچے زیر کے ساتھ ہے۔ یعنی فِرار لیکن اس لفظ کو میڈیا کے ساتھ عام طور پر یعنی "فَرار" (ف کے زبر کے ساتھ) بولا جاتا ہے جو کہ لفظ کی غلط صورت قرار پاتی ہے۔

اردو میں ایسے بیشتر الفاظ ہیں جن میں زیر، زبر اور پیش کے فرق کے باعث تلفظ بگڑ جاتا ہے۔ ان الفاظ میں مثبت کا لفظ بھی شامل ہے۔ مثبت میں م پر پیش۔ جب کہ اس کو غلط لفظ م پر زبر کے ساتھ مثبت بولا جاتا ہے۔

اس طرح "ثابت" کے لفظ میں ب کے نیتجے زیر ہے اور اس کے درست لفظ ثابِت ہے۔ جب کہ اس کا عام طور پر غلط لفظ ثابت بولا جاتا ہے۔ مقامات اور ملکوں کے ناموں میں بھی تلفظ کی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ اکثر خبروں میں سننے آتا ہے کہ عرب امارات یعنی امارات کے پہلے حرف پر زبر لگایا جاتا ہے جو کہ اس کا غلط تلفظ ہے۔ اس کا درست لفظ "امارات" کے پہلے الف کی زیر کے ساتھ "اِمارات" ہے۔ خبروں وغیرہ میں تواتر سے استعمال ہونے والا ایک اور لفظ بین الاقوامی ہے۔ اس لفظ کے تلفظ میں بھی غلطی برتی جاتی ہے۔ اس کے غلط لفظ میں "بین" کے نون پر پیش لگا کر ادائیگی کی جاتی ہے۔ جب کہ اس لفظ کا درست لفظ میں "بین" کے نون پر پیش نہیں بلکہ زبر ہے اور درست تلفظ بینَ الاقوامی ہے۔

اردو زبان میں تلفظ کے ذیل میں بہت سے اسباب نظر آتے ہیں۔ روز بروز اردو زبان کے دائرے میں وسعت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ میڈیا کی ترقی کی بدولت اردو زبان نے اپنی حدود میں وسعت پیدا کی ہے اور زبان کو وہاں تک رسائی حاصل ہوتی ہے جہاں پہلے رسائی حاصل نہیں تھی۔ اردو زبان بولنے والوں میں وہ طبقہ بھی شامل ہے جو زبان کو ابلاغ کے مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے۔ اس کے پیش نظر زبان ایک ذریعہ اظہار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس طرح معاشرے میں زبان کی دو صورتیں پیدا ہوتی ہے۔ ایک عوام کی زبان قرار پاتی ہے جس کا دائرہ عوامی نوعیت کا ہوتا ہے اور اس زبان میں املا اور تلفظ کے بیشتر مسائل پائے جاتے ہیں۔ اس طبقے کے بولنے والے افراد کے لیے تلفظ کے مسائل ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے وہ زبان اور ان کے مسائل کو اہمیت نہیں دیتے۔ دوسرے خواص میں جس میں شعراء ادبا اور دیگر اہلِ زبان شامل ہیں۔ ان کے نزدیک زبان کو تلفظ کے ساتھ بولنا اور اس کے تلفظ کا پاس رکھنا لازمی قرار پاتا ہے۔ اردو زبان کو تلفظ سے مسائل حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عوامی سطح پر پائے جانے والی اغلاط کے سدباب کی کوششیں کی جائیں۔ اس حوالے سے اہل زبان میں بہت سی کتب لکھی ہیں۔ جن میں زبان کی اصلاح کی کوششیں کی گئی ہیں لیکن ان کتب کے نتائج عوامی سطح تک حاصل ہونا مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ عوامی سطح پر زبان کے تلفظ کو بہتر بنانے اور ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ عوامی سطح پر زبان کے تلفظ کو بہتر بنانے اور ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ میڈیا کے ذریعے شناسائی کی جائے کیوں کہ میڈیا کی آواز ہر خاص وعام تک پہنچتی ہے۔ اس لیے اس میڈیم سے دی جانے والی آگاہی کی بدولت زبان کے تلفظ کے مسائل حل کیے جانے کے زیادہ امکانات ہیں۔

ادریس صدیقی نے اپنی کتاب "مسائل تلفظ" میں تلفظ کے معیار کے ذیل میں تلفظ کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اکثر غلط لفظ کا ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کو تلفظ کے صحیح معیار اور اصول کا علم نہیں ہوتا اور جہاں بھی ضرورت پڑی وہ خود فارسی عربی لغات کا سہارا لیتے ہیں۔ حالانکہ لسانیات کے مسلمہ اصولوں کے تحت ایک زبان کا لفظ ہے جب دوسری زبان میں جاتا ہے تو اکثر اسی صورت بدل جاتی ہے۔ بعض اوقات معنوی مفہوم میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ کچھ الفاظ اپنی اصل صورت میں باقی رہتے ہیں جب کہ باقی الفاظ نئے معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً:

بھائی! ہماری کیا اوقات ہے۔

یہ اخبار نہایت اچھا ہے۔

بسوں میں مستورات کے الگ نشست الگ ہوتی ہے"(۴۷)

ادریس صدیقی نے اپنی رائے میں خاص یا پڑھے لکھے طبقے میں تلفظ کے مسائل کی عکاسی کی ہے۔ عوام نہ پڑھنے اور مطالعہ نہ کرنے کے سبب الفاظ کو غلط تلفظ میں بولتے ہیں۔ جب کہ خاص اس ضمن میں زبان کے بعض مباحث کے غلط اطلاق کرنے کی وجہ سے تلفظ کے مسائل میں الجھ جاتے ہیں۔ اس میں دوسری زبانوں یعنی عربی اور فارسی کی لغات اردو زبان کے قواعد کی پاسداری کرنا بھی شامل ہے۔ اردو زبان میں جب الفاظ کو ان ماخذ زبانوں کے مطابق استعمال کیا جاتا ہے اور اردو زبان کے مزاج کو اس حوالے سے یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے تو زبان میں تلفظ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اردو مکمل اور باضابطہ زبان ہے۔ اس کے اپنے اصول وضوابط ہیں۔ اردو میں ان اصولوں اور ضابطوں کی پاسداری لازمی قرار پاتی ہے۔ ان اصولوں کے مطابق جب کسی دوسری زبان کا کوئی لفظ اردو زبان میں شامل ہوتا ہے تو اس کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ ادریس صدیق کی لکھتے ہیں کہ دیگر زبانوں کے الفاظ زبان میں اردو کے مزاج کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے:

"ہر مکمل اور خود مختار زبان کی طرح اردو کا بھی اپنا نظام تلفظ ہے اور باہر سے آنے والے الفاظ کو اس نظام کے تحت رہنے کا حق ہے۔ جس طرح ایک ملک کا باشندہ جب اپنے دیر سے نکل کر دوسرے دیس میں جا سکتا ہے اور وہاں کی شہریت اختیار کر لیتا ہے تو پھر اسے اس ملک کے قاعدوں اور ضابطوں کی پاسداری کرنا پڑتی ہے۔ اس طرح کچھ الفاظ بھی دوسری زبان میں ضم ہو جانے کے بعد اپنے اصل سے عملاً کٹ جاتے ہیں اور جیسا دیس ہوتا ہے ویسا بھیس اختیار کر لیتے ہیں"(۴۹)

اردو زبان میں تلفظ کے مسائل میں عربی اور فارسی زبانوں کے اصول وضوابط کی پاسداری مسائل پیدا کرنے کا سبب قرار پاتی ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ دیگر زبانوں کے ان لفظوں کو جو اردو زبان میں شامل ہیں اردو کے قواعد کے مطابق برتا جائے اور انھیں اس اصول وضوابط کے مطابق تلفظ میں ادا کیا جائے۔ ناقدین نے اس مسئلے پر مفصل لکھا ہے کہ وہ الفاظ جو دوسری زبان سے اردو زبان کا جزو رہے ہیں انھیں اردو قواعد کے مطابق ہی درست مانا جائے گا۔ خواہ ان کی یہ صورت دوسری زبانوں کی قواعد کے مطابق غلط ہی کیوں نہ ہو۔ اردو میں ان لفظوں کے استعمال اردو کے قواعد کے مطابق ہونا لازمی قرار پائے گا۔ دریائے لطافت میں انشاءاللہ خان انشاء نے بھی یہی پہلو اجاگر کیا ہے کہ جو لفظ اردو میں مشہور ہو گیا وہ ازروئے اصل صحیح ہو یا غلط وہ اردو کا لفظ ہے اسے اسی صورت میں ہی استعمال کرنا ضروری ہے۔ اردو زبان میں دیگر زبانوں خاص طور پر عربی اور فارسی کے شامل شدہ ایسے بہت سے الفاظ ہیں۔ مثلاً برادر کا تلفظ "ب" پر زبر کے ساتھ "بَرادر" ہے جب کہ اردو میں اس کا فصیح تلفظ "ب" کی زیر کے ساتھ "بِرادر" ہے۔ اردو میں اب اسے بَرادر کے بجائے بِرادر کا تلفظ سے ادا کرنا مناسب ہے۔

فارسی میں لفظ خاوند کا درست تلفظ میں واؤ پر زبر اور نون پر جزم ہے۔ "خاوند" جب کہ اردو میں واؤ پر زبر کے بجائے زیر کا تلفظ کے ساتھ "خاوِند کا تلفظ استعمال کیا جانا مناسب ہے۔ یہی احوال لفظ "میت" کے تلفظ کا ہے۔ "مِیت کا تلفظ عربی میں م کے نیچے زیر ہے۔ جب کہ اردو میں اس لفظ کا تلفظ، عربی سے یکسر مختلف ہے اردو میں م پر زبر، ی پر زبر اور تے پر جزم ہے۔ "مَیَّتْ" اردو میں اس تلفظ کے ساتھ اس لفظ کی ادائیگی درست ہے۔ فارسی میں لفظ "درخشاں" کے تلفظ میں دال پر پیش اور رے پر پیش ہے۔ فارسی میں تلفظ "دُرُخشاں "استعمال ہوتا ہے جب

کہ اردو تلفظ میں اس لفظ میں دونوں پیش کی جگہ زیر کا استعمال ہے۔ دال پر زبر، رپر زبر اور خ پر جزم ہے دَرَخْشاں اردو زبان میں درست لفظ ہی ہے۔

فارسی میں لفظ پرَوَرد گار میں پ پر زبر و پر زبر ہے۔ پَرَوَرد گار جب کہ اردو میں اس لفظ کی تلفظ میں اس کی صورت تبدیل ہے۔ اردو تلفظ میں پ پر زبر اور واوٗ پر زیر حذف کیا ہے اور دال کے نیچے، زبر کا استعمال ہے پرورِد گار عجلت کے فارسی تلفظ میں ع پر زبر اور ج پر جزم ہے۔ جب کہ اردو زبان میں عجلت کے تلفظ میں ع پر پیش ج پر زبر اور ت پر جزم ہے اور اس کا درست تلفظ عُجلتْ بنتا ہے۔ مندرجہ بالا تمام لفظوں کی دونوں صورتوں میں تلفظ کے حوالے سے واضح فرق پایا جاتا ہے۔ ان لفظوں میں عربی اور فارسی زبانوں میں ان کا تلفظ مختلف نظر آتا ہے جب کہ اردو میں تلفظ تبدیل صورت میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ ان تمام الفاظ کی مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ تلفظ کے معاملے میں اصل زبان کا تلفظ کی ادائیگی پر اصرار نہیں کرنا چاہیے بلکہ جب وہ الفاظ دوسری زبان میں شامل ہو جائیں تو انھیں اس زبان کے مطابق برتنا چاہیے اور زبان میں ایسے بے شمار لفظ استعمال کیے جاتے ہیں جن کا تلفظ عربی اور فارسی میں مختلف جب کے اردو میں ان کی مختلف صورت میں ادائیگی کی جاتی ہے۔

عرب ملکوں کے ناموں کے تلفظ کے حوالے سے بھی دو آرا پائی جاتی ہیں۔ بعض ناقدین کے مطابق ان ناموں کو ان کے اصل تلفظ کے مطابق استعمال کرنا ضروری ہے جب کہ بعض ناقدین کے مطابق عرب ممالک کے ناموں کو اردو زبان کا مکمل تلفظ کے مطابق بولا جانا درست ہے۔ اس ضمن میں ادریس صدیقی لکھتے ہیں:

> ”ہمارے بعض عربی دان حضرات اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ عرب ملکوں اور شہروں کے نام اس طرح لکھے اور پڑھے جائیں جس طرح اہلِ عرب ان کا تلفظ ادا کرتے ہیں لیکن اردو کے مروجہ فصیح تلفظ اور عربی بول چال کی صورتحال کے پیشِ نظر ہمیں اس مشورے کو ماننے میں بھی تعامل ہے کیوں کہ اس صورت میں لبنان کو لبُنان کہنا ہو گا تو شام کو استوریہ بھی کہنا پڑے گا اور اس سے اہل اردو قبول نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اردو قاعدے کے لحاظ سے ہمیں اردو میں بیت المُقَدَّس، مَراکُش، لبَنان، طَرَابلس، قبرَص، شام اور فدائن کہنا چاہیے نہ کہ بِیَت اَلمقدِس، مَراکش، لبُنان قُبرُص الجزیرہ استور اور فدائن“(۴۹)

مندرجہ بالا اقتباس کی روشنی میں وضاحت ہوتی ہے کہ تلفظ کے مسائل میں مقامیت کو پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ اس ضمن میں زبان کے اصول وضوابط کی پاسداری لازمی قرار پاتی اور مقامی سطح پر تلفظ کا لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

تلفظ کے غلط العام اور غلط العوام کی بحث میں ایک اور پہلو بھی نکلتا ہے کسی بھی زبان میں تلفظ کے ذیل میں جہاں غلط خاص طبقے میں بعض افراد میں تلفظ کے حوالے سے ادائیگی ملتی ہے۔ وہیں عام لوگوں میں بھی تلفظ کی ایک سطح پائی جاتی ہے۔ تلفظ کے عوامی سطح اور خواص کے تلفظ کے حوالے سے عقیل عباس جعفری لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| " عوامی تلفظ | فصیح تلفظ |
| جادوَاں | جادِواں (جادِ۔واں) |
| جَبلّت | جِبلّت (جِ۔بل۔لت) |
| جَدال | جِدال (جِ۔دا۔ل) |
| جَدُوجہَد | جدّوجُہد (جِد۔دو۔جہ۔د) |
| جدول | جَدّوَل (جَد۔دل) |
| جَذام | جُذام (جُ۔ذا۔م) |
| جَرَاحَتُ | جِراحَت (جِ۔را۔حَتُ |
| جَرُثومَہ | جُرثُومہ (جُرثو۔مَہ" (۵۰) |

ایسے بے شمار الفاظ ہیں جن کا عوامی تلفظ اہل زبان کے تلفظ سے مختلف نوعیت کا حامل ہے۔ مثال کے طور پر لفظ باہر کے عوامی تلفظ میں "ہ" کہ نیچے زیر ہے۔ اور باہَر جب کہ اس کے فصیح تلفظ میں "ہ" کے اوپر زبر ہے۔ اسی طرح ایک لفظ اکثر سننے میں آتا ہے "بحث" اس کے عوامی لفظ میں ب اور ہ کے اوپر زیر لگائی جاتی ہے۔" بَحَث" جب کہ اس کے فصیح لفظ میں ب پر زبر، ہ پر جزم اور ث پر بھی جزم ہے اور اس کا درست تلفظ بَحْثْ ہے۔

لفظ "بدمعاش" کے عوامی تلفظ میں اس کے ب پر زبر، د پر جزم اور م پر پیش کا استعمال ہے۔ عوامی تلفظ میں اس کی ادائیگی "بدمُعاش" میں ہوتی ہے۔ جب کہ اس تلفظ کے فصیح تلفظ میں ب پر زبر، د پر جزم م پر زبر ہے اور اس کا تلفظ "بَدمُعاش" ادا کیا جاتا ہے روزمرہ گفتگو میں استعمال ہونے والا ایک لفظ "برادری" ہے اس میں ب پر زبر د اور آخری ر کے نیچے زیر ہے اس کا عوامی تلفظ بَرادَری بنتا ہے۔ جب کہ اس تلفظ کے فصیح تلفظ میں ب کے نیچے زیر ، دال پر جزم اور ر نیچے زیر ہے۔ اس کا فصیح تلفظ "بِرادْرِی ہے۔ "برف" کے عوامی تلفظ ب اور ر دونوں پر زبر ہے۔ اس کا لفظ بَرَف ادا کیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کا فصیح تلفظ میں ب پر زبر ر پر جزم اور ف پر کوئی علامت نہیں ہے۔ اس کا فصیح تلفظ "بَرْف" ہے۔

اردو زبان میں درست لفظ کی ادائیگی کے لیے حروف تہجی موجود ہیں۔ ان حروف کا درست استعمال تلفظ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے۔ محمد یامین سنبھلی لکھتے ہیں:

> "عربی اور فارسی کو چھوڑ کر اردو میں واحد زبان ہے جس میں آواز کو ادا کرنے کے لیے حروف تہجی موجود ہیں۔ج،ذ،ز،ظ،ض کے لیے ہندی میں صرف ایک لفظ ہے جب کہ اردو اور فارسی میں مندرجہ بالا آوازوں کے لیے الگ الگ آوازیں ہیں۔ ان کے مخارج بھی الگ ہیں" (۵۱)

اردو زبان میں عوامی سطح پر تلفظ کے مسائل میں اہلِ زبان کے ہاں بھی تلفظ کے مسائل نظر آتے ہیں۔ ان مسائل کے پس منظر میں عربی اور فارسی قواعد کی اثر اندازی ملتی ہے۔ اردو زبان کے بیشتر الفاظ کے تلفظ میں دو طرح کی صورتیں ملتی ہیں۔ ان میں عوامی تلفظ اور فصیح تلفظ قابلِ ذکر ہیں۔ عوامی تلفظ میں وہ تلفظ ہیں جو غلطی میں شمار نہیں ہوتا اور قابل استعمال بھی ہے۔ لیکن درست تلفظ فصیح تلفظ میں ہے۔ علاوہ ازیں لفظ میں غلط العام اور غلط العوام دونوں صورتیں پائی جاتے ہیں۔ غلط العام میں تلفظ کی وہ صورتیں شامل ہیں جو اردو قواعد کے منافی حیثیت رکھتی ہیں جب کہ غلط العوام میں عوامی سطح پر پائے جانے والے تلفظ کی غلط صورتیں ہیں۔

## مسائل تلفظ و اسباب و محرکات

غلط تلفظ کو پروان اور مقبول عام کا درجہ عطا کرنے کے پس منظر میں بہت سے اسباب اور محرکات کار فرما ہوتے ہیں۔ ان اسباب اور محرکات میں جدید ذرائع ابلاغ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ ان میں سوشل، الیکٹرونکس اور پرنٹ میڈیا وغیرہ شامل ہیں۔ اردو زبان کے تلفظ کے حوالے سے میڈیا کے پس منظر میں تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے الفاظ غلط تلفظ کے ساتھ اظہار پاتے ہیں۔ الفاظ کو اگر بار بار ایک صورت میں پیش کیا جائے تو وہ معمولات میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے جہاں روز مرہ کے معمولات میں غلط تلفظ کے ساتھ ساتھ الفاظ شامل ہوتے ہیں وہیں انھیں بعض لغات اور دیگر کتابوں میں اس تلفظ کے املاء کے ساتھ احاطہ تحریر میں بھی لایا جاتا ہے جس کی وجہ سے زبان میں غلط لفظوں کے ساتھ استعمال ہونے والے لفظوں کو اساس مہیا ہو جاتی ہے اور لفظ اس صورت میں سنگم حیثیت حاصل کر کے پذیرائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی نایاب حسن درج ذیل الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں:

> ”عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ لفظ سوشل میڈیا پر زیادہ چل پڑتا ہے، اس سے ڈکشنری میں بھی شامل کر لیا جاتا ہے اور پھر وہ باقاعدہ فصیح اور لکھی پڑھی جانے والی زبان میں بھی استعمال کیا جانے لگتا ہے۔ اس رویے پر بعض حلقوں میں تشویش بھی ہے۔ چناں چہ لندن اسکول برائے رابطہ عامہ کے ایک بلاگ کے مطابق آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں ہر سال ہمارے معاشرے میں استعمال ہونے والے بہت سے عام الفاظ کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے نتیجتاً کسی لفظ کے صحیح یا غلط ہونے کا کوئی معیار باقی نہیں رہتا کیوں کیوں کہ جو الفاظ کل تک مہمل یا غلط سمجھے جاتے تے اب وہی صحیح اور موزوں قرار دیے جا رہے ہیں“(۵۲)

سوشل میڈیا پر اظہار رائے کے لیے سب سے زیادہ استعمال ہونے والی زبان انگریزی ہے لیکن وہ خطے جہاں اردو زبان استعمال کی جاتی ہے وہاں انگریزی کے ساتھ اردو کا استعمال بھی عام ہے۔ اس صورت انگریزی کی باہمی آویزش سے ملا جلا رجحان تشکیل پا رہا ہے اور اس زبان کی وجہ سے اردو اور انگریزی کے الفاظ ایک ساتھ استعمال ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے اردو کا املا بھی متاثر ہوا ہے اور تلفظ کے مسائل بھی پیدا ہوئے ہیں۔ اس

زمانے میں بہت سے اردو الفاظ کے استعمال کے بجائے ان کے متبادل انگریزی الفاظ کے استعمال کو پذیرائی ملی ہے۔ اس ملے جلے رجحان کی پذیرائی میں واضح ہونے والی زبان کے لیے(Urdish) کی اصطلاح متعارف ہوئی ہے۔ اس اصطلاح کے ذیل میں جہاں املاء کی نئی صورتیں پیدا ہوئی ہیں وہیں تلفظ کی بھی نئی صورتیں پروان چڑھی ہیں اور تلفظ کے مسائل نے جنم لیا ہے۔ سوشل میڈیا سے نوجوان طبقہ نسبتاً زیادہ وابستہ ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر کے پیش نظر زبان کی صحت اور تلفظ کی درستی نہیں ہوتی بلکہ ان کے پیش نظر زبان ابلاغ کا ایک ذریعہ یا وسیلہ قرار پاتی ہے۔ اس ضمن میں اکثر جلد بازی سے کام لیا جاتا ہے۔ اس لیے زبان اور تلفظ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ زبان کی صحت اور تلفظ کی پیچیدگیوں کو نظر انداز کر کے اظہار رائے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

سوشل میڈیا کی بدولت جہاں زبان و بیان کے دیگر مسائل پیدا ہوئے ہیں ان میں ایک مسئلہ الفاظ کی صورتوں میں تبدیلی بھی ہے۔ سوشل میڈیا پر ایسے بہت سے الفاظ دیکھنے کو ملتے ہیں جن کا املا غلط ہوتا ہے یا تبدیل شدہ ہوتا ہے اور ان الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی میں غلطی پائی جاتی ہے۔ نایاب حسن خان اس پہلو کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

> "بعض ایسی غلطیاں بھی سوشل میڈیا میں بکثرت نظر آتی ہیں جو عموماً زبان سے کما حقہ واقف نہ رکھنے کی وجہ سے یا کبھی کبھی اہل زبان سے بھی بے احتیاطی کی وجہ سے سرزد ہوتی رہتی ہے۔ مثلاً ر اور ڑ میں فرق نہ کرنا اسی طرح چیٹنگ کے دوران ہ اور ھ میں فرق نہ کرنا اور انھیں سے نون غنہ غائب کر دینا۔ یہ وہ غلطیاں ہیں جو سوشل میڈیا کے ساتھ خاص اس کے علاوہ بول چال میں جو غلطیاں پائی جاتی ہیں۔ وہ سوشل میڈیا میں بھی آڈیو ویڈیو میں عام طور پر سننے اور دیکھنے کو ملتے ہیں"(۵۳)

اردو زبان میں درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے ہر آواز کے لیے الگ الگ حروف تہجی موجود ہیں۔ اردو میں بہت سے حروف تہجی ہم آواز بھی ہیں۔ اگر تلفظ کی ادائیگی میں ہر لفظ کے اعتبار سے حرف کا انتخاب کیا جائے تو تلفظ کے مسائل پیدا نہیں ہوتے بلکہ تلفظ کی درست انداز میں ادائیگی ممکن ہو سکتی ہے۔ تلفظ کے مسائل میں آواز کے مطابق کے اعتبار سے املا میں حرف کا استعمال نہ ہونا بھی شامل ہے۔ محمد یامین سنبھلی لکھتے ہیں:

"عربی اور فارسی کو چھوڑ کر کسی زبان میں تلفظ پر اس قدر زور نہیں دیا جاتا کہ اردو میں اردو میں ایک ہی آواز والے حروف میں س، ص، ث ہیں۔ اردو میں ان تینوں حرفوں کی آواز میں بھی الگ ہیں اور ان کا مخرج بھی الگ ہیں۔ مگر اردو فارسی کے علاوہ ان سب کے لیے الگ ہی حرف استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی س، ش کا اور وہ اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔ اس کے لیے کوئی ٹوکتا بھی نہیں ہے اور نہ دوسری زبانوں کے جانے والوں کو برا لگتا ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک ذ، ز، ض، ظ کے لیے اکیلا ج کافی ہے۔ کچھ بھی بولو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے نہ کوئی ان کے تلفظ پر زور دیتا ہے کی اور نہ اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر کوئی ٹوک بھی دے کہ اس سے ہوا کے بھس کی طرح اڑا دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے تلفظ بگڑ جاتا ہے"(۵۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں محمد امین نے تلفظ کے مسائل میں حروف کو شامل کیا ہے۔ انھوں نے ہم آواز یا ہم صوت الفاظ کی مثالیں درج کرتے ہوئے ان کے درست استعمال کے ساتھ تلفظ کی درستی کو منسلک کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اگر ز، کی جگہ ذال اور س کی جگہ ص کا استعمال ہو گا تو جہاں املا کے مسائل پیدا ہوں گے۔ وہیں املا کے ساتھ تلفظ کے مسائل بھی پیدا ہوں گے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر لفظ کا مخرج دوسرے لفظ سے مختلف ہوتا ہے۔ خواہ وہ الفاظ باہمی طور پر ہم آواز کیوں نہ ہوں۔ اس لیے الفاظ کے درست، بر محل اور موضوع استعمال ضروری قرار پاتا ہے۔

اردو تلفظ کے مسائل کے پس منظر میں ایک عمومی رویے کو بھی دخل حاصل ہے اور وہ یہ کہ عام طور پر قیاس کیا جاتا ہے کہ اردو زبان آسان ہے اور اس کے تلفظ کے لیے کسی قسم کی کوشش و کاوش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سہل پسندی کے تقاضے کی بنیاد پر اردو تلفظ کے حوالے سے برتی جانے والی اغلاط جوں کی توں زبان کا حصہ رہتی ہیں اور ان کی اصلاح کی صورت نہیں نکلتی۔ اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتا ہے کہ اردو زبان اس کے املا اور اس کے تلفظ کے حوالے سے سہل پسندی کا رویہ اپنایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ہم انگریزی زبان کے تلفظ کی ادائیگی کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اہتمام کے ساتھ انگریزی تلفظ کو درست انداز میں ادا کرنے کے لیے محنت کرتے ہیں۔ اسد ملتانی اپنے مضمون میں صورتحال کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اکثر دیکھا گیا ہے کہ انگریزی زبان میں ہم لوگ صحت تلفظ کا بڑا خیال رکھتے ہیں۔ اول تو ڈکشنریوں میں صحیح تلفظ ہوتا ہے پھر کالجوں میں پروفیسر اس کے لیے خاص اہتمام کرتے ہیں۔ بعد ازاں انگریزی کے ساتھ بول چال میں صحیح تلفظ کا نمونہ ملتا رہتا ہے۔ نیز ریڈیو بالخصوص بی بی سی لندن میں معیاری تلفظ سن کر درست کیا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس اردو میں صحت تلفظ کے تعلیمی ذرائع موجود ہے نہ اس طرف خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جس کا جس طرح جی چاہتا ہے بولتا ہے بالعموم کوئی کسی معیار کی پرواہ نہیں کرتا“(۵۵)

تلفظ کے مسائل میں علاقائی اثرات بھی کارفرمائی کرتے ہیں۔ انھیں علاقائی اثرات کی وجہ سے الفاظ کے تلفظ کی روانی متاثر ہوتی ہے۔ مختلف علاقوں میں مختلف الفاظ کے تلفظ کے مختلف صورتیں رائج ہیں۔ ان علاقائی اثرات اور حروف کی ادائیگی کی وجہ سے تلفظ کی صورتوں میں بدلاؤ پیدا ہوتا ہے۔ لفظ کے غلط مخرج کی وجہ سے غلط تلفظ رائج ہو جاتا ہے۔ الفاظ کی مختلف ادائیگی کے پسِ منظر میں حلق وزبان کی ساخت وغیرہ بھی اثرانداز ہوتی ہے۔ پنجاب کے بعد علاقوں میں "ق" کو "ک" کے تلفظ پر ادا کیا جاتا ہے۔ اس طرح یورپ م ”ش“ کا تلفظ ”س“ میں ادا کیا جاتا ہے۔ علاقائی سطح پر حروف کی ادائیگی کے حوالے سے اسد ملتانی اپنے مضمون میں وضاحت کرتے ہیں:

”اہل پنجاب اقبال کو اکبال، قلم کو کلم کہنے پر مجبور ہیں اور یورپ والے منشی کو منسی اور روشن کو روسن کہنے پر یہی وجہ ہے کہ ”ش“ کاف درست ہونا تلفظ کے صحیح ہونے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ انگریزی کی زبان میں ت یا ط کا لفظ نہیں ہوتا۔ لہٰذا وہ تم اور ٹم اور طوطا اور ٹوٹا کہنے پر مجبور ہے۔ اہل ایران کے ہاں ٹ، ڈ اور ہائے مخلوط کی آواز ندارد ہے۔ چناں چہ ایران کے ایک بڑے شاعر کو اردو میں کہنا پڑا۔

از زلف سیاہ تو بدل دوم پری ہے
درخانہ آئینہ گتا جھوم پری ہے

یعنی دل دھوم پری ہے اور گھٹا جھوم پڑی ہے۔ عربی میں ان حروف کے علاوہ پ، چ اور گ کی آوازیں موجود نہیں۔ اس لیے انھیں پاکستان کو باکستان کراچی کو تراکشی اور افرنگ

کو افرنچ کہنا پڑتا ہے۔ اہلِ مصر میں البتہ گ کی آواز پائی جاتے ہے چناں چہ وہ قل کو گل اور قوم کو گم کہنے لگے ہیں"(۵٦)

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ بعض لوگ چند حروف کی ادائیگی کرنے سے فطرتاً قاصر ہوتے ہیں۔ اگر وہ ان حروف کو ادا کرنے کی کوشش کریں تب بھی وہ تلفظ کی درست صورت میں ادائیگی نہیں کر پاتے کیوں کہ ان حروف کی آواز کے ساتھ زبان ہم آہنگ نہیں ہو پاتی۔ یہی سبب ہے کہ مختلف خطوں اور علاقوں کے لوگ جب اردو زبان بولتے ہیں تو ان کے بول چال کے تلفظ کے بے شمار مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ تلفظ کے ان مسائل کی نوعیت علاقائی اعتبار سے مختلف نوعیت کی حامل ہے۔ مثال کے طور پر ایران کے باشندے کی اردو کے تلفظ کے مسائل کی نوعیت عرب کے باشندے کی زبان کے تلفظ مسائل سے مختلف ہو گی۔ یہی احوال ایک انگلستان اور پختون خواہ خطے کے مابین رہنے والے تلفظ میں ہو گا۔ اس قسم کی علاقائی سطح پر حروف کی ادائیگی میں مانع فطری رکاوٹیں بھی تلفظ کے درست انداز میں ادا کرنے میں حائل ہوتی ہیں۔ اردو زبان کے حوالے سے مختلف خطوں میں تلفظ کے مسائل کے مختلف صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

اردو زبان میں تلفظ کے مسائل میں عربی زبان کی پیچیدگی بھی شامل ہے۔ اردو میں عربی زبان کے بہت سے الفاظ مرکبات اور ضرب الامثال وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ عربی زبان سے تعلق رکھنے والے الفاظ کے درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے عربی زبان و ادب سے شناسائی ضروری ہے۔ عربی زبان کے الفاظ کے حوالے سے یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ عربی الفاظ میں اعراب کے فرق سے تلفظ کے ساتھ وہ معنویت بھی بدل جاتی ہے۔ عام طور پر اردو بولنے والوں کی عربی زبان سے واجبی سی شناسائی ہوتی ہے۔ وہ الفاظ کی حرکات و سکنات اور مصادر سے آشنا نہیں ہوتے جس کی وجہ سے تلفظ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ عربی زبان کے الفاظ کے حوالے سے تلفظ کے مسائل میں یہ مسئلہ بھی ہوتا ہے کہ غلط تلفظ سے عبارت یا جملے کا مفہوم بعض اوقات مبہم اور بعض اوقات متضاد صورت اختیار کرلیتا ہے۔ بعض اوقات کسی ادارے کی تشہیر کے لیے کیے جانے والے اقدامات بھی تلفظ کی غلطی کا سبب بن جاتے ہیں۔ اسد ملتانی لکھتے ہیں:

”بعض اوقات کسی عام پبلک ادارے کی غلطی بھی غلط تلفظ کے عام کرنے کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً سینما گھروں اور ہوٹلوں کے نام میں تلفظ نَشَاط کو نِشاط لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ حرف اس قدر جلی حروف میں لکھے جاتے ہیں اور اشتہار کی غرض سے عام کیے جاتے ہیں کہ ان کا غلط تلفظ چڑھ جاتا ہے اور لوگ غیر محسوس طور پر اس کو صحیح سمجھنے لگتے ہیں“(۵۷)

بعض الفاظ کے تلفظ میں زمانی اعتبار سے تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ابتدائی طور پر لفظ کے غلطت لفظ کا آغاز ہوتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وہ لفظ اسی صورت میں مقبول ہو جاتا ہے۔ مثلاً اب ایک لفظ "ذمہ دار" بولا جاتا ہے اس کا درست تلفظ ذمہ دار تھا۔ بیس سے پچیس سالوں میں اس لفظ کا تلفظ تبدیل ہوا اور یہ نئ صورت میں زبان میں استعمال ہونے لگا۔ اس طرح تلفظ کے مسائل میں تحقیق کا نہ ہونا بھی شامل ہے۔ جو لفظ سنا جاتا ہے اس کو اسی صورت میں اپنا لیے جاتا ہے جس کی وجہ سے املا کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

تلفظ کے مسائل میں ایک صورت میں لکھے جانے والے الفاظ بھی شامل ہیں۔ وہ الفاظ جن کا املا ایک جیسا ہے لیکن ان میں اعراب کی تبدیلی سے لفظ معنویت اور تلفظ تبدیل ہو جاتا ہے۔ عام طور پر ایسے الفاظ کے تلفظ میں غلطی پائی جاتی ہے مثلاً لفظ مجاز کی املا میں م، ج، الف اور ز کے حروف شامل ہیں۔ اگر میم پر پیش لگا کر اس کا تلفظ ادا کیا جائے تو اس کا مطلب اختیار اجازت یا حاکمیت ہو گا لیکن اگر م پر پیش کی بجائے زبر لگا دی جائے تو معنی بدل جائے گا مجاز حقیقت کے ضد قرار پائے گا۔ اس طرح کے الفاظ کے تلفظ میں عموماً غلطی برتی جاتی ہے اور اس کا سبب مطالعے کی کمی اور لفظ کی ادائیگی کو سامنے بھی حیثیت دیتا ہے۔

بعض اوقات کسی محاورے کی قیاسی درستی بھی تلفظ اور محاورے کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہے۔ محاورہ خاص معنی کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسد ملتانی لکھتے ہیں:

”ایک لفظ سے دوسرے لفظ کے قیاس میں بہت دلچسپ نفسیاتی کیفیت کا مطالعہ ہوتا ہے۔ میں نے لکھنو کے دوست کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے حواس فاختہ ہو گئے میں نے اس خیال سے شاید زبان سے غلط لفظ نکل گیا ہو، دوبارہ پوچھا تو انھوں نے پھر یہی دہرایا۔ اس پر مجھے محسوس ہوا کہ انھوں نے حواس باختہ سن رکھا ہو گا مگر باختہ مفہوم انھیں معلوم نہ

تھا۔ حواس کے ساتھ ہوش کا لفظ مثلاً ہوش و حواس بھی ذہن میں تھا اور ہوش اڑنے کا بھی تصور موجود تھا۔ لہٰذا ان کے خیال نے یہ فیصلہ کیا کہ حواس باختہ، دراصل حواس فاختہ ہونا ہے یعنی ہوش و حواش اڑ جانا، دیکھیے نفسیاتی طور پر غلط فہمی کہاں سے کہاں تک چل دیتی ہے"(۵۸)

تلفظ کے مسائل کے پس منظر میں ایک اہم مسئلہ اعراب کا درست استعمال نہ ہونا ہے۔ اعراب عربی زبان میں استعمال ہوتے ہیں۔ جن سے عربی الفاظ کی ادائیگی میں غلطی کا امکان خارج ہو جاتا ہے۔ اردو زبان میں اعراب کا استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن اردو میں عربی اور فارسی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ زیادہ مسئلہ اس وقت ہوتا ہے جب عربی کے ان الفاظ کے ادائیگی کی جاتی ہے جن پر اعراب نہیں ہوتے اور وہ اردو زبان میں مستعمل ہوتے ہیں۔ ایسے الفاظ کی ادائیگی میں زیر، زبر اور پیش کے فرق سے لفظ کا املا اور اس کا تلفظ دونوں بدل جاتے ہیں۔ اردو میں ایسے بے شمار الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن کی غلط املا کی وجہ سے ان کا تلفظ بگڑ جاتا ہے لیکن اس کی بنیادی وجہ اعراب کا نہ ہونا ہے۔ مثلاً ایک لفظ "شافع محشر" عام طور پر اس میں ف کے اوپر زبر لگا کر اس کا تلفظ ادا کیا جاتا ہے "شافَع محشر" جو کہ اس کا غلط تلفظ ہے۔ یہ غلطی عام پائی جاتی ہے۔ اس کے درست تلفظ میں ف کے اوپر زبر ہے۔" شافَع محشر" ہے۔ اس طرح ایک لفظ "نکات" ہے۔ اس کے لفظ میں ت پر پیش لگایا جاتا ہے۔ نُکات اس کے درست تلفظ میں ت پر پیش کے نیچے زیر کی علامت ہے۔" نِکات ایسا ہی ایک لفظ "چاہ کن" ہے اس میں ک کے اوپر پیش لگایا جاتا ہے چاہ کُن" جو کہ اس غلط لفظ ہے۔ درست لفظ میں ک کے اوپر زبر ہے اور تلفظ چاہ کَن ہے۔ روزمرہ گفتگو میں استعمال ہونے والا ایک لفظ تجربہ ہے۔ تجربہ میں عام طور پر ت پر زبر، ج پر زبر اور ب پر زبر لگائی جاتی ہے۔" تَجَرَبَہ لیکن اس کے درست لفظ میں پ پر زبر۔، ج پر پیش اور ب پر زبر ہے اور درست تلفظ" تَجُربَہ ہے۔ اس طرح "صبح" کو غلط تلفظ میں ص پر پیش اور ب پر زبر کے ساتھ "صُبَح ادا کیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے درست لفظ میں جس پر ص پر زبر، ب اور پیش اور ہ پر جزم ہے۔

اردو زبان میں تلفظ کے حوالے سے بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں۔ ان مسائل کے پس منظر میں بہت سے محرکات کار فرمائی کرتے ہیں۔ ان میں اعراب سے ناواقفیت، زبان سے سطحی شناسائی، زبان کے قواعد سے بے خبری، ہم آواز الفاظ کا استعمال، علاقائی سطح پر زبانوں کا فرق اور بعض حروف کی ادائیگی میں علاقائی سطح پر پائی

جانے والی فطری رکاوٹیں شامل ہیں۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے تلفظ کی غلط صورتیں معاشرے میں رائج اور مقبول عام کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں۔

## تقابلی جائزہ

اردو میں عربی زبان سے شامل حروف تہجی کی تعداد اٹھائیس ہے۔ ان حروف کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان حروف میں شمسی اور قمری حروف شامل ہیں۔ شمسی اور قمری حروف کا نمایاں طور پر اظہار ان کے تلفظ کی صورت میں ہوتا ہے درست لفظ کی ادائیگی کے لیے شمسی اور قمری اور ان کے تلفظ کی اصول و ضوابط سے شناسائی ضروری ہے۔

اردو میں شمسی اور قمری حروف تہجی کے حوالے سے عربی زبان کے وضع کردہ اصولوں کی پاسداری ملتی ہے اس ضمن میں رشید حسن خاں، عبدالرحمن اور آصف جہاں آبادی نے اس شمسی اور قمری حروف تہجی کے حوالے سے اصول وضوابط بیان کیے ہیں۔ ان تمام محققین نے شمسی اور قمری حروف کو چودہ چودہ حرفوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اردو میں مستعمل شمسی اور قمری حروف کی تعداد باہم برابر ہے۔

اردو زبان میں شمسی اور قمری حروف عربی قاعدے کے مطابق متعین کیے جاتے ہیں۔ تمام محققین کی آرا کے تقابلی جائزے میں عربی قاعدے کا بیان ملتا ہے۔

شمسی حروف کے شروع میں اگر الف اور لام شامل کیا جائے تو لام ساکن ہو جاتی ہے۔ املا میں تو لام کا حرف شامل ہوتا ہے لیکن تلفظ کی ادائیگی میں اس کو شامل نہیں کیا جاتا بلکہ لام ساکن کی حیثیت میں املا میں شامل ہوتا ہے۔ مثلاً الرحمان، الرحیم، الشمش وغیرہ۔ ان تمام الفاظ میں لام کا تلفظ ساکن صورت میں ہوتا ہے جب کہ قمری حروف میں اگر حرف سے پہلے الف اور لام کو شامل کیا جائے تو لام کی آواز کا اظہار واضح صورت میں ہوتا ہے۔ مثلاً العالم، الفاتح، القادر اور الکریم وغیرہ۔ ان تمام الفاظ میں لام کا تلفظ واضح ہوتا ہے۔ اردو تلفظ کے مباحث میں شمسی اور قمری حروف کے تلفظ کے ادائیگی کی بحث اہم ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ تلفظ کے مباحث میں تم محققین اس بحث کو لازمی شامل کیا ہے اور اس بحث کے حوالے سے عربی قواعد کے

مطابق وضاحت کی ہے۔ اس کی ذیل میں تمام محققین ایک نقطے پر متفق نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کی آرا میں اختلافی پہلو کی عکاسی نہیں ملتی۔ اس کا سبب یہی ہے کہ یہ بحث اردو میں عربی سے شامل ہوئی ہے اور تمام محققین اس ضمن میں عربی قواعد سے رجوع کرتے ہیں۔

اردو کے حروف تہجی میں بعض ایسے حروف بھی شامل ہیں جو حرف کا درجہ بھی رکھتے ہیں اور انھیں علامت کی حیثیت بھی حاصل ہے ایسے حروف میں ہمزہ کا حرف بھی شامل ہے۔ ہمزہ کی بحث کے تقابلی مطالعے میں واضح ہوتا ہے کہ گوپی چند نارنگ، رشید حسن خاںاور دیگر اہم محققین نے اس حرف کو حرف اور علامت دونوں پہلوؤں میں شمار کیا ہے۔ ہمزہ کے حوالے سے اردو میں پیش کردہ مباحث کے پسِ منظر میں عربی زبان کے اصول وضوابط کی کارفرمائی ملتی ہے اس کا سبب یہی ہے کہ اردو میں ہمزہ کا حرف عربی زبان سے ہی شامل ہوا ہے اور عربی میں یہ حرف دونوں صورتوں یعنی حرف اور علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اردو زبان میں بھی اس اصول کے تحت اس کی دونوں حیثیتوں تسلیم کی جاتی ہے۔ ہمزہ کی بحث کی ذیل میں گوپی چند نارنگ نے تفصیل سے لکھاہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ ہمزہ چونکہ عربی سے اردو زبان میں شامل ہوا ہے اس لیے اس کے بیشتر اوقات استعمال عربی زبان سے اردو میں شامل ہونے والے لفظوں میں ملتا ہے۔ لیکن ان الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمزہ کا استعمال دیسی لفظوں میں بھی ہوتا ہے۔ اردو زبان میں صوتی ضروریات کے تحت ہمزہ کی ادائیگی دیسی لفظوں میں ہوتی ہے۔

اردو تلفظ کے مسائل میں بھی ہمزہ کا لفظ اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ اور الف صوتی اعتبار سے ہم آہنگ الفاظ قرار پاتے ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں صوتی اعتبار سے ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اردو میں اکثر اوقات الف ہمزہ کو ایک ساتھ استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جس کے باعث لفظ میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ رشید حسن خاںنے تلفظ میں ہمزہ کے مسائل کی ذہن میں الف اور ہمزہ کا ایک ساتھ استعمال ہونے کی نفی کی ہے۔ اس حوالے سے انھوں نے تامل کے لفظ کی مثال پیش کی ہے۔ تامل کا املا بعض اوقات " تأمل لکھ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس تلفظ اس لفظ کے تلفظ میں الف ہمزہ کو شامل کرنا اصولی طور پر غلط ہے۔ یہی سبب ہے کہ رشید حسن اس طرز کے الفاظ میں الف اور ہمزہ کا ایک ساتھ استعمال ہونے کی نفی کی ہے۔

ہمزہ کی بحث کے تقابلی جائزے میں اختر حسین مصباحی، رشید حسن خاں اور شان الحق حقی کے ہاں یہ بات مشترکہ طور پر نظر آتی ہے کہ عربی کے متعدد مصادر اور دیگر بے شمار الفاظ کے آخر میں ہمزہ کا استعمال اصولی طور پر غلط ہے۔ لہٰذا اس صورت میں ہمزہ کا استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ تمام محققین کے ہاں اس ضمن میں بطور مثال پیش ہونے والے لفظوں میں املا، شعرا، ادبا، علماء اور خطبا وغیرہ شامل ہیں۔ ان لفظوں کے آخر میں اکثر ہمزہ کی علامت لگا دی جاتی ہے جو کہ اصولی طور پر غلط ہے۔

ڈاکٹر افتاب احمد ثاقب نے بھی ہمزہ کے مباحث میں اصول و ضوابط کا بیان کیا ہے۔ انھوں نے بیشتر انہی اصول و ضوابط کا بیان کیا ہے جو رشید حسن خاں اور شان الحق حقی کے ہاں بیان میں آتے ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے رموز اوقاف کی بحث کو بھی ہمزہ کے استعمال کی ذیل میں شامل کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ لفظ میں کون سی علامت اصولی طور پر ہمزہ شامل کرنے کا جواب بنتا ہے اور کون سی علامت کے بعد ہمزہ شامل کرنے کی ضرورت ہے۔

شان الحق حق کی نے ہمزہ کی بحث میں وضاحت سے لکھا ہے انھوں نے اس ضمن میں ہمزہ کو مظلوم حرف قرار دیا ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ ہمزہ کا حرف صوتی اعتبار سے الف کے مترادف قرار پاتا ہے۔ اس کی اور الف کی صورت باہمی طور پر ایک جیسی ہے۔ لیکن اس کے باوجود الف کو اردو کے حروف تہجی کے شروع میں جب کہ ہمزہ کو حروف تہجی کے آخر میں شامل کیا جاتا ہے جو کہ اصولی طور پر غلط ہے۔ البتہ رشید حسن خاں اور دیگر محققین حروف تہجی کی ترتیب میں شان الحق حقی کے اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔

شان الحق حقی نے رشید حسن خاں کی طرز پر ان تمام لفظوں کی فہرست شامل کی ہے جن میں ہمزہ کے تلفظ شامل کرنا لفظ کی غلطی شمار ہوتا ہے۔ انھوں نے لفظوں کی فہرست بھی شامل کی ہے جن میں ہمزہ کا استعمال ضروری ہے۔ ہمزہ کی بحث کے تقابلی جائزے میں واضح ہوتا ہے کہ تمام محققین اس امر پر متفق ہیں کہ ہمزہ عربی سے اردو زبان میں شامل ہوا ہے اور اس حرف کا استعمال عربی اصول و ضوابط کے مطابق کرنا چاہیے۔

ہمزہ کے تلفظ کی بحث کی ذیل میں شان الحق حقی نے وضاحت کی ہے کہ ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کی ادائیگی میں ہمزہ کا لفظ شامل تو ہے لیکن اس لفظ کے املا میں ہمزہ نہیں لکھا جاتا۔ صرف صوتی صورت میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔

اردو زبان پر گہرے اثرات مرتب کرنے والی زبانوں میں عربی زبان سرِفہرست شامل ہے۔ عربی کو اردو میں کئی حوالوں سے اہمیت حاصل ہے۔ برصغیر میں عربی زبان کی پذیرائی کے حوالے سے محققین کے ہاں مختلف نظریات ملتے ہیں۔ اس کا تعلق محمد بن قاسم کے سندھ آمد سے جوڑتے ہیں جب کہ بعض محققین اس حوالے سے عرب تاجروں کا تذکرہ کرتے ہیں جو اسلام کی آمد سے پہلے بھی مالا بال کے ساحلوں پر تجارت کی غرض سے آتے تھے۔

اردو زبان پر فارسی زبان کے اثرات میں بھی مختلف پہلو شامل ہیں۔ ان میں ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام کی آمد کے بعد اس خطے میں مذہب اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔ اسلامی تعلیمات چونکہ عربی زبان میں تھی اس لیے اس خطے کے لوگوں کا براہ راست انداز میں عربی زبان سے سابقہ پڑا۔ عربی زبان کے بہت سے الفاظ روز مرہ زندگی میں شامل ہوئے۔ عربی الفاظ کے ساتھ ساتھ عربی تہذیب ثقافت نے بھی اپنے نقوش اجاگر کیے۔

عربی کے اردو پر اثرات کے حوالے سے محققین کی آرا کا جائزہ لیا ہے جائے تو بیشتر محقق اس کی تاکید کرتے ہیں کہ اردو پر عربی کے اثرات مختلف رنگوں اور صورتوں میں اجاگر ہوئے۔ پروفیسر غازی علم الدین وضاحت کرتے ہیں کہ اگر اردو زبان میں مستعمل الفاظ کا جائزہ لیا جائے تو سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں الفاظ عربی النسل نکلیں گے انھوں نے عربی زبان کو اردو زبان کی ساخت پر داخت کے حوالے سے مادرانہ کردار کا حامل قرار دیا ہے۔

عربی کے بیشتر الفاظ اردو زبان کا حصہ بنے لیکن اصل مسئلہ اردو میں ان الفاظ کے ادائیگی کے حوالے سے ہے۔ عربی زبان خاص لب و لہجے کی حامل ہے۔ اس کی صورتحال اردو سے یکسر مختلف صورت میں ہے۔ اردو میں جب عربی الفاظ اور شامل ہوئے تو ان کے تلفظ میں بہت سی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔

محققین نے عربی تلفظ کے مسائل کے پسِ منظر میں عربی معروف کی صوتیات کو شامل کیا ہے۔ رضوانہ مبین عربی کے حروف کی صورتحال کا فارسی اور ہندی کی صورتحال سے تقابل کرتے ہوئے وضاحت پیش کی ہے۔ عربی کے حروف تہجی جو اردو میں شامل ہیں ان کی ادائیگی کے لیے خاص سطح پر مخرج کی ضرورت ہوتی ہے۔ رضوانہ مبین نے عربی صوتیات کی وضاحت کرتے ہوئے تلفظ کے مسائل کے بارے میں لکھا ہے۔ چونکہ ان حروف کی صورتحال اس خطے کے لوگوں کے لیے نئی تھی۔ اس لیے انھیں ان کی ادائیگی میں مشکلات پیش ہیں ۔جس کی وجہ سے تلفظ کے مسائل پیدا ہوئے۔

عربی الفاظ کے حوالے سے ڈاکٹر گیان چند جین نے بھی اپنی تحقیق پیش کی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ جب کسی دوسری زبان کے حروف کسی دوسری زبان میں شامل ہوتے ہیں تو ان کی صورت اور نوعیت میں بدلاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ حرف صوتی ردوبدل کے ساتھ دیسی زبان کے لفظوں میں بھی استعمال ہونے لگتے ہیں۔

یہی احوال اردو زبان میں عربی حروف کا ہے۔ عربی کے بہت سے حروف دیسی الفاظ کے میں شامل ہیں لیکن ان کے تلفظ میں فرق آجاتا ہے۔ دیسی زبان میں شامل عربی کے حروف کے ادائیگی اسی طرح عربی تلفظ کی سطح پر نہیں ہوتی بلکہ ان کی ادائیگی میں تلفظ کی سطح تبدیل ہو جاتی ہے۔

عربی الفاظ کے تلفظ کی غلط ادائیگی میں اعراب کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ عربی زبان میں درست لفظ کی ادائیگی کے لیے اعراب کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اعراب کے استعمال کی بدولت حروف کے مخارج درست انداز میں واضح ہوتے ہیں اور تلفظ کی صورت کا تعین ہوتا ہے۔ لیکن جب اردو میں عربی کے الفاظ شامل ہوتے ہیں تو ان پر اعراب نہیں لگے ہوتے۔ اردو تحریر کو تسلسل میں لانے والے لفظ کی قرأت میں اعراب نہ ہونے کے سبب مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اس پہلو پر رشید حسن خاں اور ڈاکٹر شارب ردلوی نے اپنی آرا پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر شارب ردلوی نے اعراب کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اردو میں اعراب کی ضرورت اس قدر ہے جس قدر عربی میں ہے۔ کیوں کہ اعراب کے بغیر عربی کے اردو زبان میں شامل لفظوں کی درست تلفظ میں قرأت ممکن نہیں ہے۔

محققین نے اردو میں مستعمل عربی لفظیات اور ان کے تلفظ کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ وہیں یہ پہلو بھی اجاگر کیا ہے کہ عربی کے اردو میں استعمال ہونے والے لفظوں میں تلفظ کی ادائیگی بدلنے کے ساتھ لفظ کا مفہوم بھی بدل جاتا ہے۔ اس بدلاؤ کی وجہ سے عبارت کا مفہوم بعض اوقات مبہم صورت اختیار کر لیتا ہے۔

محققین نے عربی الفاظ کے تلفظ تو اس صورت میں ادائیگی کے لیے جہاں تلفظ کو لازمی قرار دیا ہے وہیں عربی زبان سے شناسائی بھی ضروری قرار دی ہے کیوں کہ عربی زبان سے یکسر ناواقفیت زبان میں لفظیات کے غلط تلفظ کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے بھی زبان کے درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے عربی زبان سے شناسائی لازم قرار پاتی ہے۔ قیوم ملک نے اپنی کتاب اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ کے بارے میں اسی پہلو کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اردو زبان پر عربی کے بعد سب سے زیادہ اثرات فارسی نے مرتب کیے ہیں۔ فارسی زبان کے اثرات کے بارے میں محققین نے جہاں دیگر پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہیں شعری اور نثری اصناف کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے غزل و نظم کی اصناف میں فارسی ادب کے اردو ادب پر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اردو میں فارسی زبان کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ ان الفاظ کے تلفظ میں بھی مسائل اور پیچیدگیاں نظر آتی ہیں۔ رشید حسن خاں نے فارسی تلفظ کی بحث میں فارسی حروف تہجی کے حروف "ژ" کو شامل کیا ہے۔ اور "ژ" سے شروع ہونے والے حروف کے بارے میں تائید کی ہے کہ ان الفاظ میں "ژ" کا تلفظ واضح صورت میں ادا ہونا چاہیے۔

اردو میں فارسی تراکیب کا استعمال بھی عام ملتا ہے۔ اس ضمن میں فارسی قواعد اور اصول وضوابط کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو فارسی میں خاص مقاصد کے اظہار کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن اردو میں ان الفاظ کی معنویت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے معنویت کی بدلتی ہوئی صورتوں کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے فارسی الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے۔

رشید حسن خاں اور پروفیسر علیم اشرف نے اپنی آرا میں اردو میں فارسی کے استعمال ہونے والے لفظوں کے درست لفظ کے لیے فارسی مصادر سے شناسائی کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ دونوں محققین کے ہاں مختلف الفاظ کی ذیل میں ادائیگی کے حوالے سے اظہار خیال ملتا ہے۔

۱۸۵۷ء کا واقعہ بر صغیر کی تاریخ میں کئی حیثیتوں سے اہمیت کا حامل ہے۔ اس واقعے کی بدولت جہاں دیگر پہلوؤں پر اثرات مرتب ہوئے وہیں اس خطے کی مقامی زبان یعنی اردو کی ساخت میں بھی بدلاؤ پیدا ہوا۔ اردو زبان پر انگریزی زبان نے براہ راست انداز میں اثرات پیدا کیے۔ انگریزی چونکہ حاکم طبقے کی زبان تھی۔ اس لیے خطے کے لوگوں نے انگریزی زبان کو برتر زبان تصور کرتے ہوئے شعوری سطح پر بھی اس زبان کو قبول کیا اور انگریزوں کے بہت سے الفاظ اردو میں شامل ہو گئے۔

صوتی اعتبار سے انگریزی کا مزاج اردو سے بالکل مختلف تھا۔ ان دونوں کے رسم الخط میں بھی بہت ہی زیادہ اور نمایاں فرق تھا۔ جب انگریزی کے الفاظ اردو میں شامل ہوئے تو سب سے اہم مسئلہ درست تلفظ کی ادائیگی کی صورت میں پیدا ہوا۔ اس خطے کے لوگوں کے لیے نئے تھے۔ اس لیے ان کی ادائیگی کے لیے انفرادی سطح پر بھی مختلف صورتیں اظہار پانے لگی۔ جس کی وجہ سے ایک ہی لفظ کو مختلف علاقوں اور خطوں میں مختلف تلفظ کے ساتھ ادا کیا جانے لگا۔ جس کی وجہ سے انگریزی الفاظ کے اردو میں تلفظ کے مسائل پیدا ہوئے۔

انگریزی حروف کی صورتحال انگریزی میں خاص مخرج کے تحت ادا کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر انگریزی حروف تہجی کے حرف پی کا لفظ انگریزی میں پھی ہے لیکن جب اس کا تلفظ اردو میں ادا ہوتا ہے تو اس کی آواز بدل جاتی ہے اس کو پی ادا کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تلفظ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی احوال انگریزی زبان کے حرفوں کا ہے۔ ٹی کا تلفظ یہ انگریزی میں تھی یا ساخت ٹی کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔

انگریزی الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی میں اردو میں بعض اصول وضوابط بھی متعین ہیں۔ مثال کے طور پر ایس سے شروع ہونے والے لفظوں کے شروع میں الف یا ہمزہ کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ سکول، سٹیشن اور سٹال وغیرہ کے الفاظ کا درست تلفظ اسکول، اسٹیشن، اسٹیشنری اور اسٹال ہے۔ انگریزی الفاظ کے اردو میں اس طرز کے تمام الفاظ کے تلفظ میں الف کا اضافہ ضروری ہے بدی الزمان نے اپنے مضمون میں انگریزی زبان کے حروف تہجی کے اصوات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے لفظوں کی درست ادائیگی اور تلفظ کی درست صورت کا تعین کیا ہے۔

رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ جس طرح الفاظ کا املا درست لکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے درست صورت میں تلفظ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اردو میں تلفظ کے حوالے سے غلط العام اور غلط العوام دونوں صورتیں

پائی جاتی ہیں۔ بعض الفاظ کا تلفظ خاص طبقے میں غلط تلفظ میں ادا کیا جاتا ہے۔ جب کہ بعض الفاظ کا تلفظ عوامی سطح پر غلط انداز میں اظہار پاتا ہے۔ محققین نے ان دونوں صورتوں اور اس کے پس منظر میں الفاظ کے درست تلفظ اور بدلاؤ کی وجوہات کی وضاحت پیش کی ہے۔

تلفظ کے مسائل میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جن کا املا ایک جیسا ہوتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اس طرح کے الفاظ کی فہرست شامل کی ہے اور ان الفاظ کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ ان کی املا کس طرح غلط انداز میں مقبول ہو جاتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اشعار کی مثالوں سے اس پہلو کو واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ لفظ مجاز کے تلفظ کی وضاحت علامہ اقبال کے شعر "کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں" کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

غلط تلفظ کے ساتھ ادا کیے جانے والے لفظوں کے بارے میں رشید حسن خاں نے وضاحت کی ہے کہ بعد ایسے لفظ ہیں جن میں زیر، زبر کا فرق آ جائے تو لفظ کی معنویت بھی بدل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر وہ فاضل کی ج "فضلہ" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اگر اس لفظ پر پیش کے ساتھ لکھا جائے جیسے "فُضلہ" تو اس کا مطلب غلاظت یا ناکارہ مادہ ہو گا۔ جب کہ "فضلہ" کے ف پر زبر لگا کر تلفظ ادا کیا جائے "فَضلہ" تو اس کا مطلب فاضل کی جمع یعنی پڑھے لکھے لوگ ہوں گے۔ رشید حسن خاں نے اس لفظ کے تلفظ کی تبدیلی کو واضح کرتے ہوئے وضاحت پیش کی ہے کہ غلط انداز میں تلفظ کی ادائیگی کی صورت میں لفظ کا مفہوم کس انداز میں بدل جاتا ہے۔

تلفظ کو غلط العام کا درجہ دینے میں بہت سے عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ موجودہ عہد میں تلفظ کی ادائیگی کے مسائل میں ایک پہلو میڈیا کا بھی ہے۔ شہاب الدین قاسمی نے قومی میڈیا اور اردو زبان و تلفظ کے عنوان سے زبان کے تلفظ کے ذیل میں میڈیا کے کردار کو اجاگر کیا ہے۔ وضاحت کی ہے کہ میڈیا کس انداز میں زبان پر اپنے اثرات مرتب کرتا ہے۔

ادریس صدیقی نے بھی تلفظ کے مسائل کے بارے میں لکھا ہے۔ ان کی کتاب یہ مسائل تلفظ کے عنوان سے ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے تلفظ کے مسائل کے پس منظر میں اردو زبان میں مختلف زبانوں کے لفظوں کا اختلاط کو اہم سبب قرار دیا ہے۔ چونکہ اردو میں بہت سی زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اسی لیے ان زبانوں کے الفاظ

کو مختلف مخارج کی ادائیگی کا تقاضا کرتے ہیں۔ جب ان لفظوں کو درست مخرج کے ساتھ ادا نہیں کیا جاتا تو تلفظ بگڑ جاتا ہے۔ عوامی سطح پر مطالعے کی کمی اور زبان سے ناآشنائی بھی تلفظ کے مسائل کا سبب قرار پاتی ہے۔

محققین نے تلفظ کی مختلف صورتوں میں تلفظ کے بگڑنے اور اس کی صورتوں کے تبدیل ہونے کے ساتھ غلط العام اور غلط العوام کی فہرست میں الگ الگ صورتوں میں ان کو شامل کیا ہے۔

تلفظ کو غلط پڑھنے یا ادا کرنے میں ایک ہیں پہلو یہ بھی ہے کہ ان اسباب اور محرکات کو اجاگر کیا جائے جو لفظ کی غلطی کا سبب قرار پاتے ہیں یا جن کی وجہ سے تلفظ کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اردو زبان میں تلفظ کے مسئلے پر بہت سی کتب لکھی گئی ہیں۔ ان کتب میں محققین نے جہاں تلفظ کی بگڑتی صورتوں اور لفظ کے مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ وہیں تلفظ بگڑنے کے پس منظر میں کارفرما اسباب پر بھی بات کی ہے۔ اردو میں تلفظ بگڑنے کے متعدد اسباب ہیں۔ ان میں سے بعض اسباب ایسے ہیں جن پر بیشتر محققین متفق نظر آتے ہیں اور اپنے مضامین میں ان اسباب کو اجاگر کرتے ہیں۔

موجودہ عہد میں سائنس اور میڈیا کی ترقی نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں کو متاثر کیا ہے وہیں اس کے اثرات زبان پر بھی مرتب ہوئے ہیں۔ زبان کی صورت کا تعین کرنے میں سوشل میڈیا نے نمایاں کر ادا کیا ہے۔ اس کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے بہت سے الفاظ کا تلفظ غلط اختیار کرلیتا ہے۔ نایاب حسن نے اپنے مضمون میں زبان کے تلفظ کے بگڑنے پر سوشل میڈیا کو اہم محرک قرار دیا ہے انھوں نے وضاحت کی کہ سوشل میڈیا پر زبان کا تلفظ بگڑنے کے ساتھ تلفظ کا مسلہ اس وقت پیچیدہ صورت اختیار کرتا ہے جب اس غلط تلفظ کے ساتھ لفظ کو لغات میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک غلط لفظ مستقل طور پر زبان کا حصہ بن جاتا ہے۔

محمد یامین سنبھلی نے بھی لفظ کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ وہ ان اسباب میں واضح کرتے ہیں تلفظ کے مسائل میں ایک محرک زبان سے ناشنائی اور عدم دلچسپی بھی ہے۔ زبان کو بغیر توجہ کے بولے اور الفاظ کو لاپرواہی سے ادا کرنے کی وجہ سے تلفظ بگڑ کر غلط صورت میں رائج ہو جاتا ہے۔ محمد یامین سنبھلی نے وضاحت کی ہے کہ زیادہ تر لوگ خود مطالعہ نہیں کرتے بلکہ سنی سنائی باتوں پر عمل کرتے ہیں یہ رویہ تلفظ کے حوالے سے بھی نظر آتا ہے۔

میڈیا پر یا دیگر مقامات پر جب کوئی غلط الفاظ کی ادائیگی کرتا ہے تو اس صورت میں لفظوں کے بدلاؤ کا عمل شروع ہوتا ہے اور تلفظ میں اس غلط انداز میں معاشرے میں پروان چڑھنے لگتا ہے۔ تلفظ کی ادائیگی میں علاقائی اور فطری اسباب بھی شامل ہیں۔ بعض خطوں کے لوگ اپنے علاقوں کی مناسبت اور فطری بنیادوں پر بعض اصوات کی ادائیگی کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بعض اوقات ایک لفظ کے تلفظ دنیا کے مختلف خطوں میں مختلف صورتوں میں ادا کیا جاتا ہے۔

تلفظ کا مسئلہ اہم حیثیت کا حامل ہے۔ الفاظ کو درست تلفظ میں ادا کرنا زبان کی بقا کا ضامن ہے۔ اردو زبان میں تلفظ کا مسئلہ اس لیے بھی اہم ہے کہ اس میں بہتر زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ اردو کے ذخیرہ ان الفاظ میں عربی فارسی اور انگریزی زبان کے الفاظ شامل ہیں ان تمام الفاظ کو اصل اور درست تلفظ کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے۔ اردو زبان اپنے ارتقاء کے مرحلے سے گزر کر مکمل زبان کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اردو زبان میں مختلف زبانوں کے الفاظ کے لیے اصول و ضوابط وضع ہیں۔ ان اصول و ضوابط کی پاسداری کرتے ہوئے الفاظ کا درست صورت میں تلفظ ادا کیا جا سکتا ہے۔ محققین نے جہاں تلفظ کے مسائل کا بیان کیا ہے وہیں اپنی کتب میں تلفظ کے اصول و ضوابط بھی بیان کیے ہیں۔

# حوالہ جات


۱۔ فاروق چودھری، پروفیسر: اردو رموز، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹، ص ۳۷

۲۔ ایضاً، ص ۳۷

۳۔ عبدالرحمان خان، حاجی: حروف وہجا و عروضِ جدید، کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ، ۱۹۹۰، ص ۲۴

۴۔ ایضاً، ۳۷

۵۔ آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت اور مسائل (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی، مرکزی پبلکیشنز، ۲۰۱۸، ص ۴۶

۶۔ رشید حسن خاں: اردو املا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸، ص ۳۷۵

۷۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۰، ص ۸۰

۸۔ ایضاً، ۳۵۴

۹۔ اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد و املا انشا، اعظم گڑھ: مجلس برکات، ۱۹۸۸، ص ۴۴

۱۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۳۵

۱۱۔ ایضاً، ۳۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۸۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۹۳

۱۴۔ آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر: اردو قواعد کی بنیادی اصول، راولپنڈی: نقش گر پبلیکیشنز، ۲۰۱۳، ص ۳۵

۱۵۔ شان الحق حقی: لسانی مسائل و لطائف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶، ص ۱۶۰

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۶۱

**۱۸۔ ایضاً، ص ۱۶۲**

**۱۹**۔ ایضاً، ص ۱۶۳

۲۰۔ غازی علم الدین، پروفیسر: لسانی مطالعے، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵، ص ۸۶

۲۱۔ رضوانہ معین ڈاکٹر: اردو پر عربی کے لسانی اثرات، دہلی: نور پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۱، ص ۴

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۱۱

۲۳۔ گیان چند جین: عام لسانیات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳، ص ۳۶۵

۲۴۔ عبدالستار ردلوی، ڈاکٹر: اردو میں لسانی تحقیق، اسلام آباد: حسان پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۰، ص ۲۳۴

۲۵۔ قیوم ملک: اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹، ص ۴

۲۶۔ غازی علم الدین، پروفیسر: لسانی مطالعے، ص ۱۳۲

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۲۹۔ آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، ص ۶۴

۳۰۔ علیم اشرف خان، پروفیسر: اردو میں مستعمل فارسی و عربی الفاظ کا تلفظ و املا مشمولہ، اردو میں معنویت اور مسائل، ص ۴۹

۳۱۔ ایضاً، ص ۵۳

۳۲۔ ایضاً، ص ۵۴

۴۳۳۔ بدیع الزمان: اردو میں انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ، مشمولہ اردو میں تلفظ اور معنویت، ص ۱۳۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۱۳۹

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۳۶۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۳۸۔ رشید حسن خاں: انشاء اور تلفظ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰، ص ۵۹

۳۹۔ ایضاً، ص ۵۹

۴۰۔ ایضاً، ص ۶۰

۴۱۔ ایضاً، ص ۶۰

۴۲۔ ایضاً، ص ۶۱

۴۳۔ ایضاً، ص ۶۳

۴۴۔ اسد اللہ خان، غالب: دیوان غالب، لاہور: مقبول اکادمی، ۲۰۱۰، ص ۱۵۴

۴۵۔ شہاب الدین قاسمی: قومی میڈیا اور اردو زبان و تلفظ، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت مسائل، (مرتب) یوسف رام پوری نئی دلی مرکزی پبلی کیشنز، ۲۰۱۸، ص ۱۷۳

۴۶۔ ایضاً، ص ۱۷۵

۴۷۔ ادریس صدیقی: مسائل تلفظ، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵، ص ۸

۴۸۔ ایضاً، ص ۹

۴۹۔ ایضاً، ص ۱۳

۵۰۔ عقیل عباس جعفری: صحیح تلفظ، درست املا، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۹، ص ۵۰

۵۱۔ محمد یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر تلفظ اور قواعد، دہلی: البرکات پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۴، ص ۸۱

۵۲۔ نایاب حسن: سوشل میڈیا پر اردو تلفظ: مسائل اسباب اور تدارک مشمولہ اردو تلفظ اور معونیت (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی: مرکزی پبلشرز، ۲۰۱۸، ص ۱۶۷

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۵۴۔ یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر، تلفظ اور قواعد، ص ۹۰

۵۵۔ اسد ملتانی: تلفظی غلطیاں، اصلاحِ تلفظ املا، (مرتب) طالب الہاشمی، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۳، ص ۱۷

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۰

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۴

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۷

# باب چہارم

## اردو املا تلفظ کے مباحث: معاصر صورتِ حال اور امکانات

(الف) مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی تجاویز

(ب) اردو اکادمی دہلی کی تجاویز

(ج) ادارہ جاتی تجاویز کا رد و قبول

(د) مسائل و امکانات

اردو زبان کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد سے ہی زبان کے اصلاح کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس سلسلے میں ابتدائی طور پر شعراء اور ادبا کا کردار نظر آتا ہے۔ بعد ازاں اس میں محققین اور ناقدین نے بھی اپنا حصہ ملایا۔ اردو زبان کی اصلاح کے حوالے سے انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے ساتھ ادارہ جاتی کوششیں بھی قابل ذکر ہیں۔ اس کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج سے ہوتا ہے۔ اس ادارے کے بعد برصغیر میں کئی ادارے اس ذیل میں نظر آتے ہیں۔ مثلاً انجمن ترقی اردو، جامعیہ عثمانیہ، ترقی اردو بورڈ، اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی مقتدرہ قومی زبان اور اردو اکادمی دہلی ان تمام اداروں میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد اور اردو اکادمی دہلی کی تجاویز اور سفارشات نمایاں حیثیت رکھتی ہیں۔ ان اداروں نے اصلاحِ زبان کے حوالے سے مختلف کمیٹیاں قائم ہیں۔ اردو زبان کے نامور محققین ان اداروں کے ساتھ وابستہ رہے اور انھوں نے اردو زبان کے املائی اور تلفظ کے مسائل کو بھی ان اداروں کے زیر اہتمام حل کرنے کی کوششیں کیں۔

## مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی تجاویز

قومی زبان اسلام آباد نے اردو املا کی تصیح اور درست تلفظ کی ادائیگی کے لیے مختلف سطحوں پر خدمات انجام دی ہیں۔ اسی ادارے سے جہاں اس ضمن میں متعدد کتاب شائع ہوئی ہیں۔ وہیں سیمینار اور کانفرنسز کا انعقاد بھی ہوا۔ ان سیمینارز میں اس ادارے نے اردو املا اور تلفظ کے مسائل کے بارے میں مختلف سفارشات پیش کی ہیں۔ ان سفارشات میں اردو املا اور تلفظ کے مختلف موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان کے املا اور تلفظ کے حوالے سے منعقد ہونے والے سیمینارز میں متعدد محققین اور ناقدین نے شریک ہو کر اظہار خیال کیا ہے۔ بعد ازاں ان سیمینارز کی تقاریر کتابی صورت میں مقتدر قومی زبان سے شائع ہوئی ہیں۔ مقتدرہ کے اہم سیمینار میں ۱۹۸۵ء میں املا اور تلفظ کے حوالے سے منعقد ہونے والے سیمینار بھی شامل ہیں۔ اس سیمینار میں ڈاکٹر سید عبد اللہ جیسی اہم علمی ادبی شخصیات املا اور تلفظ کے مسائل پر اظہار خیال کیا۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ نے ۱۹۸۵ء کے سیمنار میں اردو املا کے متعلق کے عنوان سے خطبہ پڑھا۔ یہ اختتامی خطبہ تھا۔ اس خطبے میں انھوں نے اردو املا کے حوالے سے اپنی تجاویز پیش کیں اور ذاتی تجزیہ بھی پیش کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سید عبد اللہ نے وضاحت کی کہ اردو میں املا کے مسائل کے حل کے لیے مختلف اداروں نے خدمات سر انجام دی۔

انھوں نے اس کا نقطہ آغاز فورٹ ولیم کالج کو قرار دیا۔ بعد ازاں املا کے سلسلے میں خدمات انجام دینے والے دیگر اداروں مثلاً محکمہ پنجاب، انجمن ترقی اردو ہند، مکتبہ فرینکلن لاہور، ادارہ معارف اسلامیہ کو شامل کیا۔

اردو املا کے حوالے سے فورٹ ولیم کالج کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں املا شکستہ نگاری کے تحت لکھا جاتا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں ایک یہ کہ اس طرز پر املا کے لیے کاغذ کی بچت ہوتی ہے اور کم ورق پر زیادہ لکھا جا سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اکثر اوقات اس صورت میں الفاظ کو املا کر لکھا جاتا تھا۔ مثلاً سیکھیں گے کو سیکھینگے، لکھیں گے کوئی لکھینگے وغیرہ۔ اس طرح الفاظ کو املا کر لکھا جاتا تھا۔ دوسرا، اردو املا پر عربی اثرات تھے جس کی وجہ سے املا کا یہ انداز اختیار کیا جاتا تھا۔

اردو املا کے متعلق "ہمارا تجزیہ" میں ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اردو حروف تہجی کے بارے میں کچھ سوالات بھی اٹھائے ہیں۔ اردو حروف کی شکلوں پر بھی بحث کی ہے۔ مثال کے طور پر وہ سوال کرتے ہیں کہ ہندی "ٹ" پر "ط" کی علامت کا آغاز کس طرح ہوا۔ اس طرح ہندی دال پر ط کی علامت سے حرف ڈ کی تشکیل کیسے ہوئی۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے املا اور اس کے مسائل کے بارے میں متقدمین کی آراء بھی شامل کی ہیں اور ان آرا کی روشنی میں انھوں نے املا کے مسائل سلجھانے کی کوششیں کی ہے۔ مثال کے طور پر وہ اردو میں ہائے مختفی کی بحث میں سراج الدین آرزو کے قاعدے کا بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "سب سے پہلے تو خان آرزو کے بنائے ہوئے ایک قاعدے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض الفاظ جن کے آخر میں ہائے مختفی ہے وہ یا تو عربی، فارسی، ترکی کے ہوں گے یا ہندی اردو کے، اس معاملے میں بڑی گڑبڑ ہے۔ آرزو نے یہ قاعدہ یہ بتایا ہے کہ اس قسم کی ہندی الفاظ کے آخر میں الف آئے گا نہ کہ ہائے مختفی مثلاً راجہ لکھیں گے راجا، لکھیں گے، پتا لکھیں گے، پتہ نہ لکھیں گے، پھر ان کے امالہ بھی ہندی قاعدے کے مطابق ہو گا اور اضافت بھی ہندی قاعدے کے مطابق ہو گی"(۱)

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اپنے خطبے میں املا کے بنیادی مباحث کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے الف اور ہمزہ کی بحث بھی شامل کی ہے۔ اردو میں ہمزہ کے استعمال کے حوالے سے ہمیشہ کشمکش موجود رہتی ہے۔

ہمزہ کے استعمال کرنا یا نہ کرنے کے سبب جہاں حروف کا املا بدل جاتا ہے۔ وہیں ان کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے ہمزہ کے استعمال کی تجاویز میں تین پہلوؤں کو شامل کیا ہے۔ اس میں وہ حرف کی ساخت، املا اور تلفظ کو شامل کرتے ہوئے ان تینوں پہلوؤں پر ہمزہ کے اثرات کو واضح کرتے ہیں۔ انھوں نے ہمزہ کے استعمال کے ساتھ الفاظ کی بدلتی ہوئی صورتوں کی بھی عکاسی کی ہے۔ مثال کے طور پر علاء الدین میں ہمزہ کا استعمال کیا، سید عبد اللہ لکھتے ہیں کہ علاء الدین یا اس طرز کے بیشتر الفاظ میں ہمزہ کے نیچے عمومی طور پر واؤ کا حرف ڈال دیا جاتا ہے۔ حالاں کہ اس صورت میں ہمزہ مضموم آتی ہے اور واؤ کا استعمال اضافی ہے۔ سید عبد اللہ اپنی تجویز میں ایسے الفاظ میں ہمزہ کے ساتھ واؤ کے استعمال کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمزہ کے استعمال کی ذیل میں املا میں پیچیدگی کے پس منظر میں عربی اور فارسی زبانوں کے اثرات کی کارفرمائی ملتی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اپنی تجاویز پیش کرتے ہوئے اس پہلو کو بخوبی اجاگر کیا ہے۔ وہ عربی اور فارسی کے ساتھ ہمزہ کی ادائیگی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "یہی صورت جز کے لفظ میں نظر آتی ہے۔ اسے جز، جزو، جزء جزؤ۔ خصوصاً جب اضافت ہو۔ عربی اور فارسی الفاظ کے درمیان جو ہمزہ آتا ہے۔ اس میں بہت غلط بحث یہ ہے جہاں فارسیت کا غلبہ ہے وہاں "ء" کو "ی" بنا دیتے ہیں۔ مثلاً زائد کو زاہد لکھتے ہیں۔ اس طرح بالعکس زیبائش کو، زیبائش ہمزہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حالانکہ عربی لفظ کو عربی اصول سے اور فارسی لفظ کو فارسی اصول سے لکھنا چاہیے" (۲)

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اپنی تجاویز میں مختلف اداروں کی اصلاحِ املا کے حوالے سے دی جانے والی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر وہ متصل اور الگ الگ لکھے جانے والے حروف کی بابت انجمن ترقی اردو ہند کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں کہ انجمن کے محققین نے املا کی اصلاحات کے حوالے سے بہت خدمات انجام دی ہیں۔ اس میں املا کا الگ الگ اور متصل صورتوں میں لکھا جانا بھی شامل ہے۔ انھوں نے انجمن ترقی اردو ہند کی اس خدمت کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ اس ادارے کے محققین نے اس مسئلے کو زیادہ ہی حساس نوعیت دی ہے اور ایسے الفاظ جن کو الگ الگ لکھنا اصولی طور پر درست نہیں ہے یا ایسے الفاظ جن کے متعلق کی درست ادائیگی

کے لیے انھیں املا کر لکھنا ضروری ہے۔ انھیں ترقی اردو کی سفارشات میں ایسے الفاظ کو بھی الگ الگ رکھنے کی تلقین کی گئی۔ مثلاً حالانکہ، بالکل، خونریز وغیرہ۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اپنی سفارشات میں ایسے الفاظ کو الگ الگ لکھنے کی تجاویز پیش کی ہے۔ جن کو باہم ملا کر لکھنا املا کے اصولوں کے منافی ہیں۔ جب کہ ایسے الفاظ جن کو یکجا یا متصل لکھنے سے املا کی غلطی وجود میں آتی ہے انھیں الگ لکھنے کی تجویز پیش کی ہے۔ ملا کر لکھے جانے والے الفاظ میں سید عبد اللہ نے حالانکہ، چناں چہ وغیرہ کے الفاظ شامل کیے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اس ضمن میں وضاحت کی ہے کہ انھوں نے املا کے مسائل پر مفصل صورت میں لکھنے کے بجائے صرف اشارے کیے ہیں۔ انھوں نے اپنے خطبے میں املا کے بنیادی نوعیت کے مسائل کو شامل کیا ہے۔

۱۹۸۵ء کے مقتدرہ قومی زبان کے سیمینار میں بیگم ثاقبہ رحیم الدین کا خطبہ شامل ہے۔ ان کے خطبے کا عنوان املا اور موزواو قاف کے مسائل کے عنوان سے انھوں نے اس خطبے میں املا کے ساتھ رموز او قاف کے مسائل کو بھی موضوعِ سخن بنایا ہے اورر موزاو قاف کے املا پر اثر انداز ہونے والے اثرات کے بارے میں بھی وضاحت پیش کی ہے۔ وہ اس ضمن میں اپنی درج ذیل سفارشات پیش کرتی ہیں:

> "وقت کا اہم تقاضہ ہے کہ سائنسی طریقہ کار کے مطابق توجہ اور مسلسل محنت سے روایت اور جدید تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے املا اور رموزاو قاف کے یکساں اور قابل عمل اصول وضع کیے جائیں۔ ماضی میں یہ مسئلہ ایک حلقہ فکر اور دائرہ بحث و نظر ہی کی توجہ کا مرکز تھا۔ مگر اب جب کہ اردو کے نفاذ کا عمل شروع ہو چکا یہ عمومی اور قومی بن گیا اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے ہمیں ایک ایسے لائحہ عمل تیار کرنا ہے جو نہ صرف کمیٹیوں اور ان کی سفارشات کے مرحلے میں الجھ کر نہ رہ جائے بلکہ اردو زبان کی جملہ لطافتوں اور ظرافتوں کا صحیح امین اور محافظ بھی ثابت ہو" (۳)

بیگم ثاقبہ رحیم الدین نے اپنے خطبے میں سفارشات کے ساتھ املا اور رموزِ اوقاف کے حوالے سے خدمات انجام دینے والے محققین اور اداروں کو بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ انھوں نے املا اور رموزِ اوقاف کے مسئلے کو قومی نوعیت کے مسئلے سے جوڑا ہے۔ وہ واضح کرتی ہیں کہ املا کا مسئلہ اردو زبان کے ساتھ وابستہ ہے۔ جب تک املا اور رموزِ اوقاف کے مسئلے کو خصوصی طور پر اہمیت نہ دی جائے اور اس کو بنیادی تجزیات میں شامل نہ کیا جائے تو اس وقت تک زبان اغلاط سے پاک نہیں ہو سکتی۔ انھوں نے اصلاحاتِ املا اور موز او قاف کے سلسلے میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کی خدمات کو بھی خراج تحسین پیش کی۔ اس ضمن میں انھوں نے اس ادارے سے شائع ہونے والی کتب اور سمینارز میں پیش ہونے والی تجاویز کے بارے میں بھی تبصرہ پیش کیا ہے۔

۱۹۸۵ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے تحت مختلف اجلاس منعقد ہوئے۔ ان میں اردو زبان کے معتبر ناقدین اور محققین نے شرکت کی اور املا و تلفظ کے معاملات پر بحث ہوئی۔ اس ضمن میں تجاویز بھی پیش کی گئی ان اجلاسوں کا مقصد اردو زبان میں املا اور تلفظ کے مسائل کو اجاگر کرنا اور ان کا حل کرنا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ رموز او قاف کے استعمال پر بھی بحثیں شامل کی گئیں۔

پہلے اجلاس کی صدارت پروفیسر ذیشان خٹک نے کی اور ڈاکٹر ابو سلیمان شاہجہان پوری نے اور مراد محمد خان نے خطبات پڑھے۔ جب کہ ڈاکٹر شمس الدین صدیقی اور پروفیسر احسان اکبر نے اپنے تبصرے پیش کیے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان شاہجہان پوری نے اردو املا کے چند اہم مسائل تحریک نفاذ اردو کی روشنی میں کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ پڑھا اور اس موقعے میں انھوں نے اردو زبان کے حوالے سے اپنے اصطاحات اور تجاویز بھی پیش کیں۔ انھوں نے املا کے مسائل کا مفصل جائزہ اور ان کا حل پیش کیا۔ انھوں نے اپنے مقالے میں وضاحت پیش کی کہ جب کوئی زبان بولی سے زبان کے بدلے میں داخل ہوتی ہے تو اس میں املا اور تلفظ کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسائل کا حل کرنا اہلِ زبان کی ذمہ داریوں میں شامل ہوتا ہے۔ انھوں نے املا اور تلفظ کے مسائل کی ذیل میں اردو زبان کا ذکر کرتے وضاحت ہوئے کی ہے کہ اردو میں املا کے ارتقا کے ساتھ ساتھ ان مسائل کا تسلسل نظر آتا ہے۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو ناقدین اور محققین حل کرنے کی کوششیں کیں اور کئی مسائل ایسے بھی ہیں جو ابتدائی طور پر اہل زبان کی نظروں سے پوشیدہ رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبان میں شامل چلے آئے

بعد ازاں جب املا اور تلفظ کے ان مسائل کی نشاندہی ہوئی تو اس وقت ان مسائل کو واضح ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی اور وہ زبان میں مستحکم حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ ایسے مسائل کی تلافی اور ان کا حل تلاش کرنا بہت مشکل عمل ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ابو سلیمان نے وضاحت کی ہے کہ اردو زبان میں املا کے مسائل کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ ابتدا میں اردو زبان کے تمام اہم امور جن میں لغت نویسی، تدوین اور کتب قواعد وغیرہ، غیروں نے سرانجام دیے۔ غیروں سے وہ مستشرقین مراد لیتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اردو میں جو مسائل تھے وہ باقاعدگی کے ساتھ زبان میں شامل رہے اور ان مسائل کی وجہ سے املا میں خرابیاں پیدا ہوتی گئی۔ بہت دیر کے بعد جب اصلاح کی کوششیں کی گئی تو اس وقت بگاڑ کی صورتیں زبان میں مستقل حیثیت سے شامل ہو چکی تھیں۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے املا کے مسائل کو اہل اردو کی سہل کوشی سے جوڑا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اردو زبان کے محقق اور ناقدین ابتدا میں ہی املا کی خرابیوں پر نظر رکھتے اور ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرتے تو یہ مسائل سنگین نوعیت اختیار نہ کرتے اور زبان میں املا کے مسائل کی وجہ سے بگاڑ کی یہ صورتیں پیدا نہ ہوتی جن سے اب ہمیں سامنا ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے املا کے مسائل کے بارے میں تجاویز پیش کرنے سے بیشتر املا کے مسئلے کی نوعیت اجاگر کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ املا کا مسئلہ کسی فرد کی ذاتی یعنی افرادی نوعیت کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پاکستان میں رہنے والے ہر فرد کے لیے اس مسئلے کی اہمیت یکساں ہیں۔ اس ضمن میں تمام صوبائی اکائیوں کو شامل کرتے ہیں کہ پاکستان کے تمام صوبوں کے رہنے والے خواہ ان کی زبان پنجابی ہو یا پشتو، بلوچی ہو یا سندھی ان کے لیے اردو زبان کا مسئلہ اہم اور سنگین مسئلے کی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں وہ معاشرے کے عام فرد سے ملک کے وزیر اعظم کو شامل کرتے ہیں اور املا کے مسئلے کی سنگینی کو واضح کرتے ہیں۔ انھوں نے پاکستان کے خطے میں رہنے والے تمام لوگوں کے لیے اردو زبان کے املا اور مسئلے کی سنگینی کا اس لیے تذکرہ کیا ہے۔ کیوں کہ اردو اس ملک کی سرکاری زبان ہے۔ اس لیے اب اس زبان کے وقار کا مسئلہ قومی نوعیت کا حامل ہے۔ انھوں نے تجاویز پیش کرنے سے پہلے سہولت کے لیے اردو زبان کے مسئلے کو مختلف نکات میں تقسیم کیا ہے۔

ڈاکٹر ابو سلیمان نے اپنی تجاویز میں الفاظ کے املا کی مختلف صورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ املا کے مسائل کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اگر کسی لفظ کا املا مختلف ادوار مختلف طریقوں سے لکھا جاتا رہا ہے تو اس کے لیے ہی اصول کہ اس لفظ کا املا موجودہ عہد میں مروج صورت میں استعمال کیا جائے گا اور اس کی دوسری صورتوں کو نظر انداز کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ املا اس کی غلط صورت کیوں نہ ہو کیوں کہ ایسے الفاظ جن کے املا مختلف ادوار میں مختلف صورتوں میں رائج رہا ہے ایسے الفاظ کا املا قدیم طرز میں استعمال کرنا زبان میں اجنبیت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے اور اس کے قبول عام کی حیثیت حاصل کرنے میں بھی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تلفظ کا مروجہ املا قبول کرنا بہتر ہے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے املا کے حوالے سے درج ذیل سفارشات پیش کی ہیں:

> ” کمھار اور چولھے کا املاد دو چشمی (ھ) کے ساتھ درست ہے۔ ازدہام کی املا کی چار شکلوں میں صرف اور صرف ہائے حطی سے صحیح ہے۔ اردو میں ذ اور ز کی ایک طویل بحث موجود ہے۔ یہ بات قطعی ہے کہ گزاردن اور اس کے تمام صیغوں میں "ز" ہے۔ مثلاً گزارش میں ز، ہے اور گذشتن اور اسے تمام صیغوں میں ذ، ہے۔ مثلاً گذشتہ گذر گاہ۔ بلا شبہ اہل علم کو حق ہے کہ وہ اس پر مزید بحث کریں اور ثابت کریں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے۔ لیکن اس بحث میں اس شخص کو شریک نہیں کر لینا چاہیے جس نے اپنی درخواست میں:
>
> منظور ہے گزارشِ احوال واقعی لکھا اور گزارش میں ز، کے بجائے "ذ" استعمال کی تھی یا مصرح میں ع، کے ساتھ ہ، شامل کر دی تھی یا کمھار اور چولھا میں کہنی دارہ، اور ازدحام میں زائے فارسی ذ، ژاور ہائے ہوز استعمال کی تھی“(۴)

بعض الفاظ کے حوالے سے لغات میں فصیح اور غیر فصیح کی بحث ملتی ہے۔ اس بحث میں الفاظ کے املا کی مختلف صورتیں درج کی جاتی ہیں اور ان میں سے کسی ایک صورت کو فصیح قرار دیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے اس ضمن میں فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات کا تذکرہ کیا ہے اور وہ فصیح اور غیر فصیح کی بحث میں لفظ "پھوار" کا ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرہنگ آصفیہ میں پھآر اور نور الغات میں پھوہار کو فصیح قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ان دونوں کے

املا کے علاوہ اس کے تین املا (پھوار، پھہار پھوار) بھی ملتے ہیں۔ وہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ اگر کوئی ان تینوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا ہے تو وہ درست املا قرار پائے گا۔

اردو املا میں "نون غنہ" کے استعمال کے حوالے سے بھی متفرق مباحث ملتے ہیں۔ اس ضمن میں نون غنہ کے استعمال کرنے یا نہ کرنے کے قواعد بھی بیان کیے گئے ہیں۔ نون غنہ کا استعمال سے جہاں املا کی صورت تبدیل ہوتی ہے وہیں الفاظ کا تلفظ بھی بدل جاتا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے نون غنہ کی بحث کو بھی شامل کیا ہے اور اس حوالے سے تجاویز پیش کی ہیں کہ کس لفظ نون غنہ استعمال کرنا مناسب اور کہاں نامناسب ہے۔ انھوں نے فصیح الفاظ کے حوالے سے فرہنگ آصفیہ سے مثالیں بھی درج کی ہیں۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے املا کی چار چار صورتیں پائی جاتی ہیں۔ ان الفاظ میں کنواں، کاؤں اور پاؤں وغیرہ کو شامل کرتے ہیں۔ املا کی ایک سے زیادہ صورتیں اس زبان اور لفظ کے بدلتی ہوئی صورتوں کی عکاسی کرتا ہے اور آخر میں اس لفظ کی ترقی یافتہ صورت استعمال ہوتی ہے۔ اس صورت میں لفظ کا حتمی اور آخری صورت میں استعمال درست قرار پاتا ہے جب کہ ماضی کی تین صورتوں کا استعمال کرنا نامناسب عمل ہے۔ وہ اپنی تجویز میں حتمی صورت کی املا کا انتخاب کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے وضاحت کی ہے کہ عام طور پر ایک لفظ کے کئی کئی مترادف ہوتے ہیں۔ مثلاً لفظ نخل کے مترادفات میں الفاظ کی طویل فہرست شامل ہے۔ ان الفاظ میں مزاحم، حائل، خارج، رخنہ انداز وغیرہ شامل ہیں۔ اس طرح لفظ لات کے مترادفات میں وقفہ، عرصہ، دیر، زمانہ، وقت معیاد وغیرہ شامل ہیں۔ لفظ مدر کے مدر مترادفات میں کمک، تائید، اعانت اور سہارا وغیرہ شامل ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے ان الفاظ کی مثالیں درج کرنے کے بعد تجاویز پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی تحریر یا گفتگو میں اصل لفظ استعمال کرنے کے بجائے اس کے کسی مترادف کا استعمال کرتا ہے تو اس صورت میں اس لفظ کو قبول کر لینا چاہیے اور اس کے مترافات کا استعمال درست قرار دینا چاہیے۔ ایسی صورت میں مترادف لفظ کے استعمال پر اعتراض بے جا شمار ہو گا۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے اس صورت میں استعمال ہونے والے الفاظ کے متعدد مترادفات کی مثالیں درج کی ہیں۔ املا اور تلفظ کے مسائل میں بعض ایسے الفاظ بھی شامل ہیں جن پر بحث کرنا لاحاصل ہے۔ اردو میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں جن کے اس حوالے سے مثالیں درج کی جاسکتی ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلیمان وضاحت کرتے ہیں کہ اس طرز کے الفاظ کی بحثوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ وہ اپنی تجاویز میں لکھتے ہیں:

"اس وقت یہ بحث ہمارے مقاصد کو نقصان پہنچائے گی کہ سگھڑ اور سوگھڑ میں کس املا کو ترجیح ہوگی اور سگھڑ صحیح ہے یا غلط اور گرست اور گرہست، اور گرہست گرہستھ کے املا اور تلفظ میں ترجیح و صحت کی ترتیب کیا ہوگی؟ اس قسم کی بحثوں سے کان بند کر کے آگے بڑھ جانا چاہیے"(۵)

ڈاکٹر ابو سلیمان نے مندرجہ بالا اقتباس میں غیر ضروری طور پر املا کے مسائل میں الجھنے سے گریز کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ انھوں نے املا کے سلسلے میں ان الفاظ کی بحث کو شامل کیا ہے جن کی بحث براہ راست انداز میں اردو زبان پر اثر انداز ہوتی ہے اور اس کے اثرات اردو زبان و ادب پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلیمان نے املا کے مسائل میں عام لوگوں کو شامل کیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ زبان کی ترویج اور اشاعت میں عام لوگوں کا حصہ بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے خصوصیت کے ساتھ دفتری امور سر انجام دینے والے محرر اور لکھنے والے افراد کو شامل کیا ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ دفتروں میں کام کرنے والے لوگ جب کوئی تحریر لکھتے ہیں تو اظہار مدعا کے لیے ضروری نہیں کہ ان کا ذخیرہ الفاظ میں اس لفظ کی مناسبت سے الفاظ موجود ہوں بلکہ اس کے ذخیرہ الفاظ میں کسی خاص لفظ کے ادائیگی کے لیے کوئی متبادل لفظ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری نہیں کہ وہ لفظ اردو زبان کا ہو بلکہ وہ پاکستان کے کسی بھی صوبائی زبان کا لفظ ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر ابو سلیمان کی تجویز کے مطابق دفتری زبان کے املا کے لیے لغات اور کتب قواعد دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ جو لفظ بر محل محسوس ہوں خواہ وہ پاکستان کے کسی بھی صوبائی زبان کا ہو اسے استعمال کر لینا چاہیے۔ اس سے زبان میں الفاظ کا ذخیرہ وسیع ہو گا اور عام استعمال کے مترادف الفاظ میسر آئیں گے۔ علاوہ ازیں ایسا طبقہ جو اردو دان نہیں ہے ان کے لیے الفاظ کی تفہیم آسان قرار پائے گی۔

مقتدرہ قومی زبان کے سمینار ۱۹۸۵ء میں پروفیسر احسان اکبر کا خطبہ املاء اصلاح کی کوشش اور تجاویز کے عنوان سے شامل ہے۔ اس خطبے میں انھوں نے املا کے حوالے سے پائی جانے والے مسائل کو اجاگر کیا اور اس ضمن میں اختلافی نوٹ کی صورت میں تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ پروفیسر احسان اکبر نے املا پر مرتب ہونے والے معاملات میں ٹائپ اور کمپوزنگ کے معاملات کو بھی شامل کیا ہے۔ وہ رسم الخط کے بارے میں بھی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ پروفیسر احسان اکبر املا کے مسائل میں اردو زبان کا دوسری زبانوں کے املائی مسائل کے ساتھ

تقابل کرتے ہوئے ذات پیش کرتے ہیں۔ وہ اردو املا کے مسائل میں ایک اہم سبب ایک ہی لفظ کا مختلف صورتوں میں املا قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق اس وقت تک املاء کے مسائل سے جان نہیں چھڑائی جا سکتی جب الفاظ کی لکھاوٹ کے لیے متعین کردہ اصول واضح نہیں ہو جاتے۔ اس سلسلے میں وہ املا میں غیر یقینی صورتحال سے بچنے کی تجاویز میں تمام الفاظ کے املا میں یک رنگی پیدا کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے اختصار کو زبان کا حسن قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے اردو املا میں املا کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "تاہم مجھے ذاتی طور پر اتنا ضرور کہنا چاہیے کہ ایجاز و اختصار آج عالمی سطح پر تحریر کی ضرورت ہے۔ امالہ تحریر کو ایسا ہی اختصار بخشتا ہے۔ اس کو معدوم کر دینے سے ہمارے جملے اور زیادہ پھیل جائیں گے اور پہلے ہی حروفِ علت، حروف مفرہ اور حروفِ جار کے زبردست بوجھ اور پھیلاؤ کے نیچے پھیل کر چپٹی ہو چکی ہے۔ نیز لکھتے ہوئے زبان کی یہ رکاوٹیں اتنا نہیں کھلتی جتنا بڑا جھول ان حروف سے شاعری میں پڑ جاتا ہے"(٦)

ڈاکٹر احسان اکبر نے اپنے خطبے میں جہاں امالہ کو لازمی قرار دیا ہے۔ وہیں امالہ کے حوالے سے اصول و ضوابط کا بیان بھی کیا ہے۔ انھوں نے اپنی تجاویز میں الفاظ امالہ کرتے ہوئے پاکستان کے دیگر صوبائی زبانوں کے لسانی مزاج کو پیش نظر رکھنے کی تلقین بھی کی ہے۔ خاص طور پر وہ امالہ کے حوالے سے اردو، پنجابی کی رشتہ داری کا بیان کرتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ پنجابی زبان اردو زبان میں بعض مماثل یا مشابہ صورتوں کی وجہ سے پیچیدگی پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اس لیے الفاظ کو امالہ میں بدلتے ہوئے پنجابی زبان کے مزاج کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

۱۹۸۵ء میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد میں دوسرا اجلاس بھی املا و تلفظ کے حوالے سے منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارہ ڈاکٹر شیر محمد زمان نے کی۔ جب کہ مقالات پڑھنے والوں میں مظفر علی سید اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری شامل تھے۔ اس اجلاس میں پڑھے جانے والے مقالات پر تبصرے پروفیسر رشید احمد اور پروفیسر شریف کنجاہی نے پیش کیے۔

مظفر علی سید کا مقالہ "حرف وصوت کا رشتہ" کے عنوان سے ہے۔ مظفر علی سید نے اپنے مقالے میں اردو حروف تہجی کی بحث میں صوتیات کو بھی شامل کیا۔ اس حوالے سے انھوں نے حروف کے املا ان کے تحفظ اور حروف کی اصوات کو شامل کیا ہے۔ اردو املا اور تلفظ کے معاملات میں ہائے مختفی کی بحث بھی اہم حیثیت کی حامل ہے۔ یہ مصلحین کا اہم موضوع ہے۔اس موضوع پر مظفر علی سید نے تفصیلی رائے پیش کی ہے۔ اس بحث میں وہ اردو میں بیرون زبانوں کے الفاظ اور دیسی الفاظ کو شامل کرتے ہیں:

"ہائے مختفی کی بحث بھی مصلحین کا مرغوب موضوع ہے اور دیسی الفاظ کو اس کی بجائے الف سے لکھنا تجویز کرتے ہیں۔ جیسے پیسا، انڈا وغیرہ۔ لیکن ڈاکٹر گوپی چند نارنگ سیتہ جیت رائے، راجیہ، بھارتیہ جیسے لفظوں کو ہائے مختفی سے لکھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔اس طرح عربی اور ترکی الفاظ میں حلوا، مما، تمنا اور قورما وغیرہ کو الف کے ساتھ لکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔اب وقت یہ ہے کہ اس خاص موقع پر صوتیات زدہ لوگ اشتقاق کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔جب کہ اردو کے رواجی املا کی بنیاد صوتیاتی ہے۔ یعنی یہ الفاظ میں چائے کہیں سے آئیں۔ان کے آخری جز کو غیر موکد (Understand) بولا جاتا ہے۔ عربی اور ترکی الفاظ میں وضاحت کا مسئلہ ضروری ہے۔ لیکن وہاں بھی تمغائے خدمت لکھنے پر اصرار نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ پھر ہائے متصل ملفوظ کا تصفیہ ہے۔ مصلحین کا خیال ہے کہ منہ اور معینہ جیسے لفظوں کے آخر میں ہ، کے نیچے ایک شوشہ لگانا ضروری ہے۔ جو بعض کے خیال میں قطعاً غیر ضروری ہے"(۷)۷

مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے اجلاسوں میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری بھی شریک ہوئے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اردو زبان کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔اس ذیل میں انھوں نے املا اور تلفظ کے معاملات بھی بیان کیے ہیں۔ اردو املا اور رسم الخط کے عنوان سے ان کے مضامین کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں املا کے بارے میں رائے پیش کرتے ہیں:

" ہمارے ہاں اردو رسم الخط کے مسئلے کو جتنی اہمیت دی گئی ہے اردو املا پر نہیں دی گئی ۔حالانکہ میرے نزدیک اس وقت املا کے مسئلے پر جتنی غور و فکر کی ضرورت ہے اردو رسم

الخط کے سلسلے میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو رسم الخط کے سلسلے میں بحثیں تھم گئی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ طے پا گئی ہیں۔ لیکن اردو املا میں آج جس قسم کا مزاج کام کر رہا ہے وہ اردو کے حق میں مہلک ہے اور ہمدردانِ اردو کو اس بارے میں خصوصی توجہ دینی چاہیے"(۸)۸

مقتدرہ قومی زبان کے سمینار میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اردو میں عربی، فارسی الفاظ کے املا کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ اس مقالہ میں انھوں نے اردو زبان میں عربی اور فارسی زبان کے الفاظ کے املا کے بارے میں وضاحت پیش کی اور الفاظ کی متنوع صورتوں کا بیان کیا ہے۔ مقالہ میں انھوں نے اردو زبان پر عربی اور فارسی زبان کے اثرات اور لسانی روابط کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے اور اس ضمن میں لسانی رشتوں کو اجاگر کیا ہے۔

املا کے حوالے سے انھوں نے وضاحت کی ہے کہ عربی اور فارسی کے تمام الفاظ اور ان کے جملہ مسائل کے بارے میں اظہار خیال کرنا اور اس ضمن میں جامعیت کے ساتھ تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے انھوں نے اس مقالے میں خاص خاص اور نمایاں مسائل کا بیان بھی شامل کیا ہے۔ ان مسائل میں انھوں نے املا کے ان مسئلوں کو شامل کیا۔ جن کی وجہ سے املا کے ساتھ تلفظ کے مسائل بھی سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے مقالے میں عربی اور فارسی الفاظ اور اس سلسلے میں ان زبانوں کے حروف تہجی کے استعمال کے بارے میں تجاویز پیش کی ہیں۔ انھوں نے اس ضمن میں دیگر محققین کی آرا بھی شامل کی ہیں ۔ وہ ذ اور ز کے حروف کا استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ابتداء ذات اور ذرا کے الفاظ کو لیجئے۔ اردو املا میں شروع سے یہ ذال سے لکھے گئے ہیں اور یہ چلن اتنا عام اور راسخ ہے کہ اس میں تبدیلی کا قبول عام کرنا مشکل ہے۔ پھر بھی بعض علماء زبان کا اصرار ہے کہ چونکہ ذات کا لفظ ذات پات کے معنی میں نہیں، اس لیے اسے ز، سے لکھنا چاہیے، ذرا کے سلسلے میں حکم دیا گیا ہے کہ چوں کہ اس کے معنی عربی کے ذرا سے کوئی خاص رشتہ نہیں رکھتے۔ اس لیے اسے ذال کے بجائے زے، سے لکھنا چاہیے۔ اصولی سوال

یہ ہے کہ اردو میں کس لفظ کے املا کے تعین میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ اصلاً وہ کس زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کے املا کیا ہے"(۹)۹

مندرجہ بالائے کی پیشکش کے بعد ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے املا کے حوالے سے اصولی سوال اٹھایا ہے کہ لفظ کے املا کے لیے اس کی ماخذ زبان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اس لفظ کی اصل زبان سے منقطع ہو کر اس لفظ کے املا لکھا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں وضاحت کرتے ہیں کہ اگر املا کے لیے اس قسم کے اصول کے اطلاق کیا جانے لگے تو زبان کا مکمل نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ کیوں کہ کسی ایک زبان سے جب کوئی لفظ کسی دوسری زبان میں شامل ہوتا ہے تو اس کی ساخت تلفظ کی ادائیگی میں تبدیلیاں وقوع پزیر ہوتی ہیں۔ یہ تبدیلیاں مقامی زبان کی لسانی ساخت اور مزاج کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہی سبب ہے کہ اردو میں عربی فارسی اور انگریزی کے ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں جن کا املا اور تلفظ ان کے اصل زبان سے مختلف صورت اختیار کیے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری وضاحت کرتے ہیں کہ اس قبیل کے الفاظ جو اردو زبان میں استعمال ہوتے ہیں انھیں اردو کے مزاج اور رجحان کے مطابق لکھنا اور بولنا چاہیے۔ اس سلسلے میں مقامی زبان کے لسانی مزاج اور لسانی اثرات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے عربی زبان کے الفاظ کی عربی زبان کے قواعد کے مطابق ادائیگی پر بھی سوالات اٹھائے ہیں وہ اس ضمن میں مختلف الفاظ کی مثالیں پیش کرتے ہیں:

"ایک اور اصولی بات طے کرنا ہے۔ چند برسوں سے جدوجہد یہ جدوجُہد لکھنے اور بولنے پر زور دیا جاتا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ عربی میں اس کا اصل تلفظ اور املا یہی ہے۔ کیا آج سے پہلے ہمارے بزرگ اس حقیقت سے بے خبر اور عربی سے ناواقف تھے کہ اسے جدوجہد لکھتے اور بولتے تھے۔ یقیناً وہ ہم سے زیادہ باخبر تھے۔ ہم سے زیادہ عربی اور فارسی جانتے تھے۔ لیکن یہ بھی جانتے تھے کہ غیر زبان کا جب کوئی لفظ جس طرح اردو میں مقبول ہو گیا وہی اردو ہے۔ اس لیے غلطی بزرگوں کی نہیں ہماری ہے۔ اگر جَدوجہد کو اس اصول کے تحت جدوجُہد پڑھوایا اور لکھایا جا رہا ہے کہ وہ عربی میں اس طرح ہے تو پھر جہالت کو

جَہالت، شفقت کو شفّقت، حُلیہ کو حَلیہ ،خَلط مَلط کو خلط ملطِ، سَوال کو سُوال، صَندوق کو صُندوق، عُجلت کو عَجلت اور عَیاں کو عِیاں کہنا اور لکھنا ہو گا کہ عربی میں ان کا تلفظ اور املا اس طرح ہے" (۱۰)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے رسم الخط میں تبدیلی اور املا کے طریقوں میں بدلاؤ کے پس منظر میں لسانی اصلاح سے زیادہ سیاسی عوامل کو شامل کیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ برصغیر میں املا کے طریقوں کی تبدیلی اور لسانی اعتبار سے بدلاؤ کے پس منظر میں سیاسی محرکات کار فرما تھے۔ سیاسی مقاصد کے اصول کے لیے حکومت برطانیہ نے بھی اردو رسم الخط اور لسانی اعتبار سے بہت سی تبدیلیوں کی بنیاد رکھی۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے رسم الخط میں تبدیلی اور املا کی اصلاحات کے حوالے سے مختلف اداروں کی خدمات کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ۱۹۶۹ء میں اردو اصلاح کے حوالے سے بنائی جانے والی اعلیٰ سرکاری سطح کی کمیٹیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کمیٹی کی اصلاحات پر مشتمل دو کتابیں اردو املا اور املا نامہ اور بورڈ کراچی سے شائع ہوئیں۔ اردو املا رشید حسن خاں کی کتاب ہے۔ جس میں املا کے جملہ پہلوؤں کو شامل کیا گیا ہے۔ رشید حسن خاں نے اس کتاب میں اردو املا کے حوالے سے تمام پیچیدہ اور مبہم معاملات کی پیشکش کی ہے۔ انھوں نے درست املا کے حوالے سے جہاں مسائل کو بخوبی اجاگر کیا وہیں املا کے مسئلے کا حل بھی بیان کیا ہے۔

املا نامہ گوپی چندارن کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ املا نامہ گوپی چند نارنگ نے اصلاحِ زبان کے حوالے سے اپنی تجاویز کا بیان کیا ہے۔ گوپی چند نارنگ نے اپنی کتاب میں املا کے مسائل کا بیان کرنے کے ساتھ تجاویز پیش کی ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے املا کے مسائل کے حوالے سے دیگر محققین اور سفارشات بھی پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ہندوستان اور پاکستان میں املا کے مسئلے کی پیچیدگی کو موضوعِ سخن بنایا۔ انھوں نے ہندوستان میں اردو املا کے مسئلے کو پاکستان میں درپیش املا کے مسئلے سے مختلف قرار دیا ہے۔ انھوں نے وضاحت پیش کی ہے کہ ہندوستان میں اردو زبان کا سابقہ دیگر ہندوستانی زبانوں سنسکرت اور ہندی وغیرہ سے ہے۔ علاوہ ازیں اردو رسم الخط کا سابقہ دیوناگری رسم الخط سے پڑتا۔ اس لیے ہندوستان میں اردو املا اصلاح کے تقاضے پاکستان میں درپیش اور املا

کے تقاضوں سے بہت حد تک مختلف ہیں۔ وہاں دیگر مقامی زبانوں سے بے اردو کا تعلق استوار ہو رہا ہے۔ جب کہ پاکستان میں اردو املا کو اس قسم کے مسائل کا سامنا درپیش نہیں ہے۔

ہندوستان میں اصلاحِ املا کے سلسلے میں ناقدین اور محققین کی آرا کو بھی فرمان فتح پوری نے اپنے مقالے کا حصہ بنایا ہے۔ ہندوستان میں درپیش اردو املا کے مسائل کے تناظر میں انھوں نے ہندوستانی محققین کے نقطہ نظر کو واضح کرنے کے لیے مسعود حسن خان کی رائے پیش کی ہے:

”وہاں اردو کا رشتہ سنسکرت اور دیوناگری میں لکھی جانے والی دوسری علاقائی زبانوں سے استوار ہو رہا ہے اور اردو کو اپنی بقاو ترقی کے لیے انھیں سے استفادہ و معاہدہ کرنا ہے تبھی تو ڈاکٹر مسعود حسن خان کو اپنے ایک مضمون میں یہاں تک کہنا پڑا کہ:

مضمون کے سلسلے میں ان زائد حروف کا ذکر بھی ضروری ہے جو عربی سے لیے گئے ہیں اور جو ہمارے حروف تہجی و نظام درسی کے لیے پیر تسمہ پابن ہوئے ہیں۔ میری مرادذ، ض، ط، ظ، ث، ص، ح وغیرہ سے ہے۔ یہ سب مردہ لاشیں ہیں جو اردو رسم الخط اٹھائے ہوئے ہے۔ صرف اس لیے کہ ہمارا رشتہ عربی سے قائم رہے۔ اس کے برعکس اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور اس کا رشتہ محض عربی و فارسی سے نہیں بلکہ عربی و فارسی رسم الخط میں لکھی جانے والے متعدد علاقائی زبانوں سے بھی از سر نو استوار ہو رہا ہے۔ اردو املا میں اصلاح کی تجاویز پیش کرتے وقت ہمیں رشتے کو ذہن میں رکھنا چاہیے“(۱۱)۱۱

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اردو املا کے حوالے سے اصلاحات کی پیشکش کے لیے پاکستان کے لیے لسانی حالات کا تنقیدی جائزہ لینے کی تلقین کرتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ یہاں ہندوستان میں پیش ہونے والی املائی اصلاحات سے مختلف سطح پر اصلاحات پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ انھوں نے اپنی تجاویز میں سفارش کی ہے کہ پاکستان میں املا کے حوالے سے کمیٹی تشکیل دی جائے تو املا کے مسائل میں پاکستان کے تہذیبی، سیاسی اور مذہبی پس منظر کا جائزہ لے اور اس جائزے کی روشنی میں اصلاحات کا سلسلے میں اپنی سفارشات پیش کرے۔ اس ضمن میں انھوں نے مقتدرہ قومی زبان کے اصلاحات کا تذکرہ بھی شامل کیا ہے۔ انھوں نے خصوصیت کے ساتھ مقتدرہ قومی زبان

کے زیر اہتمام متعدد ہونے والے سیمینار اور کانفرنس کا تذکرہ کیا ہے اور ان کوششوں کو املا کے مسائل کے حل میں معاون قرار دیا ہے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور مظفر علی سید کے مقالہ جات پر شرکا نے اظہار خیال کرتے ہوئے ان کے محاسن کو اجاگر کیا ہے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کہتے ہیں:

"سید صاحب نے بعض اوقات اہم نکات اٹھائے ہیں۔ میری رائے میں نکات کو ترتیبِ سفارشات کے اجلاس میں غور کے لیے سفارش کی جانی چاہیے تاکہ بالتفصیل ان کا جائزہ لیا جاسکے"(۱۲)۱۲

ڈاکٹر وحید قریشی نے بھی مظہر علی سید اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مقالہ جات کے بارے میں رائے پیش کی ہے۔ وہ اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک ذیلی کمیٹی ترتیب دی جائے جو ان مقالات میں پیش کی جانے والی تجاویز کو مرتب کرے اور اپنی سفارسات میں املا کے ان مسائل اور معاملات کو اجاگر کرے۔ جن کے بارے میں مقالے میں وضاحت کی گئی ہے۔

مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کے زیر اہتمام کانفرنسز اور سمینار کے ساتھ ساتھ لسانی اعتبار سے مختلف کتب بھی شائع ہوئی ہیں۔ان کتب میں املا و تلفظ کے معاملات کے حوالے سے تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ان لکھنے والوں میں فتح محمد ملک اور شان الحق حقی جیسی شخصیات موجود ہیں۔شان الحق حقی کی اصلاح املا و تلفظ کے موضوع پر لسانی مسائل اور لطائف کے عنوان سے کتاب شائع ہوئی ہے۔اس میں شان الحق حقی نے املا اور تلفظ کے کئی اہم معاملات پر اپنی تجاویز پیش کی ہیں۔

شان الحق حقی کا ایک مضمون "دو چشمی ھ "کی کرشمہ کاریاں کے عنوان سے ہے۔اس مضمون میں انھوں نے اردو زبان میں دو چشمی ھ کے استعمال اور اس کے متعلق دیگر پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔اس ضمن میں انھوں نے اغلاط کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی سفارشات اور تجاویز بھی پیش کی ہیں۔انھوں نے دلچسپ انداز میں چند جملے تحریر کی ہیں۔ جن میں دو چشمی ھ کی آواز کے بارے میں وضاحت کی گئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کہیں توپوں کی گھن گرج ہے تو کہیں اور طرح کا دھوم دھڑ کا یا بقول جوش تڑوڑ، تڑور جھیم جھیم، یہ تاشوں مجیروں وغیرہ کی ملی جلی آواز ہے۔ جو پہلے ٹھیلوں یا ناچ رنگوں کے جلسوں میں سنی جاتی ہے۔ ان مثالوں میں جو گرج یا گمک سنائی دیتی ہے وہ اس دو چشمی ھ کی بدولت ہے جو ہم اپنے حروف میں استعمال کرتے ہیں۔ ہائے دو چشمی کو خارج کر کے پڑھیے تو وہ بات نہیں رہتی"(۱۳)

شان الحق حقی نے دو چشمی آوازوں کو اردو زبان کے مستقل صوتیے(Phonemes) قرار دیا ہے۔ دیونا گری رسم الخط میں ان کے لیے الگ حروف مقرر ہیں۔ ان حروف کو مہا پران کہتے ہیں۔ اردو میں دو چشمی ھ سے بننے والی آوازوں کی تعداد پندرہ ہے۔ ان میں بھ، پھ، تھ، گھ، لھ، مھ، اور نھ شامل ہیں۔

اردو میں ان بھاری آوازوں کا استعمال مختلف الفاظ میں اصوات کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً بھاری، پھرتی، تھالی، ٹھنڈک جھرنا، چھلی دھڑ کا، ڈھولک سرھانہ گھن چکر اور ننھا وغیرہ۔

شان الحق کی نے ان ہاتیہ آوازوں کو ہندوستانی آوازیں قرار دیا ہے۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ فارسی اور عربی میں یہ آوازیں شامل نہیں ہیں۔ انھوں نے ان آوازوں کے ساتھ ان کی ادائیگی اور اس ضمن میں صوتی سطح پر پیدا ہونے والی کیفیت کا بیان بھی کیا ہے۔ شان الحق حقی نے سوال اٹھایا ہے کہ ان ہاتیہ آوازوں نے ہمارے لیے کیا کام کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"غور کیجیے تو ہر صوتیے کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے یعنی آوازوں کو معنی سے کچھ نسبت ہوتی ہے را اور ڈھا کے درمیان وہی فرق محسوس ہوتا ہے جو ایک تھرتھراتے تار اور ٹھوس پتھر میں، بلکہ ڈ اور ڈھ میں بھی فرق ہے۔ ڈلا یا ڈلی کہتے تو سخت چیز کی طرف خیال جاتا ہے۔ ڈھیلا کہیے تو قدرے بھر بھری چیز خیال میں آتی ہے۔ یہاں بھی ہائے دو چشمی اپنا کرشمہ دکھا رہی ہے۔ ڈھیلے کا بھر بھرا پن اس کی بدولت محسوس ہوتا ہے" (۱۴)

شان الحق حقی نے دو چشمی ھ کے بارے میں تجاویز پیش کرتے ہوئے اس کے استعمال اور املا و تلفظ میں اس کی افادیت کو اجاگر کیا ہے۔ انھوں نے مختلف الفاظ کی مثالیں درج کر کے ان کو دو چشمی ھ کے ساتھ اور رھ سے

الگ کر کے لکھا ہے اور دونوں صورتوں میں املا کی سطح پر حاصل ہونے والے نتائج کا بیان شامل کیا ہے۔ وہ اردو زبان میں دو چشمی ھ کا استعمال لازمی قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے وضاحت پیش کی ہے کہ اگر اردو میں سے دو چشمی آوازوں کو نکال دیا جائے تو بہت سے الفاظ کی ادائیگی نامکمل قرار پاتی ہے۔

۱۹۸۵ء میں املا تلفظ اور رموزِ اوقاف کی تجاویز اور سفارشات کے حوالے سے تیسرا اجلاس منعقد ہوا تیسرے اجلاس کی صدارت بریگیڈیئر گلزار احمد نے کی اور اس اجلاس میں پروفیسر خلیل احمد صدیقی اور ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی نے اپنے لسانی مقالات پڑھے۔ جب کہ مبصرین میں ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا اور علی حیدر ملک شامل تھے۔

پروفیسر خلیل الرحمن نے اردو کا املائی نظام کے عنوان سے مقالہ پڑھا۔ اس مقالے میں انھوں نے اردو زبان کے نظام کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کوئی بھی زبان تین بنیادوں پر استوار ہوتی ہے ان بنیادوں میں صوتی، قواعدی اور معنیاتی پہلو شامل ہیں۔ ان تینوں کی باہمی مطابقت اور ہم آہنگی سے زبان کا ڈھانچہ تشکیل پاتا ہے۔ یہی احوال اردو زبان کا ہے۔ وہ اردو زبان میں صوتی تناظر میں املائی نظام کے بارے میں وضاحت پیش کرتے ہیں۔ ان کے مطابق املا کا بنیادی مقصد الفاظ کی اصوات کی پیشکش کرنا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اگر املا درست نہیں ہوگا تو زبان کی صورتحال میں خودبخود بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

پروفیسر خلیل احمد صدیقی نے املا کے مسائل کے ساتھ ان مسائل کی نشاندہی بھی کی ہے۔ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ املا کے مسائل اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ایک صوتیے کے لیے ایک سے زیادہ علامات یعنی حروف کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو حروف تہجی میں اس اعتبار سے کئی صوتیے موجود ہیں۔ جن کے املا کے لیے ایک سے زیادہ حروف تہجی پائے جاتے ہیں۔ اس مشکل کے حل کے لیے خلیل احمد صدیقی تجویز پیش کرتے ہیں کہ درست املا کے لیے ضروری ہے کہ ایک صوتیے کے لیے ایک ہی حرف مقرر ہو۔ اگر ایک صوتیے کی عکاسی ایک حرف یا ایک علامت سے ہوگی تو اس صورت میں املا میں یک رنگی پیدا ہوگی۔ علاوہ ازیں ایک ہی حرف کی املا کے مختلف طریقے عام نہیں ہوں گے ایک صوتیے کے لیے ایک حرف کے استعمال سے املا میں ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ املا میں پائی جانے والی پیچیدگیاں اور پریشانیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

پروفیسر خلیل احمد صدیقی نے اپنے مقالے میں اردو زبان کے ساتھ ساتھ چند دوسری زبانوں مثلاً عربی اور انگریزی میں بھی صوتیوں اور ان کی ادائیگی کے لیے حروف کی مثالیں درج کی ہیں۔

خواجہ محمد زکریا نے پروفیسر خلیل احمد صدیقی کے مقالے میں پیش کردہ تجاویز کے بارے میں رائج پیش کی انھوں نے وضاحت کی ہے:

> "چوں کہ اس وقت تک سمینار میں املا کے مسائل پر مختلف مقالات پڑھے جا چکے ہیں اور ان میں اصلاح املا کے لیے عملی تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اس لیے اس مقالے کے علاوہ دیگر مقالات کی تجاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے خلاصہ کلام کے طور پر چند باتیں عرض کروں گا۔ اردو زبان کے موجودہ املائی نظام کے متعلق اہل علم میں کوئی بڑا اختلاف اور موجودہ نظام میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں چاہتے۔ اختلاف رائے بعض نئی باتوں پر ہے۔ جن میں سے بعض کا تعلق ایسے اصولوں سے ہے جو دخیل الفاظ کے املا سے متعلق ہیں۔ خواہ وہ الفاظ انگریزی سے آئے ہوں یا عربی یا فارسی اور ہندی سے مثلاً انگریزی کے لمبے لفظوں کو آسانی کی خاطر ٹکڑوں میں تقسیم کر کے لکھا جائے یا نہیں اور ٹکڑے کم ہوں یا زیادہ "آ" کی آواز پر ختم ہونے والی ہندی الفاظ ویسے کسی لفظ کو ہائے مختفی سے لکھا جائے اور کس کو الف کے ساتھ تحریر کیا جائے؟"(۱۵)۱۵

اس طرح خواجہ محمد زکریا نے ہمزہ کے استعمال کے بارے میں بھی سوال اٹھایا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اردو محققین کے ہاں یہ سوال ابھی تک حل طلب ہے کہ ہمزہ کا استعمال کہاں کرنا چاہیے اور کہاں اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

اسی طرح خواجہ محمد زکریا نے عربی کے وہ الفاظ جو الف مقصورہ سے لکھے جاتے ہیں۔ ان کے املا کے بارے میں بھی سوال اٹھایا ہے کہ ان الفاظ کا اردو املا کے اصولوں کے مطابق لکھا جانا چاہیے یا پھر ان کے املا میں عربی زبان کی لکھاوٹ کا طریقہ استعمال کرنا چاہیے۔ اسی ذیل میں انھوں نے لیجئے، پیچیے یا گئے وغیرہ جیسے الفاظ میں

ہمزہ کے استعمال کے بارے میں سوال اٹھایا ہے کہ ان الفاظ میں ہمزہ استعمال کرنا کس جگہ موضوع اور کس جگہ غیر موضوع قرار پاتا ہے اور اس طرز کے الفاظ کا املا میں کسی جگہ "ی" کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

خواجہ محمد ذکریا نے ان تمام سوالات کے جوابات کے بارے میں اردو زبان کے محققین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی ہے اور وضاحت کی ہے کہ ان الفاظ کے املا کے بارے میں ان کی کیا آرا ہیں۔ انھوں نے وضاحت کی ہے کہ مقتدرہ قومی زمان کے سمینار میں شریک ہونے اور مقالہ پڑھنے والے محققین نے اپنے مقالہ جات میں فروعی مباحث کو بھی شامل کیا ہے۔ جب کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ املاء کے ان بنیادی مسائل پر اپنی توجہ صرف کر رہے ہیں جن کی وجہ سے املا کے مسائل پیدا ہوئے ہیں اور بگاڑ کی صورتیں سامنے آئی ہیں۔

۱۹۸۵ء میں مقتدرہ قومی زبان کا چوتھا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی صدارت ڈاکٹر خالد سعید بٹ نے کی اور اس اجلاس میں مقالات پڑھنے والوں میں محمد احسن خان، ڈاکٹر سہیل بخاری اور ڈاکٹر ممتاز منگلوری شامل تھے۔ جب کہ اس اجلاس کے مبصرین میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار اور مجیب الرحمن مفتی شامل تھے۔ اس اجلاس میں محققین نے اردو املا میں رموز او قاف کے مسئلے کو خصوصیت کے ساتھ اجاگر کیا اور اس ضمن میں اپنی تجاویز پیش کیں۔ اردو زبان میں املا اور رموز او قاف کے حوالے سے بہت سے اہم ناقدین اور محققین نے مباحث پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں یہ پہلو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ جملے میں املا کے درست استعمال کے ساتھ رموز قاف کی اہمیت سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ رموز او قاف کے درست استعمال جہاں جملے میں تفہیم کے عمل کو موثر بناتا ہے وہیں فکری اعتبار سے پیچیدگیوں سے بھی بچاتا ہے۔

مقتدرہ قومی زبان کے زیر اہتمام سمینار میں رموز او قاف کے استعمال کے حوالے سے تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ محمد احسن خان نے اس حوالے سے اپنا مقالہ اردو میں رموزاو قاف کے استعمال اور اصلاحی تجویز کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ انھوں نے اپنے اس مقالے میں اردو زبان میں رموز او قاف کا درست استعمال کے حوالے سے اصلاحی تجاویز پیش کی ہیں اور ان تجاویز میں رموز او قاف کے بارے میں مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے مباحث کی پیشکش کی گئی ہے۔ اپنے مقالے کا آغاز میں انھوں نے اس سوال سے کہا کہ رموز او قاف کیا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے مولوی عبد اللہ کی رائے سے استفادہ کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ رموز

اوقاف سے مراد وہ علامات ہیں جو جملے میں سلجھاؤ پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدد سے جملے کی تفہیم کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ اس طرح رموز اوقاف کی وضاحت کرتے ہوئے ان کے استعمال اور جملے میں ان کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

محمد احسن نے اپنے مقالے میں مختلف رموز اوقاف کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے رموز اوقاف کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے رموز اوقاف کی مختلف علامتوں کا استعمال اور ان کی نوعیت کے بارے میں بھی سوالات اٹھائے ہیں اور ساتھ ساتھ مختلف علامات کے استعمال کے حوالے سے تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ ان علامات میں کاما، کلون، سیمی کولن، فل سٹاپ اور سوالیہ نشان وغیرہ شامل ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "کاما(،) یعنی علامت سکتہ۔ انگریزی میں اس کی شکل (,) ہے۔ یہ حروف واؤ کے مشابہ تھا۔ اس لیے اسے الٹ دیا تاکہ مفرد تہجی سے مشابہت نہ رہے۔
>
> سیمی کولن (؛) یہ علامت سکون انگریزی میں اس کی صورت (;) ہے۔ اس کو بھی الٹ دیا ہے۔ کولن (:) یعنی علامتِ وقفہ۔
>
> نوٹ: بقول سرسید، جہاں علامتِ سکتہ ہو۔ اس لفظ پر پڑھنے میں ذرا ٹھہرنا چاہیے اور جہاں علامتِ سکون ہو تو وہاں ذرا اس سے زیادہ اور جہاں علامتِ وقفہ ہو جہاں علامتِ وقفہ ذرا اس سے بھی زیادہ۔
>
> فل سٹاف (۔) یعنی علامت وقفہ ہو کامل، یہ علامت اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں فقرہ پورا ہو گیا ہے"(١٦)

محمد احسن خان نے اپنے مقالے میں رموز اوقاف کے استعمال کے حوالے سے دیگر محققین کی آرا بھی پیش کی ہیں۔ اور ان آرا کی بنیاد پر اپنی تجاویز کی بنیاد رکھی۔ اس ضمن میں انھوں نے محققین کی آراء کے اقتباسات بھی نقل کیے ہیں۔ ان محققین میں مولوی عبدالحق، عبدالستار صدیقی اور رشید حسن خاں جیسی شخصیات شامل ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان کے سمینار میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے بھی رموز او قاف کے استعمال کے حوالے سے اپنا مقالہ پیش کیا۔ اس مقالے کا عنوان "اردو میں رموز او قاف کا استعمال اور تجاویز" ہے۔ انھوں نے بھی اردو میں رموز او قاف کے استعمال کے حوالے سے تجاویز بیان کی ہیں۔ انھوں نے اردو کے ساتھ عربی زبان میں بھی رموز او قاف کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اس کی ذیل میں انھوں نے قرآن مجید کا تذکرہ کیا ہے کہ اہل عجم کے لیے قران پاک کی بہتر تفہیم اور درست لفظ کی ادائیگی میں بھی رموز او قاف کا اہم کردار ہے۔

غلام حسین ذوالفقار نے اردو میں رموز او قاف کے استعمال کے حوالے سے اپنی تجاویز پیش کرتے وضاحت کی ہے کہ رموز او قاف کا استعمال کی اہمیت کا انداز اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں رموزاو قاف کا اس کے استعمال کے استعمال کا منظم نظام ملتا ہے۔ اس کے ذیل میں مختلف زبان شامل ہیں۔ وہ اردو زبان میں بھی رموزاو قاف کا منظم استعمال کے حوالے سے کچھ تجاویز پیش کرتے ہوئے سفارش کرتے ہیں کہ اس حوالے سے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو رموز او قاف کے استعمال کے بارے میں باقاعدہ باضابطہ مقرر کرے۔

مقتدرہ قومی زبان کے سمینار میں املاد تلفظ کے ساتھ رموزاو قاف کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ مقتدرہ نے جہاں کتابی صورت میں اس پہلو کے حوالے سے خدمات سر انجام دی ہیں وہیں سمینار کی صورت میں بھی تجاویز کی پیشکش کرتے ہوئے اس مسئلے کے حل کے لیے تجاویز پیش کی ہیں۔

## (ب)اردو اکادمی دہلی کی تجاویز

پاکستان کے ساتھ ساتھ انڈیا میں بھی اردو زبان کے حوالے سے بہت کام ہوا ہے۔ اس سلسلے میں املا اور تلفظ کے معاملات بھی شامل ہیں۔ انڈیا میں اردو زبان میں درپیش املا و تلفظ کے مسائل کے حوالے سے انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے ساتھ اجتماعی سطح پر کی جانے والی کوششیں بھی شامل ہیں۔ اس ضمن میں مختلف اداروں کی تحقیقات کو بھی نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ املا اور تلفظ کے حوالے سے دیگر اداروں کے ساتھ اردو اکادمی دہلی نے بھی اپنی تجاویز پیش کی ہیں۔ اردو اکادمی کی تجاویز میں املا و تلفظ کے کئی اہم معاملات پیش کیے گئے

ہیں۔ اردو اکادمی کے ساتھ اردو زبان و ادب کی کئی معتبر شخصیات وابستہ رہی ہیں۔ اس ضمن میں اکادمی کی پیش کردہ بعض تجاویز ایسی ہیں جنہیں اردو زبان میں قبول کر لیا گیا جب کہ بعض تجاویز کو رد بھی کیا گیا۔

اردو کادمی کی چند ایسی تجاویز بھی ہیں جو اردو املا کے لیے قبول کر لی گئیں اور املا کی بہتری کے لیے سود مند قرار دیا گیا۔ اردو اکادمی کی املا کے مروجہ طریقوں میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہ کی جائے بلکہ اصلاحی اعتبار سے بھی ایسی تبدیلی کی جائیں تو خاص کے ساتھ عام لوگوں کے لیے بھی قابل قبول ہوں اور ان کا املا میں برتنا بھی آسان ہو۔

اکادمی نے ایک یہ تجویز بھی پیش کی کہ املا میں کوئی بھی تبدیلی کرنے سے بیشتر اردو املا کے صدیوں کے چلن کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اچانک سے کوئی ایسی تبدیلی نہ کی جائے جو اردو زبان کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ نہ ہو۔ اسی سلسلے میں اردو زبان کے مزاج کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اردو اکادمی نے اردو زبان میں اصلاحات کے حوالے سے سائنٹیفک طریقہ اپنانے کی تجویز پیش کی۔ اس سلسلے میں ان تجاویز کو بھی مرتب کرنے کی کوشش کی جو دیگر ناقدین اور محققین نے اور اداروں کی پیش کردہ ہیں۔

اردو اکادمی نے عربی کے الفاظ کے املا کے حوالے سے تجویز پیش کی کہ عربی کے وہ الفاظ جو اردو کا حصہ بن چکے ہیں اور جن کا املا اردو زبان میں صدیوں کے تسلسل سے برتا جا رہا ہے۔ ان الفاظ کا املا اردو زبان کے مطابق لکھا جانا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب یہ الفاظ اردو کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے ان الفاظ کو عربی کے اصولوں کے مطابق لکھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہی اصول عربی کی اردو میں مستعمل مختصر عبارتوں کے حوالے سے بھی وضع کیا گیا۔

اکادمی نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ املا کی جہت کے تعین کرتے ہوئے محض شعری ادبی زبان کو پیش نظر نہ رکھا جائے بلکہ اس سلسلے میں زبان کے کلی نظام کو سامنے رکھا جائے اور شاعری کے علاوہ روزمرہ زبان کو بھی سامنے رکھ کر املا کے اصول ضوابط وضع کیے جائیں۔ اگر محض شعری یا ادبی زبان کا لحاظ رکھا جائے گا تو اس صورت میں خواص طبقے تک املاء کی اصطاحات منتقل ہوں گی۔ جب کہ عوامی سطح پر املا کی پذیرائی نہیں ہو گی۔ اس وجہ سے زبان کے عمومی رویے کو پیشِ نظر رکھنے کی تلقین کی گئی۔

بعض اوقات ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی ہے جہاں مروجہ طریقوں سے رہنمائی میسر نہیں آتی۔ اس صورت میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کے بارے میں اکادمی نے تجویز پیش کی کہ املائی انتشار سے بچنے کے لیے معیار تلفظ کو بنیاد بنایا جائے۔ تلفظ کو معیار بنانے سے بھی املا کے بہت سے مسائل سے بچا جا سکتا ہے۔

اکادمی نے املا کے تناظر میں قدیم ہجا سے بھی مدد لینے کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ اردو املا کے ایسے بہت سے عوامل نظر آتے ہیں جہاں اصلاح کے لیے ہجے کی قدیم صورت کو سامنے رکھ کر رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر مقبول نثار ملک اکادمی کی سفارشات اور تجاویز کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اصلاح زبان کے لیے اکادمی کی املا کمیٹی نے جو سفارشات مرتب کی ان میں اردو تحریر کی روایت سے انحراف بھی نہیں کیا گیا اور جدید رجحانات اور سائنسی اصولوں کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ صوتیات کے کئی تصورات ایسے ہیں جنہیں قدیم اصطلاحوں میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اس وجہ سے کمیٹی مفاہمتی راستہ اختیار کیا۔ کمیٹی کے پیش نظر یہ بات تھی کہ انھوں نے زبان میں اصلاحات خواص و ماہرین و محققین کے لیے نہیں بلکہ عام قارئین کاتبین کے لیے متعارف کرانا تھیں۔ اس لیے آسانی اور عام فہمی کا راستہ اختیار کیا گیا۔ اکادمی کو ڈاکٹر مسعود حسن خان وائس چانسلر جامعیہ ملی اسلامیہ اور مالک رام کی خدمات بھی حاصل تھیں"(۱۷)

اکادمی کی بعض اصلاحات انقلابی صورت کی حامل ہے۔ مثال کے طور پر عربی کے وہ الفاظ جن کے املا میں لفظ کے آخر میں "ی" استعمال ہوتی ہے لیکن صوتی اعتبار سے الف کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ ایسے الفاظ کے املاء میں عام طور پر "ی" کے اوپر کھڑے زبر کی علامت لگائی جاتی ہے۔ جیسے اعلیٰ، ادنیٰ، عیسیٰ، موسیٰ، صغریٰ، مولیٰ وغیرہ اس قبیل کے بعض الفاظ کا املا اردو کے ساتھ بھی لکھا جاتا ہے۔ جیسے مولا، مدعا وغیرہ۔ اس سلسلے میں اکادمی کی تجویز درج ذیل ہے:

> "اس سلسلے میں اردو میں ایک طرح کا تذبذب شامل حال رہا۔ اس تذبذب کو دور کرنے کے لیے ایک سیدھا سادہ اصول یہ ہو سکتا ہے کہ ایسے تمام الفاظ کو ویسا ہی لکھنا چاہیے جیسے یہ بولے جاتے ہیں۔ یعنی ایسے تمام الفاظ جو الف متصورہ سے لکھے جاتے ہیں۔ اردو میں معمولی الف سے لکھے جائیں۔ جیسے
> املا، اَدنا، معلا، مصفا، متنشا، دعوا، لیلا، یدا، معرا، سلما وغیرہ۔

شاعری میں ایسے موقع پر قافیے کی ضرورتوں کی پابندی کی اجازت دی گئی۔ نیز عیسیٰ، موسیٰ، یحییٰ بطور نام مستعمل ہوں تو اصولاً انھیں بھی دوسرے لفظوں کی طرح الف سے لکھنا چاہیے۔ لیکن خاص نام ہونے کی وجہ سے اگر ان قدیم املا کے "ی" سے بھی لکھ دیا جائے تو اس املا کو درست سمجھنا چاہیے"(۱۸)

عربی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جن کے تلفظ کے درمیان میں الف آتا ہے لیکن ان کے املا میں الف نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ الف کے بجائے کھڑے زبر کا استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر رحمٰن، اسمٰعیل ان الفاظ کے درمیان میں جہاں الف کی آواز پیدا ہوتی ہے وہاں الف کے بجائے کھڑے زبر کی علامت استعمال کی جاتی ہے۔ ایسے الفاظ کے سلسلے میں اکادمی کی تجویز ہے کہ انھیں الف کی املا کے ساتھ لکھنا چاہیے۔ جیسے رحمان، سلیمان، اسحاق، ابراہیم، یاسین، لقمان وغیرہ۔ ایسے تمام الفاظ کے املا میں الف کا حرف شامل کرنا ضروری ہے۔ عربی قاعدے کے مطابق الف کے بجائے کھڑے زبر سے لکھنا اردو املا کے قواعد کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ اکادمی کی تجاویز کو بھی قبول کر لیا گیا۔ اب اردو میں اس قبیل کے الفاظ کا املا اس صورت میں لکھنے کا رجحان پایا جاتا ہے اور خواص کے ساتھ عوام میں بھی ان الفاظ کا املا کا یہی طریقہ نظر آتا ہے۔

اردو میں بعض الفاظ ایسے ہیں جن کے املا کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں اور ان تحریروں میں املا کے ان متنوع صورتوں کے استعمال کی وجہ سے بگاڑ ہوتا ہے یا تفہیم کے سلسلے میں مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ اکادمی نے ایسے الفاظ کو جو مختلف صورتوں میں لکھے جاتے ہیں۔ ان کا املا ایک ہی طریقے کے مطابق لکھنے کی تلقین کی ہے۔ ایسے الفاظ میں "علاحدہ" کا لفظ بھی شامل ہے۔ اس لفظ کا املا مختلف طریقوں سے لکھا جاتا ہے۔ مثلاً علحدہ، یا علیحدہ اکادمی نے تجویز پیش کی کہ اس لفظ کا املا "علاحدہ" لکھنا چاہیے۔ اس قبیل کے تمام الفاظ جن کے املا کی مختلف صورتیں رائج ہیں۔ اکادمی نے تجویز پیش کی کہ اس طرح کے الفاظ کے املا میں سب سے مقبول اور رائج جو صورت کو قبول کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اگر غیر مقبول اور غیر معروف الفاظ کی صورت کا انتخاب کیا جائے تو املاء کی صورت کو عوامی پذیرائی حاصل نہیں ہو سکے گی اور وہ صورت قبول عام کی ہے حیثیت حاصل نہیں کر پائے گی۔

اکادمی نے الفاظ کے غلط املا کی نشاندہی بھی کی ہے اور اردو میں ایسے بہت سے الفاظ شامل ہیں جن کا املا عام طور پر غلط رائج ہے۔ اردو میں عربی اور ترکی سے شامل ہونے والے الفاظ بھی شامل ہیں۔ ان الفاظ کا املا الف سے

لکھنا درست ہے لیکن غلطی سے ان الفاظ کے آخر میں الف کو ہ سے بدل دیا جاتا ہے۔اکادمی نے ایسے الفاظ کی فہرست مرتب کی ہے اور ان الفاظ کے غلط املا کے ساتھ ان کی درست صورت بھی لکھی ہے اور وضاحت کی ہے کہ ان الفاظ کا درست املا الف سے ہے ان میں چند الفاظ حسب ذیل ہیں۔

| غلط املا | درست املا |
|---|---|
| معمہ | معما |
| تماشہ | تماشا |
| تقاضہ | تقاضا |
| شوربہ | شوربا |
| چغہ | چغہ |
| مربہ | مربا |
| سقہ | سقا |

الف ممدودہ کے استعمال کے حوالے سے بھی مختلف آرا پائی جاتی ہیں۔خاص طور پر مرکبات میں الف ممدودہ کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔اس حوالے سے بھی اکادمی نے اپنی تجویز پیش کی ہے کہ الف ممدودہ کا الفاظ کے درمیان میں استعمال کہاں کرنا چاہیے اور کہاں اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔مثلاً دل آرام میں "آ"کا استعمال ضروری ہے یا اس لفظ کو "آ" کے بغیر دلارام لکھنا چاہیے۔اکادمی نے اس سلسلے میں تجویز پیش کی کہ ایسی صورت میں معیاری املا اصول اپنانا چاہیے۔اگر لفظ کے تلفظ میں الف ممدودہ کا تلفظ استعمال ہو رہا ہے تو اس صورت میں املا میں بھی اس کو شامل کرنا چاہیے۔جب کہ اگر لفظ کے تلفظ میں الف ممدودہ کے بجائے الف مقصورہ کا استعمال ہے تو املا میں بھی اس کے مطابق سے استعمال کیا جانا چاہیے۔اکادمی نے تجویز پیش کی کہ ایسے الفاظ جو مد کے بغیر لکھے جانے چاہیے ان میں برناف تیزاب سیلاب زیراپ اور خوشامد وغیرہ شامل ہیں۔

اردو میں عربی کے الفاظ کے املا کے حوالے سے پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں۔اس ضمن میں الفاظ کے املاء میں تنوین کا استعمال بھی شامل ہے۔اکادمی نے الفاظ کے املا میں تنوین کے استعمال کے حوالے سے بھی تجاویز پیش کی ہیں۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی لکھتے ہیں:

”اردو میں عربی کے کئی ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جن پر تنوین دو زبر آتے ہیں۔ جیسے فوراً، عموماً، اتفاقاً وغیرہ۔ یہ تنوین اردو املا کا حصہ بن چکی ہے۔ اس لیے اسے بدلنا مناسب نہیں۔ چناں چہ فوراً کو فورن لکھنے کی سفارش نہیں کی جاسکتی۔ البتہ وہ لفظ تصفیہ طلب ہیں جن کے آخر میں ت، آتی ہے۔ عربی میں تا کے دراز ت، او تا کے مدور "ۃ" میں فرق کیا جاتا ہے اور چند لفظوں میں تائے مدور "ۃ" لکھی جاتی ہے۔ ان میں "ۃ" کے بعد الف کا اضافہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس پر دو زبر لگا دیے جاتے ہیں۔ جیسے عادۃً، لیکن جن لفظوں کے آخر میں تا کے دراز، ت، ہے ان میں ت، کے بعد الف کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے وقتاً۔ اس ضمن میں اکادمی کی سفارش ہے کہ عربی کی "ۃ" تو ہمیشہ اردو میں ت، لکھنا چاہیے۔ چناں چہ تنوین والے لفظوں کے بارے میں قاعدہ یہ ہوا کہ سب لفظوں کے آخر میں الف کا اضافہ کر کے تنوین لکھی جائے۔ مثلاً عادتاً، مروتاً، ضرورتاً، ارادتاً، فطرتاً، حقیقتاً وغیرہ۔ اسی طرح اردو میں عربی کے ایسے تمام الفاظ جو تائے مدور کے ساتھ آتے ہیں ہمیشہ ت، سے لکھنے چاہیے۔ جیسے صلات، زکوت، تورات، بابت، مشکلات وغیرہ“(۱۹)

اردو میں تے اور ط کے املا استعمال کے حوالے سے بھی فرق پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں محققین کے ہاں عربی اور اردو کے الفاظ کے استعمال کے حوالے سے مباحث پائے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی اکادمی نے تجاویز پیش کی ہیں۔ اس تجویز میں کہا گیا ہے کہ ایسے الفاظ جن کا املات اور ط، سے لکھا جاتا ہے۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ ان کا املا صرف ت، سے لکھا جائے، جیسے طپش کے بجائے تپش، طپاں کے بجائے تپاں، طشتری کے بجائے تشتری، اور طوطیا کی بجائے توتیا وغیرہ۔ اس طرح ملکوں کے نام کے بارے میں بھی یہی تجویز پیش کی گئی۔ طہران کا املا ط، کے ت، سے لکھنا چاہیے جیسے تہران۔

ذ، ز اور ژ کے حروف کے املا کے کا استعمال بھی اہم حیثیت کا حامل ہے اور اس سلسلے میں محققین نے اپنی آرا پیش کی ہیں۔

ان الفاظ کے املا کے پس منظر میں فارسی مصادر کی کار فرمائی بھی نظر آتی ہے۔ محققین نے ان کے استعمال کے حوالے سے فارسی زبان کے قواعد اور ان کے مصادر کو پیش نظر رکھا ہے۔ اس سلسلے میں اکادمی نے اپنی تجاویز پیش کی ہیں اور ان الفاظ کا استعمال کے بارے میں تاکید کی ہے۔ مثلاً کمیٹی نے تجویز پیش کی کہ فارسی

مصادر پذیر فتن، گزشتن اور گزاشتن کے جملہ مشتقات میں ذال لکھی جائے اور گزاردن (بہ معانی یا ادا کرنا) کہ مشتقات میں زے آئی گی۔ جیسے گذشتہ، گذشتگان، رہ گذر، شکر گزار، عرضی گزار، مال گزاری وغیرہ۔

گزرنا اور گزارنا چونکہ فارسی مصادر ہیں۔ اس لیے ان کی تمام تعریفیں شکلیں زیر سے لکھی جانے چاہیے۔اس سلسلے میں اکادمی نے بعض متنازعہ الفاظ کی فہرست پیش کی ہے۔ ان میں آزر، آذر بائیجان، رذیل، زرشت زخار، ازدحام، گزند، ذرہ، ذات وغیرہ ۔اس طرح اکادمی نے تجویز پیش کی کہ مژدہ، اوژنگ، واژاں، مژگاں، پژمردہ، ژولیدہ، کژدم، اژدہا، اور اژدر وغیرہ۔ ان تمام الفاظ کا درست املا ژ، سے لکھنا چاہیے۔ان کے املا میں زیا ذ کا استعمال کرنا، اکادمی کی تجاویز کے مطابق غلط قرار پاتا ہے۔

اردو میں س اور ش کی دو صورتیں ملتی ہیں۔ ان میں دندانہ دار اور دندانوں کے بغیر کے حروف شامل ہیں۔ دندانہ دار س اس میں صورت میں لکھی جاتی ہے جب کہ دوسری س کو کشش دار کہتے ہیں اردو اس کا املہ سین کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔ اکادمی نے ان کے استعمال کے حوالے سے بھی تجویز پیش کی ہے کہ املاء میں کسی مقام پر کشش دار اور کس مقام پر دندان دار سین کا استعمال کرنا چاہیے۔اکادمی نے تجویز پیش کی کہ جب املاء میں س، کے بعد ایک سے زیادہ حرف آئیں جن کو شوشے سے ظاہر کیا جاتا ہے۔اس صورت میں بہتر ہے کہ دندانہ سین کے بجائے کشش دار سین سے بنایا جائے۔ جیسے یاسین، سننا، کشمکش، شمس اور شمسی وغیرہ۔اس طرز کے تمام الفاظ کی املا میں کشش دار س کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ املا میں دندانوں کے استعمال کی وجہ سے پیچیدگی نہ ہو اور اس وجہ سے املا کی غلط صورت نہ لکھی جائے۔

نون اور نون غنہ کے استعمال کے حوالے سے بھی خاصا مخمصہ پایا جاتا ہے۔اس حوالے سے بھی اکادمی نے تجاویز پیش کی ہیں اور نون، نون غنہ کے استعمال کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اس حوالے سے مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> ”کسی لفظ میں نون ساکن کے بعد ب، ہو تو میم کی آواز میں بدل جاتی ہے۔ لکھنے میں تو نون ہی آتا ہے لیکن پڑھنے میں میم کا تلفظ ادا ہوتا ہے۔ جیسے گنبد، انبار، جنبش، دنبہ، انبالہ۔اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس اصول کو تسلیم کر لینا چاہیے کہ اگر فارسی کے الفاظ کا املا ہے تو اس میں اصل

کی پیروی کی جائے۔ اگر دیسی لفظ ہو تو میم لکھا جائے۔ جیسے عربی، فارسی الفاظ گنبد، جنبش، منبر، زنبور، شنبہ، انبار، مشنبہ، انبساط وغیرہ جب کہ دیسی الفاظ میں میم کا استعمال ترک ہونا چاہیے"(۲۰)

اکادمی نے عربی اصول کے مطابق نون ساکن اور ب کے اصول کے حوالے سے افضل ستار صدیقی کی رائے پر اپنی تجاویز کی بنیاد رکھی ہے اور وضاحت کی ہے کہ عربی اور فارسی وغیرہ کے الفاظ جن میں نون کا ب کے ساتھ ادغام ہوتا ہے جس کی وجہ سے میم کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ ان الفاظ میں اس طرز پر ن اور ب، کا استعمال کرنا چاہیے اور تلفظ میں میم کی آواز ادا کرنی چاہیے۔ جب کہ دیسی الفاظ میں اس طرز پر ن اور ب، کے استعمال سے میم کی آواز پیدا کرنے کی روایت درست نہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں دیسی الفاظ کے املا میں میم کے تلفظ کے لیے میم کا حرف میں استعمال کیا جانا چاہیے۔ اکادمی نے اس سلسلے میں عربی اور فارسی کے ساتھ دیسی الفاظ کی فہرست بھی مرتب کی ہے۔ اس فہرست میں تمام اہم الفاظ کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اردو املا میں، واؤ کے استعمال کے حوالے سے بھی متفرق آرا پائی جاتی ہیں۔ واؤ کو حرف اور علامت دونوں والوں سے برتا جاتا ہے۔ ابتدائی طور پر واؤ کا حرف پیش کی علامت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ بعد ازاں اردو حروف تہجی میں اس کو باقاعدہ طور پر ہر حرف کے طور پر شامل کر لیا گیا۔ واؤ کے حرف کے حوالے سے محققین نے وضاحت کی ہے کہ کون سے حرف میں کس نام پر واؤ کا استعمال کرنا مناسب اور کس مقام پر نامناسب ہے۔ اس سلسلے میں اکادمی نے بھی واؤ کے حرف کے حوالے سے اپنی تجاویز پیش کیں۔ اکادمی نے اپنی تجویز میں بعض الفاظ شامل کیے ہیں جن کے تلفظ میں تو واؤ موجود ہے لیکن ان کی املا میں واؤ لکھنا مناسب نہیں۔ ایسے الفاظ میں واؤ کا تلفظ چوں کہ تلفظ سے قائم ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے املا میں واؤ نہیں لکھنا چاہیے۔ ایسے الفاظ میں لُہار مچھندر وغیرہ شامل ہیں۔ اس قبیل کے دوسرے الفاظ میں دُکان، پُہنچنا، مُٹاپا، نکسیلا، اُدھار، چُغا، دُلا اور وغیرہ شامل ہیں۔

مرکبات میں بھی واؤ کا استعمال ملتا ہے۔ مرکبات میں واؤ کے استعمال کے حوالے سے اکادمی کی تجویز ہے کہ ایسے مقامات پر واؤ کا استعمال کرنا مناسب ہے جہاں تلفظ میں واضح صورت میں واؤ کا اظہار ہوتا ہو ایسے مرکبات میں دوآبہ دوآتشہ دوسرا وغیرہ شامل ہیں۔

عربی اور فارسی الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی آتی ہے۔ جب کہ دیسی ہے اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بھی اپنی رائے پیش کی ہے کہ کون سے الفاظ میں الف اور کون سے الفاظ میں ہائے مختفی کا استعمال کرنا

چاہیے۔ اس سلسلے میں اکادمی نے اپنی تجویز پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے خیال سے انکار کیا ہے۔ اکادمی میں الف اور ہائے مختفی کی بحث میں عبدالستار صدیقی کی رائے کے بعد الفاظ میں وضاحت کی گئی ہے:

> ”ہمیں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے اس خیال سے اتفاق نہیں کہ اردو میں مختفی ہی کا وجود نہیں اور یہ دیسی الفاظ میں نہیں آسکتی۔ واقعہ یہ ہے کہ چند دیسی الفاظ میں آخری مصمتے (حرف صحیح) کی حرکت کو ظاہر کرنے کے لیے اردو املا میں سوائے مختفی "ہ" کے کسی اور علامت سے مدد لی ہی نہیں جاسکتی۔ البتہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کا یہ قول صحیح ہے کہ اردو والوں نے مختفی "ہ" کی اصلیت کو بھلا دیا اور ٹھیٹھ اردو الفاظ میں مختفی "ہ" لکھنے لگے۔ چناں چہ یہ اصول ہونا چاہیے کیسے تمام لفظوں کو جو عربی فارسی کی نقل میں خواہ مخواہ مختفی "ہ" سے لکھے جاتے ہیں۔ الف سے لکھنا چاہیے“(۲۱)

اکادمی نے اپنی تجویز میں ہائے مختفی کی حیثیت کے بارے میں عبدالستار صدیقی کی رائے سے اختلاف کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ اردو میں ہائے مختفی کی علامت موجود ہے۔ لیکن ان کے خیال سے جزوی طور پر اتفاق بھی کیا ہے کہ اردو میں دیسی یا ہندی کے بعض ٹھیٹھ الفاظ ہیں، ہائے مختفی کی علامت کا استعمال کیا جاتا ہے جو کہ اصولی طور پر غلط ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ کا املاء میں ہائے مختفی کے بجائے الف کا استعمال کرنا چاہیے۔ جب ہائے مختفی والے محرف ہوتے ہیں تو ان کے تلفظ میں آخری آواز "ے" ہوتی ہے۔ چناں چہ تلفظ کے ساتھ املا میں بھی اس اصول کی پیروی ضروری ہے۔ اس لیے ایسے تمام الفاظ کی محرف شکلوں کو "ے" کا استعمال ضروری ہے۔ اکادمی نے اپنی تجویز میں ایسے محرف الفاظ کے املا میں "ے" استعمال کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس سلسلے میں وضاحت کی ہے کہ اگر ان محرف لفظوں کے آخر میں "ے" کا استعمال نہیں ہوتا تو تلفظ کی درست ادائیگی بھی ممکن نہیں ہو سکے گی۔ اس لیے لازم ہے کہ ایسے الفاظ کے املاء میں "ے" شامل کی جائے۔ اکادمی نے ایسے الفاظ کی مختلف صورتیں بطور مثال پیش کی ہیں۔ مثلا بندے کا، پردے میں، عرصے سے، جلوے کی، مے خانے تک، افسانے میں، غصے میں وغیرہ۔ الفاظ کی صورتوں میں "ے" کا استعمال ضروری ہے۔

اردو میں ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے استعمال کے حوالے سے بھی کشمکش پائی جاتی ہے۔ اکثر اس سلسلے میں املا کے مسائل سامنے آتے ہیں۔ ہائے ملفوط کے کے مقام پر ہائے مخلوط اور ہائے مخلوط کے مقام پر ہائے ملفوظ کا

استعمال کر لیا جاتا ہے اس سلسلے میں بھی اکادمی نے وضاحت کرتے ہوئے تجدید پیش کی کہ کس مقام پر کس انداز میں ہائے مخلوط کا استعمال لازم ہے اور کس صورت میں ہائے ملفوظ کا استعمال کرنا چاہیے:

"اردو تحریر میں پہلے ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے لیے کسی ایک صورت کا تعین نہیں تھا۔ لہٰذا آریائی زبان ہونے کے ناطے بخلاف عربی اور فارسی کے اردو میں مہکار آوازوں کا پورا سیٹ موجود ہے۔ اردو میں ان کے لیے اگرچہ الف حروف نہیں لیکن یہ واقع ہے کہ بھ، پھ، تھ، ٹھ، جھ، چھ، کھ، گھ، اور ڑھ اردو کی بنیادی آوازیں ہیں۔ نیز رھ، مھ، نھ اور بھ میں بھی مہکاریت کا شائبہ ہو سکتا ہے۔ اردو میں اگر ان کے لیے ہائے مخلوط کو مخصوص نہ کر دیا جائے تو بے راہ روی پھیلتی ہے۔ جیسے تحریر میں "ہے" اور "ھے" اور پھاڑ اور پہاڑ بھاری اور بہاری وغیرہ۔ اس سلسلے میں بورڈ کا نظریہ یہ ہے کہ ہائے مخلوط اور ہائے ملفوظ کے استعمال کے لیے یہ اصول واضح طور پر اپنا لینے چاہیے کہ ہائے مخلوط کو مہکار آوازوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے اور ان کے تمام لفظوں میں جہاں یہ آوازیں آئیں تلفظ کی پیروی میں ان کو ہائے مخلوط سے لکھنا چاہیے۔ جیسے بھول، پھول، بھاری، جھاڑ، پتھر، دکھ، سکھ، دودھ، گھوڑا، چھتری اور گھونٹ وغیرہ"(۲۲)

اردو تلفظ میں رھ، لھ، مھ، نھ، بھ میں بھی ہائے مخلوط کا اثر ملتا ہے۔ اس لیے ان تمام حروف میں ہائے مخلوط کا استعمال مناسب ہے۔ اس ذیل میں ایسے تمام حروف کو ہائے مخلوط سے لکھنا ہی مناسب اور درست املا ہے۔ اردو میں کئی الفاظ ایسے ہیں جن میں دو بار ہائے مخلوط کا استعمال ملتا ہے جیسے بھنبھورنا وغیرہ۔ اس طرح بھو بھل، بھابی، پھوپھی وغیرہ کے الفاظ میں بھی ہائے مخلوط کا دہرا استعمال ملتا ہے۔ اس سلسلے میں اکادمی نے سفارش کی ہے کہ جو لفظ دو اجزاء پر مشتمل ہوں ان میں دونوں "ھ" باقی رہی گی۔ جیسے کھر + کھرانا، پھڑ + پھڑانا وغیرہ۔ باقی لفظوں کے املا ایک "ھ" سے لکھنا چاہیے۔ مثلاً بھابی، پھوپی، بھیک، بھبوکا اور گھنگرو وغیرہ۔ اکادمی نے اپنی تجویز میں املا میں دو بار اور ایک بار "ھ" کے استعمال کے حوالے سے الفاظ کی فہرست مرتب کی ہے۔

اردو اکادمی کی اردو زبان کے حوالے سے پیش کردہ بات املا کو قبول کر لیا گیا جب کہ بعض اصلاحات ایسی تھیں جنہیں قبول نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں اردو اکادمی کی بعض اصلاحات انقلابی نوعیت کی حامل تھیں۔ ان میں سے بیشتر تجاویز کو رد کر دیا گیا مثال کہ طور پر مصادر یا کسی صیغے کے آخر میں جو "نا" اور "تا" وغیرہ آتے ہیں انھیں

اصل مارے سے جدا کر کے لکھا جائے۔ اگر اس صورت میں الفاظ کا املا لکھا ہے جائے تو ان الفاظ کی صورت لکھ تا، لکھ تی، لکھ تے، لے نا اور دے نا وغیرہ بنتی ہے۔ اس صورت میں لکھے جانے سے مروجہ صورت تبدیل ہو جاتی ہے اور لفظ غیر ضروری حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اردو اکادمی کی تجویز کو قبول نہیں کیا گیا اور مصادر یا صیغے وغیرہ مروجہ اصول کے مطابق لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً لکھنا، لکھے، لکھی، لینا، دینا وغیرہ۔ املا کی یہی صورت اردو زبان میں رائج ہے۔

اردو اکادمی کی ایک اور املا کے حوالے سے ایک تجویز یہ بھی تھی کہ بعض الفاظ میں الف اور واؤ کا استعمال غیر ضروری طور پر ہوتا ہے۔ ایسے تمام الفاظ جن میں الف اور واؤ کا استعمال غیر ضروری طور پر ہوتا ہے ان میں الف اور واؤ کو حذف کر دینا چاہیے۔ مثال کے طور پر بالکل کی الف حذف کر کے بالکل لکھنا یا خوش کے لیے لفظ سے و، حذف کر کے اس کی املا خش لکھنا۔ اردو اکادمی کی تجاویز کو بھی قبول نہیں کیا گیا اور اس کی جگہ پہلے سے رائج طریقے کو اپناتے ہوئے الفاظ املا لکھنے کی تجدیز پیش کی گئی۔ اردو اکادمی کی اس تجویز کے مطابق الفاظ لکھنے کی صورت کو رشید حسن خاں نے اپنی کتاب اور اردو املا میں بھی املا کے اصولوں کے منافی قرار دیا اور املا کی درست صورت میں الف اور واؤ کے استعمال کا طریقہ رائج رکھا۔ اردو اکادمی دہلی کی ایک تجاویز نون کو علیحدہ لکھنے کی بھی تھی اس تجویز کی بھی نفی کی۔ ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> "اس طرح نون غنہ کو علیحدہ لکھنے کی سفارش بھی قبول نہیں کی گئی جیسے پھاں س، باں س، س ں گھاڑے، بورڈ نے یہ تجویز بھی نہیں مانی کہ "ی" کو بھی مثل الف اور واؤ سے الگ لکھا جائے۔ جیسے بی ن، ب ن، ب ر، پی ر، پے ڑ وغیرہ" (۲۳)

اردو اکادمی کی ایک یہ تجویز بھی تھی کہ عربی کے اردو میں استعمال ہونے والے ہم آواز حروف جو مختلف صورتوں میں رائج ہوتے ہیں ان کی مروجہ صورتوں میں سے صرف ایک حرف کا استعمال کیا جائے۔ باقی حروف کو حروف تہجی میں سے حذف کر دیے جائیں۔ اکادمی کی اس تجویز کو بورڈ نے مسترد کر دیا اور اس کے مسترد کرنے کی وجہ یہ قرار پائی کہ اس طریقہ کار کے مطابق املا کے مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہوں گی کیوں کہ حروف کی ساخت کے مطابق ایک ہی حرف کے مختلف جگہوں پر استعمال کرنا عملی طور پر مشکل ہے۔

اردو اکادمی کی ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ہمزہ کے املا الفاظ کے ساتھ ملا کر لکھنے کے بجائے علیحدہ لکھا جائے۔ ہمزہ کو ساتھ ملا کر لکھنا اصولی طور پر غلط ہے۔ اردو کا ادمی نے اس حوالے سے الفاظ کی صورتوں کا بھی تعین یا مثال کے طور پر لائی کو لاءی، جائے کو جاءے، کوئی کو کوءی، دائرہ کو داءرہ، زائل کو زاءل، قائل کو قاءل، طائر کو طاءر، سنائے کو سناءے اور آئے کو آءے وغیرہ کی صورت میں لکھنا۔ بورڈ انے اردو کا ادمی دہلی کی تجویز کو بھی مسترد کر دیا اور وضاحت کی کہ اس طرح کے املا اور املا کے مروجہ طریقے میں اجنبیت پیدا کرنے کا سبب قرار پائے گا اور اس کو عملی طور پر املا میں اطلاق کرنے سے تحریر میں الجھاؤ اور بگاڑ کی صورتیں پیدا ہو گی۔ اس وجہ سے اکادمی نے تجویز کو مسترد کر دیا گیا۔

اکادمی نے الفاظ کو الگ الگ کر کے لکھنے کی تجویز بھی پیش کی گئی لیکن بعض مرکب الفاظ ایسے ہیں جن کا املا الگ الگ کر کے نہیں لکھا جا سکتا اور اگر ان کو الگ الگ کر کے لکھا جائے تو املا میں مسائل پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں غیر ضروری طور پر الفاظ کو توڑ کر لکھنے کی تجویز کو بھی مسترد کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مقبول نثار ملک املا کی درج ذیل صورتیں پیش کی ہیں:

> ”مصیبت کو مصی بت، گھر کنا کو گھر ک نا، قرینہ کو قری نہ لکھنا، یاڑھ کو ڑھ، ڈھ کو ڈھ ملا لکھنا اور حرتوں کو الگ الگ لکھنا۔ جیسے دھ رتی، ادھ وراو غیرہ کو بھی منظوری نہیں ملی۔ بورڈ کا خیال تھا کہ چونکہ ایسی تبدیلی رواج کے چلن میں نہیں آسکتی اس لیے یہ تجاویز مسترد کر دی گئی“(۲۴)

اکادمی کی تجویز کے مطابق الفاظ کی مندرجہ بالا صورتوں میں املا لکھنا املا کی غیر ضروری تفہیم میں شمار ہوتا ہے۔ اس سے املا کی سطح پر جہاں اجنبیت کی صورت سامنے آتی ہے وہیں اس طرز کا املا بعض اوقات متن کی تفہیم میں بھی مسائل پیدا کرنے کا سبب قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکادمی کی تجویز کو دیگر محققین نے قبول نہیں کیا اور اس صورت سے انکار کرتے وہ ان الفاظ کو ملا کر لکھنے کی صورت برقرار رکھی ہے۔

اکاڈمی کی وہ تجاویز جو املا کے حوالے سے بہتری کی حامل تھیں اور ان میں اصلاح کا پہلو موجود تھا انھیں قبول کر لیا گیا۔ جب کہ بعض تجاویز اگرچہ ان کے پیش کرنے کا بنیادی مقصد بھی اصلاح تھا انھیں رد کر دیا گیا۔

### (ج) ادارہ جاتی تجاویز کا رد و قبول

مقتدرہ قومی زبان کی اردو املا اور تلفظ کے حوالے سے کی جانے والی کوششیں قابل تحسین ہیں۔ان کوششوں میں اس ادارے کی سب سے نمایاں خدمت اردو زبان کو سرکاری زبان کی حیثیت سے متعارف کرانے کی ہے۔اس ادارے نے املا اور تلفظ میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلے میں بھی کوششیں کی ہیں۔اردو کو دفتری زبان بنانے کے حوالے سے پورے ملک میں اس کے معیار میں یکسانیت پیدا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔

مقتدرہ چونکہ سرکاری ادارہ ہے اس لیے اس ادارے نے اردو زبان کو سرکاری حیثیت متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا اور دفتری زبان کے لیے املا کے مسائل پر خاص توجہ دی ہے۔اس حوالے سے اس ادارے کی تجاویز اہم حیثیت کی حامل ہیں۔اردو زبان کے حوالے سے اس ادارے ٹائپ رائٹر کے نظام کو متعارف کرایا ہے:

> ”اردو کو دفتری اور عملی زبان بنانے اور پورے ملک میں اس کے معیار میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے مقتدرہ نے ایک کام یہ کیا کہ تمام ساختوں کی ٹائپ مشینوں کے لیے اردو ٹائپ رائٹر کا ایک جامع اور یکسان کلیدی تختہ تیار کرایا۔ اس کلیدی تختے کے مطابق مقتدرہ کا تیار کردہ اردو ٹیلی پرنٹر وفاقی حکومت سے منظور ہوا۔اس کے بعد یہ معیاری ٹائپ رائٹر اور پرنٹر ٹی آئی پی میں کثیر تعداد میں تیار ہو رہے ہیں اور تمام سرکاری دفاتر اور خود مختار ادارے انھیں استعمال کر رہے ہیں“(۲۵)

مقتدرہ قومی زبان نے املا کے مسائل پر خاصی توجہ دی۔ اس ادارے نے اپنی تجاویز میں اردو زبان کو دفتری زبان بنانے اور اس ضمن میں املا کے حوالے سے درپیش مسائل کی مناسبت سے تجاویز پیش کی ہیں۔

مقتدرہ قومی زبان کی بعض تجاویز انقلابی نوعیت کی حامل ہے اور ان تجاویز میں مقتدرہ نے نئے عہد کے مسائل کے حوالے سے اپنی آرا پیش کی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مقتدرہ کی تجاویز میں اردو زبان کی روایت میں پیش آنے والے املا اور تلفظ کے مسائل کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔

مقتدرہ قومی زبان نے جہاں کتابی صورت میں اردو زبان کی آبیاری کرنے کی کوشش کی ہے وہیں سیمینار اور کانفرنسز کا انعقاد کر کے بھی اردو زبان میں درپیش املا اور تلفظ کے مسائل کو اجاگر کیا ہے۔

اس ادارے کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار اور کانفرنسز میں پاکستان اور پاکستان سے باہر کے محققین شریک رہے ہیں اور انھوں نے اپنی تحقیقی مقالوں اور تقاریر میں اردو زبان کے حوالے سے معاملات کی پیشکش کی

ہے۔ مقتدرہ قومی زبان کی املا تلفظ اور رموزاو قاف کے حوالے سے زیادہ تر کانفرنسز اور سیمینار ۱۹۸۵ء میں ہوئے۔ اس دوران میں اردوزبان کے حوالے سے تجاویز کی پیشکش کی گئی ہے۔

۱۹۸۵ء میں مقتدرہ کے پہلے اجلاس میں ڈاکٹر ابو سلیمان شاہجہان پوری نے اردو املا کے چند مسائل کے عنوان سے اپنا مقالہ پڑھااور ان کے مقالے میں پیش کی گئی۔ تجاویز پر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریانے اظہار خیال کرتے ہوئے ان کی تجاویز کو اردوزبان کے لیے سود مند قرار دیااور ان تجاویز پر عمل درآمد کرنے کے لیے الگ سے کمیٹی تشکیل دینے کی سفارش کی۔

اردو املا کے چند اہم مسائل کے عنوان سے ڈاکٹر شمس الدین نے اپنا مقالہ پڑھا۔ اس مقالے میں انھوں نے اردواملا میں روایت کے سلسلے میں درپیش آنے والے مسائل کے بارے میں تجاویز پیش کیں اور ان کی تجاویز پر محققین نے اپنی آرا پیش کیں۔

اردو املا میں مختلف ادوار میں اصلاح کی کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں۔ ان اصلاحی کوششوں سے اردو املا میں بہتری لانے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کی کوششیں بھی کی گئی۔ پروفیسر احسان اکبر مقتدرہ قومی زبان کے اجلاس میں املا، اصلاح کی کوششوں اور تجاویز کے عنوان سے مقالہ پڑھااور اس سلسلے میں اپنی تجاویز پیش کیں۔

مقتدرہ کی تجاویز میں عربی اور فارسی الفاظ کے املائی بحث بھی شامل ہے۔ اس سلسلے میں تجاویز پیش کی گئی کہ عربی اور فارسی الفاظ کا املا اسی صورت میں لکھنا چاہیے۔ جس صورت میں عربی اور فارسی زبانوں میں لکھا جاتا ہے یا پھر اردو زبان کی املا کے مطابق ان الفاظ کا املا لکھا جانا چاہیے۔ اس سلسلے میں مختلف محققین نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔ بعض نے عربی اور فارسی زبانوں کی تقلید کی تلقین کی ہے۔ جب کہ بعض نے اردوزبان کے املا کے مطابق ان الفاظ کا املا لکھنے کی تلقین کی ہے۔

مقتدرہ قومی زبان نے اپنی تجاویز میں حروف تہجی کے استعمال کے حوالے سے بھی تجاویز پیش کی ہیں۔ عربی زبان کے اردو میں شامل حروف کے بارے میں بھی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ ہم آواز حروف کے املا کی بحث میں اردو اہم حیثیت کی حامل ہے۔ مقتدر قومی زبان کی تجویز میں ہم آواز حروف کے املا کو بھی شامل کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں قواعد کا بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں عربی اور فارسی کے ساتھ اردوزبان کے پس منظر کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ت اور ط، کا استعمال س اور ص، کا استعمال وغیرہ۔ اس طرح مقتدرہ قومی زبان

نے الف اور ہ کے استعمال کے حوالے سے بھی تجاویز پیش کی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ اردو الفاظ کا لحاظ رکھا گیا اور تجاویز میں قواعد کا بیان کیا گیا ہے کہ کون سے لفظ کا املا الف اور کون سے الفاظ کے املاہ سے لکھا جانا درست ہے۔

مقتدرہ قومی زبان اردو زبان کے حوالے سے جو تجاویز پیش کی ہیں ان میں بیشتر تجاویز اصلاحی نوعیت کی حامل ہیں اور وہ اردو زبان کے لیے فائدہ مند ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مقتدرہ کی املا اور تلفظ کے حوالے سے پیش کی جانے والی تجاویز کو علمی ادبی حلقوں میں قبول کیا گیا۔ مقتدرہ کی رد ہونے والی تجاویز نہ ہونے کے برابر ہیں۔

اردو اکادمی دہلی اردو زبان و ادب کا اہم ادارہ ہے۔ اس ادارے نے بھی اردو املا اور تلفظ کے حوالے سے اصلاحی تجاویز پیش کیں۔ لیکن ان تجاویز میں دونوں صورتیں نظر آتی ہیں۔ بعض تجاویز ایسی ہیں جن کو قبول کر لیا گیا جب کہ بعض تجاویز پر عملی اور ادبی حلقوں میں رد قرار پاتی ہے۔

اردو اکادمی دہلی کی تجاویز میں اردو الفاظ لکھنے کے سلسلے میں سفارش کی گئی کہ اس ضمن میں ماضی کی روایت کے تسلسل پیش نظر رکھا جائے کیوں کہ کوئی بھی زبان اپنی روایت سے منقطع ہو کر اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتی۔

اکادمی نے عربی اور فارسی الفاظ کے املا کے حوالے سے بھی خاص کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں روز مرہ تحریر میں پائی جانے والی اغلاط کو درست کرنے کے ساتھ قواعد کا بیان بھی کیا ہے کہ املا میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر اکادمی نے تجویز پیش کی ہے کہ عربی کے کچھ الفاظ جن کا تلفظ الف سے ادا ہوتا ہے ان میں الف لکھنے کے بجائے "ی" ڈال کر اس پر کھڑے زبر کی علامت بنا دی جاتی ہے اور تلفظ میں الف کی آواز ادا کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں اکادمی نے تجویز پیش کی کہ ایسے الفاظ کے املا الف سے لکھا جانا چاہیے۔ اکادمی نے اپنی تجاویز میں سفارش کی کہ الفاظ کے املا اور ان کے تلفظ میں ہم آہنگی کا ہونا ضروری ہے۔ بعض الفاظ کا جس انداز میں تلفظ تھا کیا جاتا ہے استعمال بھی اسی صورت میں لکھا جانا چاہیے۔

اکادمی کی تجاویز میں ہندی آوازوں کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر اکادمی نے تجویز پیش کی کہ مہکار آواز میں خالص ہندی آوازیں بھی شامل ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں مہکار آوازیں شامل نہیں ہیں۔ اس لیے ان مہکار آوازوں کے لیے دو چشمی "ھ" یا مخلوط "ھ" کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ ان آوازوں کے لیے "ہ" کا استعمال کرنا غلط ہے۔

اکادمی کی تجاویز نے جہاں علمی ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کی ہے۔ وہیں بعض تجاویز ایسی بھی ہیں جو علمی و ادبی حلقوں میں رد قرار پاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مصادر یا صیغے کے آخر میں آنے والے نا یا تا، وغیرہ کو الگ کر کے لکھنا۔ مثلاً لکھ تا، لکھ تی، لکھ تے و غیرہ۔ اکادمی کی یہ تجاویز مسترد قرار پائی۔ اس طرح منعقل لکھنا یا پھر الفاظ کو غیر ضروری طور پر توڑ کر لکھنا و غیرہ۔ اکادمی کی طرف سے پیش کی جانے والی یہ تمام تجاویز مسترد قرار پائی ہیں۔

مجموعی طور پر مقتدرہ زبان اور اردو اکدمی دہلی کی اصلاحِ زبان کے حوالے سے کی جانے والی کوششیں قابلِ تحسین ہیں۔ اصلاحِ املا و تلفظ کے حوالے سے مقتدرہ قومی زبان پاکستان میں جب کہ اردو اکادمی بھارت میں اردو زبان کے حوالے سے نمایاں حیثیت کے اداروں میں شامل ہیں۔

## (د) مسائل وامکانات

زبان ہمیشہ معاشرتی، سیاسی، سماجی اور مذہبی معاملات کے زیر اثر رہتی ہے۔ یہ تمام پہلو کسی نہ کسی حوالے سے زبان پر اپنے اثرات مرتب کرتے رہتے ہیں۔ دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان پر بھی ان تمام عناصر کی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ زبان میں مختلف سطحوں پر ارتقا کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زبان کے املا اور اس کے الفاظ کے تلفظ میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ زمانی اعتبار سے جہاں زبان ترقی کرتی ہے وہاں زبان میں کچھ مسائل اور خرابیاں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اردو زبان کے املائی اور تلفظ کے نظام کا جائزہ لیا جائے تو یہ تمام پہلو نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

اردو زبان نے کئی صدیوں کی مسافت طے کر کے موجودہ صورت اختیار کی ہے۔ موجودہ عہد میں اردو زبان کو بعض نئے مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل کے پس منظر میں بہت سی محرکات کی کارفرمائی ملتی ہے۔ مثال کے طور پر میڈیا کی ترقی اس کا ایک اہم پہلو ہے۔ اس میں قومی میڈیا اور سوشل میڈیا دونوں شامل ہیں۔ سوشل میڈیا نے زبان کی ساخت تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں لفظی سطح پر کئی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئی ہیں اور الفاظ کے املا و تلفظ پر یکساں انداز میں اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

سوشل میڈیا چوں کہ ہر خاص و عام کی دسترس میں ہے اور اس کو اظہار خیال اہم ذریعہ ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا کی بدولت ایک خاص انداز کی زبان وضع پاتی ہے۔ جس میں جس کا املا بھی خاص طرح کا ہے۔ چونکہ

سوشل میڈیا محض اردو دان طبقہ استعمال نہیں کرتا بلکہ عوامی سطح پر اس کا استعمال زیادہ ہے۔ اس لیے سوشل میڈیا کی بدولت اردو زبان میں بہت ایسے الفاظ شامل ہیں جن میں عامیانہ پن اور سطحیت پائی جاتی ہے۔ چوں کہ زیادہ تر افراد جو کہ سوشل میڈیا کے استعمال کرتے ہیں ان کا مقصد پیغام رسانی ہوتا ہے۔ زبان کے معاملات ان کے نزدیک اہمیت نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ الفاظ کے املا لکھتے ہوئے بھی زبان کے معاملات کو ثانوی حیثیت دیتے ہیں اور بہت سے اہم امور کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جہاں زبان کے املائی مسائل جنم لیتے ہیں وہیں بہت سے الفاظ غلط صورت میں معاشرے میں رائج بھی ہو جاتے ہیں۔

اردو زبان میں املا کے حوالے سے درپیش نئے مسائل میں ایک مسئلہ ٹائپ کا بھی ہے۔ زیادہ تر افراد سوشل میڈیا پر پیغام رسانی کے لیے رومن رسم الخط کا استعمال کرتے ہیں۔ رومن رسم الخط کے استعمال کی بدولت الفاظ کے املا میں مسائل کے ساتھ تلفظ کے مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب الفاظ کو مختصر کر کے لکھا جاتا ہے تو اس صورت میں الفاظ کا املاء کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔ املا کی صورت تبدیل کرنے میں عجلت پسندی اور اختصار نویسی کو اہم دخل حاصل ہے۔ روز مرہ کی زبان میں اس حوالے سے بہت سے الفاظ کا املاء اسی صورت میں راسخ حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ الفاظ کے املا کی ایسی صورتیں رواج پا رہی ہیں جو اصل املا کے مختلف ہیں۔ رومن رسم الخط کے استعمال کی بدولت اردو زبان میں انگریزی زبان کے بہت سے الفاظ بھی استعمال کر لیے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کے استعمال شعوری یا لاشعوری دونوں سطح پر ہو رہا ہے۔ اس طرح اردو زبان میں ایسے الفاظ کی املا کے لیے بھی انگریزی الفاظ استعمال کیے جانے لگے ہیں۔ جن کے اردو میں بہت سے مترادفات موجود ہیں۔ اس سبب زبان کا مجموعی نظام متاثر ہوتا ہے۔ سوشل میڈیا پر رومن رسم الخط کے علاوہ اردو زبان میں بھی لکھا جاتا ہے لیکن اس میں بھی ٹائپ کی بے شمار اغلاط پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی عجلت پسندی کو دخل حاصل ہے۔ کم وقت میں بات مکمل کرنے کی کوشش کی بدولت الفاظ کا یہ رخ سامنے آتا ہے اور متواتر استعمال کی بدولت آہستہ آہستہ فروغ پانے لگتا ہے۔ جس کی بدولت زبان کے مجموعی نظام متاثر ہوتا ہے اردو زبان میں املا کے حوالے سے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

سوشل میڈیا پر مختلف پلیٹ فارم پر چینلز وغیرہ بنائے جاتے ہیں چونکہ ان چینلز کے ساتھ معاش اور شہرت دونوں پہلو جڑے ہوتے ہیں۔ اس لیے سوشل میڈیا پر چینل وغیرہ چلانے والے لوگ زبان کے استعمال کو

ثانوی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ زبان کی باریکیوں اور اس کے مسائل سے بھی آشنا نہیں ہوتے جس کے سبب زبان کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں تلفظ کے مسائل زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ الفاظ کی ادائیگی میں عام طور پر حروف کے مخارج اور ان کی حرکات کا خاص لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پھر غیر ضروری طور پر انگریزی کے الفاظ بھی شامل کر لیے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے زبان کو مجموعی نظام متاثر ہوتا ہے اور زبان میں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اردو املا و تلفظ کے ان مسائل کے حل کے لیے شخصی سطح پر کی جانے والی کوششوں کے ساتھ ساتھ اداروں کی کوششیں بھی قابل ذکر ہیں۔ اس ضمن میں مقتدرہ قومی زبان کو اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ اس ادارے نے اردو زبان کو نئے عہد کے مسائل سے روشناس کرانے اور ان مسائل کے حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان مسائل میں املا اور تلفظ دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ مقتدرہ قومی زبان نے ٹائپ کے حوالے سے خاص طور پر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس میں جدید عہد کے املا کے مسائل کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اب امکان ہے کہ مقتدرہ کی ان کوششوں کی وجہ سے کمپیوٹر استعمال میں لائی غلطیوں کا سدباب ممکن ہو سکے گا۔ مقتدرہ قومی زبان کا اس حوالے سے مرکز فضیلت برائے اردو اطلاعیات اور مائیکروسافٹ ہے۔ ڈاکٹر مقبول نثار ملک لکھتے ہیں:

> "ابلاغ اور جدید اطلاعیات کے حوالے سے یہ امر اطمینان بخش ہے کہ اب کمپیوٹر سکرین کو اردو میں تبدیل کیا جا چکا ہے۔ مائیکروسافٹ اینڈ وایکس پی اور سٹار ئیر ایڈیشن نیز آفس ۲۰۰۳ء کو اب اردو میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اب کمپیوٹر سیکھنے کے لیے بھی انگریزی جاننا ضروری نہیں ہے۔ ای میلز یا ویب سائٹ کر قائم ے کے لیے حتیٰ کہ ویب سائٹ کا پتہ لکھنے کے لیے اب رومن حروف درکار نہیں۔ اس طرح اب موبائلوں میں بھی اردو دستیاب ہے۔ جدید اطلاعیات سے ابلاغیات میں یہ ایک بڑا انقلاب ہے"(۲۶)

مقتدرہ زبان کے مرکز فضیلت اس میدان میں اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے مائیکروسافٹ جیسے اداروں کے ساتھ مل کر بھی بہت معیاری اوزار وضع کیے۔ جس سے اردو میں ای میل ممکن کوئی۔ اب اردو سائٹ پر برقیاتی کتاب، برقیاتی اشاعت اور برقیاتی رابطوں کی صورتیں بھی پیدا ہوئی ہیں۔

اردو زبان کے روشن مستقبل میں اردو فانٹ کا بھی اہم کردار ہے۔ اس حوالے سے مقتدرہ کی خدمات اس لیے بھی قابل ذکر ہیں کہ اس ادارے نے ایک بنیادی فانٹ پاک نوری نستعلیق کے نام سے ایجاد کیا۔ جو خالی حروف کی بنیاد پر تمام پاکستانی زبانوں کو ایک وقت میں ہی پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

> ”مقتدرہ کے مرکز فضیلت برائے اردو اطلاعیات کی طرف سے اب مشینی ترجمے کا سافٹ ویئر بھی پیش کیا جانے والا ہے۔ پہلا مرحلہ دفتری انگریزی اردو کا ہے۔ اگلا مرحلہ سائنسی تکنیکی، پھر صحافتی اور شاید آخری مرحلہ ادبی ترجمے کا ہو گا“(۲۷)

اردو زبان کے املا و تلفظ کے مسائل کے حوالے سے مثبت امکانات میں جدید عصری تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر اس حوالے سے اصلاح کی جانے والی کوششوں میں خاص طور پر اس میں کمپیوٹر کے استعمال کو اہمیت حاصل ہے۔ اردو زبان کو جدید عصری تقاضوں سے ہم ااہنگ کرنے کے لیے کمپیوٹر اور ٹیکنالوجی سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مقتدرہ قومی زبان کی اصلاحات قابل ذکر ہیں۔ اردو زبان کے امکانات اس لیے بھی روشن ہیں کہ اب پیغام رسانی کے لیے ایپلیکیشنز کی تمام صورتوں اور پاک نوری نستعلیق رسم الخط میسر ہے۔ جس کی بدولت الفاظ کا درست املا لکھا جانا ممکن ہے۔

اردو زبان کے روایتی طرز کے مسائل کے حل کے لیے انفرادی سطح پر کی جانے والی کوششیں بھی قابل تحسین ہیں۔ اس ضمن میں لکھی جانے والی کتب اردو دان طبقے کے ساتھ ساتھ عوام کے لیے بھی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کا سبب قرار پاتی ہے۔

# حوالہ جات


۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر: اردو املا کے متعلق ہمارا تجزیہ، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵، ص ۱۰

۲۔ ایضاً، ص ۱۱

۳۔ ثاقبہ رحیم الدین، بیگم: روداد سیمینار املا اور رموز اوقاف کے مسائل، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۱۴

۴۔ ابو سلمان شاہجہان پوری، ڈاکٹر: اردو ملا کے چند اہم مسائل تحریک نفاذ اردو کی روشنی میں، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۲۲

۵۔ ایضاً، ص ۲۸

۶۔ احسان اکبر، ڈاکٹر: املا، اصلاح کی کوششیں اور تجاویز، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۸۲

۷۔ مظفر علی سید: حرف و صوت کا رشتہ، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۱۰۹

۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو املا اور رسم الخط، لاہور: الوقار پبلکیشنز، ۲۰۱۸، ص ۶

۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو میں عربی اور فارسی الفاظ کا املا، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۱۱۲

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۱۴

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۱۲۔ خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر: گفتگو، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص ۱۲۷

۱۳۔ شان الحق حقی: لسانی مقالات و لطائف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶، ص ۱۵۳

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۵۵

۱۵۔خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر :اردو کا املائی نظام، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز اوقاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص۱۵۷

۱۶۔ محمد احسن خان: اردو میں رموز اوقاف کا استعمال اور اصلاحی تجاویز، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز اوقاف کے مسائل(مرتبہ)اعجاز راہی، ص۱۸۴

۱۷۔ مقبول نثار ملک،ڈاکٹر: اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۲۱، ص۴۳۵

۱۸۔ گوہر نوشاہی،ڈاکٹر:(مرتب)منتخب مقالات، اردو املار موز اوقاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶، ص۲۹۷

۱۹۔ ایضاً، ص۲۹۸

۲۰۔ مقبول نثار ملک،ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۳۹

۲۱۔ گوہر نوشاہی،ڈاکٹر:(مرتب)منتخب مقالات اور اردو املا اور موز اوقاف، ص۳۱۱

۲۲۔ ایضاً، ص۳۱۲

۲۳۔ مقبول نثار ملک،ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۴۱

۲۴۔ ایضاً، ص۴۴۴

۲۵۔ ایوب صابر، پروفیسر:(مرتب) پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۵، ص۶۲

۲۶۔ مقبول نثار ملک،ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۷۵

۲۷۔ عطش دورانی،ڈاکٹر: اردو صوتیے نئی املا اور کمپیوٹر تختیاں، مشمولہ، اخبار اردو، مئی ۱۹۹۹

# محاکمہ

اردو زبان کے ارتقا کے ساتھ ہی املا اور تلفظ کے حوالے سے اصلاحات کا سلسلہ شروع ہوتا نظر آتا ہے۔ اردو مخلوط زبان ہے۔ اس نے اپنے دامن میں بہت سی زبانوں کے لفظوں کا انجذاب کیا ہے۔ ان زبانوں میں عربی، فارسی اور انگریزی وغیرہ شامل ہیں۔ ابتدائی طور پر اردو زبان پر عربی اور فارسی کے اثرات نظر آتے ہیں۔ عربی اور فارسی سے وسیع ذخیرہ الفاظ میں اردو کے دامن میں جگہ بنائی ہے۔ جب اردو زبان میں مختلف زبانوں کے الفاظ کے استعمال کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے ساتھ ہی ان مباحث نے جنم لیا کہ کون سی زبان کا لفظ کس انداز میں لکھا اور پڑھا جائے۔ ابتدائی طور پر املا اور تلفظ کے مسائل کے بارے میں شعراء اور ادباء کا کردار نظر آتا ہے۔ شعراء نے خصوصیت کے ساتھ اردو زبان کی نوک پلک درست کرنے میں اپنا کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں دبستان لکھنو کے شعراء کا کردار زیادہ فعال صورت میں نظر آتا ہے۔ انھوں نے املا اور تلفظ کے مسائل پر خاص توجہ مبذول کی۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی سراج الدین خان آرزو کا نام زیادہ نمایاں حیثیت میں نظر آتا ہے۔ لفظ" اردو"کا استعمال بھی سب سے پہلے انھوں نے کیا ہے۔ انھوں نے سبکِ ہندی اور سبکِ ایرانی کی ذیل میں اردو زبان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ شاہ مبارک کا کردار بھی اصلاح املا تلفظ کے حوالے سے اہم ہے۔ انھوں نے اردو میں املا اور تلفظ کی ہم آہنگی پر زور دیا ہے کہ جو لفظ جس طرح لکھا جائے اس کے تلفظ کی ادائیگی بھی اسی صورت میں کرنا لازم ہے۔ وہ املا اور تلفظ کے مابین ہم آہنگی پر زور دیتے ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں پائی جانے والی مختلف صورتوں کی نفی کی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اصول وضوابط کا بیان بھی کیا ہے۔

شاہ مبارک آرزو کو اس حوالے سے بھی اہمیت حاصل ہے کہ انھوں نے املا اور تلفظ کے سلسلے میں مقامیت کو قبول کیا۔ انھوں نے وضاحت کی کہ جب کوئی لفظ کسی زبان میں شامل ہوتا ہے تو اس کی ادائیگی میں مقامی زبان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ زبان پر مقامیت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر کسی لفظ کی مقامیت کے اثرات کی وجہ سے املا اور اس کے تلفظ میں تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے تو اس سلسلے میں مقامیت کے اثرات کی نفی کرنے کی بجائے لفظ کو اس انداز میں استعمال کرنا چاہیے۔ شاہ مبارک کے بعد اردو زبان میں اس بحث نے جنم لیا کہ مقامیت کے اثرات سے جب کسی دوسری زبان سے آئے الفاظ کے املا و تلفظ میں تبدیلی ہوتی ہے تو وہ

تبدیلی قابل قبول ہوتی ہے اور یہ تبدیلی چونکہ مقامی زبان کے مزاج کی آئینہ دار ہوتی ہے اس لیے اس کو قبول کر لینا چاہیے اور مقامیت میں ڈھلے الفاظ کو اس صورت میں استعمال کرنا چاہیے کیوں کہ اس معاشرے کے لیے الفاظ کی یہی صورت قابل قبول ہوتی ہے۔ اردو شاعری میں عربی اور فارسی کے بیشتر الفاظ پر مقامیت کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

اردو املا کے سلسلے میں مرزا مظہر جان جاناں کا کردار بھی اہم ہے۔ انھوں نے املا کی اصلاحات کے سلسلے میں باقاعدہ طور پر قوانین وضع کیے۔ انھوں نے الفاظ کی لکھاوٹ میں ان کی بنیادی آوازوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ پہلے لفظوں کے املاء میں عمومی طور پر باریکیاں نظر انداز کر دی جاتی تھیں۔ خاص طور پر شاعری میں بھی اس کی کئی صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً س کے حرف کے ساتھ ص کا قافیہ استعمال کرنا وغیرہ۔ مرزا مظہر جان جاناں نے اس سلسلے میں اصول ضوابط کی پابندیوں کو لازمی قرار دیا۔ انھوں نے اس ضمن وضاحت کی کہ اردو میں دیگر زبانوں سے شامل ہونے والے لفظوں کی بنیادی آوازوں صوتیات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر زبان میں حروف کے استعمال میں اصوات کی باریک بینوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو تلفظ کے مختلف مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اردو زبان کے آغاز وارتقاء میں شعرانے زبان کو پروان چڑھانے میں اہم خدمات پیش کی ہیں۔ اس سلسلے میں بیشتر شعرا کا کردار نظر آتا ہے۔

اردو املا و تلفظ کے مسائل کو حل کرنے کے حوالے سے شعراء کے ساتھ ساتھ مصلحین زبان کی کاوشیں بھی شامل ہیں۔ ان مصلحین زبان میں سر سید احمد خان کا کردار بھی شامل ہے۔ علاوہ ازیں مولوی عبد الحق، رشید حسن خاں،اور عبد الستار صدیقی جیسی شخصیات ہیں۔ جنھوں نے املا و تلفظ کے مختلف معاملات اور مسائل کو موضوع تحقیق بنایا اور ان مسائل کے حل کے لیے تجاویز پیش کیں۔ اردو املا اور تلفظ کے مسائل کے سلسلے میں لکھنو میں سب سے زیادہ کام ہوا۔ اس خطے سے تعلق رکھنے والے شعرانے ان معاملات پر خاص توجہ مبذول کی۔

ابتدائی طور پر اردو املا کے مسائل غیر منظم حالت میں رہے۔ بعد ازاں ان املائی مسائل نے باقاعدہ موضوعات کی صورت اختیار کر لی اور اس ضمن میں محققین نے باقاعدہ طور پر اپنے نظریات پیش کیے۔ اردو املا کے اہم موضوعات میں الف اور ہائے مختفی "ہ" ایک کی بحث سر فہرست ہے۔ اس بحث میں الفاظ کے املا میں الف

اور ہائے مختفی کے استعمال کی بحث شامل ہے۔ محققین نے اس ضمن میں اصول وضوابط واضع کیے ہیں کہ کون سے لفظ کے آخر میں الف اور کون سے لفظ کے آخر میں ہائے مختفی کو شامل کرنا چاہیے۔ اردو زبان کے اہم محققین جن میں رشید حسن خاں اور عبد الستار صدیقی شامل ہیں۔ انھوں نے اردو میں عربی زبان سے آنے والے الفاظ کے آخر میں ہائے مختفی استعمال کرنے کی تجویز پیش کی۔ جب کہ دیسی الفاظ کے املا کے آخر میں ہائے مختفی کے بجائے الف کا استعمال درست ہے۔ اس طرح عربی کے بعض الفاظ جن کے آخر میں "ی" لکھی جاتی ہے اور اس پر کھڑے زبر کی علامت ڈال دی جاتی ہے۔ لیکن تلفظ میں الف کی آواز پیدا کی جاتی ہے۔ ایسے الفاظ کے بارے میں بھی ناقدین نے رائے پیش کی ہے کہ ایسے الفاظ کے املا "ی" کے بجائے الف سے لکھا جانا چاہیے۔ جیسے اعلیٰ کے بجائے اعلا، ادنیٰ کے بجائے ادنا وغیرہ۔

اردو املا میں ہم آواز الفاظ کے استعمال کی وجہ سے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ املا میں کسی لفظ کی جگہ جب اس کا متبادل ہم آواز الفاظ لفظ برتا جاتا ہے تو اس صورت میں املا کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے الفاظ میں ت اور ط کی بحث بھی شامل ہے۔ عربی اور دیسی الفاظ کے املا میں ت اور ط کے استعمال کا مسئلہ شامل ہے۔ یہاں یہ پہلو بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ عربی میں ت، کی دو صورتیں ملتی ہیں۔ ت اور ۃ۔ اردو میں یہ قاعدہ طے پایا کہ عربی زبان کے وہ الفاظ جو اردو میں مستعمل ہیں اور ان کا املا طویل ت کے بجائے تا کے معدودہ "ۃ" سے لکھا جاتا ہے۔ اصولی طور پر اردو ہی ان الفاظ کے املا "ۃ" کے بجائے ت سے لکھا جانا چاہیے۔ مثلاً نجاۃ کا درست املا نجات ہو گا۔ اس طرح حیاۃ کا درست املا حیات ہو گا۔ اردو املا میں عربی الفاظ میں تائے طویل کا استعمال کرنا موزوں ہے۔

اردو املا میں ت اور ۃ کے استعمال کے حوالے سے انجمن ترقی اردو نے تجویز پیش کی کہ دو صورتوں میں ت کے استعمال کی وجہ سے املا میں مسائل پیدا ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور ایک ہی لفظ کا املا دو مختلف صورتوں میں لکھا جانے لگا۔ اس لیے مناسب ہے کہ دو صورتوں کے بجائے الفاظ کا املا ایک ہی صورت میں لکھا جانا چاہیے تاکہ املا میں پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے بچا جا سکے۔

ت اور ط کی بحث میں ناقدین نے عربی اور ہندی زبانوں میں پائے جانے والے فرق کو بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اس ضمن میں پیدا ہونے والے مسائل میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہندی زبان کے ایسے الفاظ کا استعمال عربی

ط، سے لکھ لیے جاتا ہے۔ جن کا درست املات، سے لکھا جانا چاہیے۔ مثال کے طور پر طوطا، طوطا مقامی لفظ ہے۔ اس لیے اس کے درست املا میں ط کا استعمال غلط ہے اس کو ت سے لکھا جانا چاہیے۔ تمام محققین کے نزدیک اس لفظ کا درست املا توتا ہے۔ اس طرح عربی کے ساتھ فارسی کے بھی بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا درست تلفظ ط، کی بجائے ت سے لکھا جانا چاہیے۔ طپش، طہران، طپان، طیار وغیرہ۔ یہ تمام صورت اصولی طور پر غلط قرار پائیں گی ان تمام الفاظ کا درست املات سے لکھا جانا چاہیے جیسے تپش، تہران، تپان اور تیار وغیرہ۔

اردو املا کے مسائل میں ہم آواز حروف کی بحث میں حرف کی بحث ذ، ز اور ژ کی بحث بھی شامل ہے۔ الفاظ میں ان حروف کے استعمال کے حوالے سے ان حروف کی آوازوں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر ذ صرف د کی آواز پیدا کرتا ہے۔ اور ز صرف زیر کی لیکن مماثلت کی وجہ سے ان حروف کو ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال کر لیے جاتا ہے۔ اس ضمن میں محققین نے واضح طور پر اصول بحث کی ہے۔ رشید حسن خاں لکھتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ ذ کی جگہ ز اور ز کی جگہ ذ، کا استعمال کرنا نامناسب ہے۔ اس ضمن میں بھی عربی اور فارسی زبانوں کے پس منظر کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم کے والد کا نام آزر ہے یہ ز کے ساتھ ہے۔ اب اس لفظ کا املا عربی ز بجائے فارسی ذ، سے نہیں لکھ سکتے۔

ژ کے حرف کے بارے میں بھی مختلف آرا پائی جاتی ہیں۔ مسعود حسن خان نے ژ کے حرف کو حروف تہجی پر بوجھ قرار دیتے ہوئے اسے حروف تہجی سے خارج کرنے کی تجویز پیش کی۔ حالانکہ فارسی زبان کے بیشتر الفاظ کا املا ژ، سے لکھا جاتا ہے۔ فارسی کے ایسے الفاظ جن کا درست املا ژ سے لکھا جانا چاہیے۔ ان کے املا میں زیاذ استعمال کرنا مناسب ہے۔ اس صورت میں ژ کی بجائے زیاذ کا استعمال املائی غلطی قرار پائے گا۔

اردو اس میں س، ش اور ص کے حروف کی بحث بھی شامل ہے۔ بعض اوقات ان حروف کو صوتی مماثلت یا ہم آہنگی کے طور پر ایک دوسرے کے متبادل کے طور پر استعمال کر لیا جاتا ہے۔ قدیم اردو شاعری میں س اور ص قافیہ بھی استعمال کر لیا جاتا تھا۔ جس کو بعد ازاں متروک قرار دیا گیا۔ اس طرح بعض الفاظ ایسے ہیں جن کا املا مختلف ادوار میں کبھی ص اور کبھی س سے لکھا جاتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر دہلی میں لفظ مصالحہ ص سے لکھا

جاتا تھا۔ جب کہ لکھنو میں یہ ص سے بدل گیا اور اس لفظ املا مسالہ لکھا جانے لگا۔ اب اردو زبان میں اسی صورت میں رائج اور مستمل ہے۔

اس طرح قفس کے لفظ کا پرانا املا بھی ص سے لکھا جاتا تھا۔ یعنی قفص لیکن اب اس کو ص کو س سے بدل دیا گیا۔ اس لفظ کا درست املا اب س کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے اور یہ املاء قفس ہے۔ جس طرح بعض الفاظ کی درست املا س سے لکھا جانا چاہیے۔ اس طرح بعض الفاظ کا درست املا ص سے لکھا جانا چاہیے۔ اردو ایسے الفاظ کا املا اگر ص کے بجائے س سے لکھا جائے تو اس صورت میں املائی غلطی شمار ہو گا۔ مثلاً ایک لفظ صحنیک ہے۔ اس کا درست املا ص کے ساتھ ہے۔ اس کو بعض اوقات س کے ساتھ سحنیک لکھ لیا جاتا ہے جو کہ املائی غلطی کی ذیل میں آتا ہے۔ اس کو ص کے ساتھ لکھنا چاہیے۔

س اور ش کے استعمال میں شوشے دار اور کشش دار کے استعمال کی بحث بھی شامل ہے۔ اس ضمن میں محققین نے وضاحت کی ہے کہ شوشے دار اور س اور ش کے تلفظ میں کوئی فرق نہیں بلکہ صرف حروف کی بناوٹ کا فرق ہے۔ لفظ میں موقع کی مناسبت سے شوشے دار اور کشش دار حروف کا استعمال کیا جانا چاہیے۔

ک اور گ کی بحث بھی اہم حیثیت کی حامل ہے۔ جب ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں شامل ہوتے ہیں تو ایک فطری عمل کے مطابق ان الفاظ کے املا میں بھی تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ یہی احوال ک اور گ کے حروف کے ساتھ ہے۔ مثلاً فارسی سے اردو زبان میں نکہت کا لفظ شامل ہوا ہے۔ اس لفظ کا درست املاء ک سے بنتا ہے لیکن اس لفظ کو گ سے لکھ لیا جاتا ہے یعنی نگہت۔ اس صورت میں یہ غلط قرار پائے گا۔ ک اور گ کی بحث میں ناقدین نے اصول و ضوابط طے کیے ہیں کہ کس لفظ سے املا میں ک اور کس کے املا میں گ کا استعمال مناسب ہے۔

اردو املا میں نون اور نون غنہ کا استعمال کی بحث بھی شامل ہے۔ اس بحث میں املا کے ساتھ تلفظ کا مسئلہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض عربی اور فارسی الفاظ میں نون اور ب کا استعمال ایک ساتھ ہوتا ہے اور ن اور ب کے ادغام سے میم کی آواز مراد لی جاتی ہے۔ اس اصول کا اطلاق صرف عربی، فارسی زبان کے بعد الفاظ

پر ہوتا ہے۔ اردو زبان کے الفاظ کے استعمال پر اس کا اطلاق درست نہیں ہے۔ اس طرح ہندی کے الفاظ بھی اس قاعدے کے مطابق نہیں لکھے جاسکتے۔

اس طرح واؤ کے حرف کے استعمال کے حوالے سے بھی ناقدین نے اپنی آراپیش کی ہے۔ اردو زبان میں واؤ کا حرف پہلے پہل پیش کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بعد ازاں اس کو حروف تہجی میں شامل کر لیا گیا ۔اب اردو ہندی واؤ کا درست استعمال بطور حرف ہی ہوتا ہے۔

اردو املا میں ہائے ہوز اور ہائے مخلوط کی بحث بھی اہم حیثیت رکھتی ہے۔ اردو زبان میں ہندی آوازیں بھی شامل ہیں۔ ان اوازوں کو مہکار آوازیں یا بھاری آوازیں کہا جاتا ہے۔ مہکار آوازوں کے لیے ہائے مخلوط "ھ" کا استعمال کیا جانا مناسب ہے۔ مخلوط "ھ" کو دو چشمی "ھ" بھی کہتے ہیں۔ اس طرح بعض عربی کے الفاظ کا درست املا دو چشمی "ھ" کی بجائے ہائے ہوز سے لکھا جانا چاہیے۔

اردو املاء کے ساتھ تلفظ کی ادائیگی کا مسئلہ بھی اہم حیثیت کا حامل ہے۔ اس مسئلے میں بھی اردو میں شامل دوسری زبانوں کے الفاظ کی ادائیگی میں ان کی اصل زبانوں کے اصول وضوابط کے حوالے سے محققین نے آرا پیش کی ہیں۔ بعض محقق اردو میں استعمال ہونے والی دوسری زبانوں کے الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا تلفظ ان کی اصل زبان کے مطابق ادا کیا جانا چاہیے۔ جب کہ بعض کی رائے اس سے مختلف ہے وہ سمجھتے ہیں جب کسی زبان کا کوئی لفظ کسی دوسری زبان میں شامل ہو جاتا ہے تو اس کو اسی زبان کے اصول وضوابط کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔

بعض ایسے پہلو بھی ہیں جن کے لیے مقامی اثرات کے تحت تلفظ ادا کرنے کی بجائے اصل ماخذ، زبان کے اصول وضوابط کی پیروی لازم قرار پاتی ہے۔ مثال کے طور پر اردو زبان میں عربی سے شامل ہونے والے حروف تہجی کی تعداد ۲۸ ہے ان میں سے ۱۴ شمسی اور ۱۴ قمری حروف شمسی اور قمری حروف کے تلفظ کی ادائیگی میں عربی زبان کے قاعدے کی پابندی ضروری ہے۔ شمسی حروف سے پہلے اگر الف اور لام آتا ہے تو تلفظ میں لام ساکن ہو جاتا ہے جیسے الشمس۔ اس طرح قمری حروف کی تعداد ۱۴ ہے۔ اگر ان سے پہلے الف اور لام شامل کیا جائے تو لام

ساکن نہیں ہوتا بلکہ تلفظ میں اس کے ادائیگی کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلا القمر النجم وغیرہ۔ اردو زبان کے ان قواعد کے مطابق شمسی اور قمری حروف کا تلفظ ادا کیا جانا ضروری ہے۔

اردو زبان میں عربی زبان کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ اگر اردو میں سے عربی زبان کا ذخیرہ الفاظ الگ کر لیا جائے تو اردو ایک بولی کی حیثیت میں باقی رہ جاتی ہے۔ جب کسی غیر زبان کے الفاظ کسی مقامی زبان میں داخل ہوتے ہیں تو الفاظ کی صورتحال پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اردو زبان کے حوالے سے عربی زبان کے حروف اور الفاظ نے ہی اثرات مرتب کیے۔ جس کی بدولت اردو میں تلفظ کی سطح پر تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ اردو میں عربی کے حروف ذ۔ز،ر،ض،ط،ع اورق وغیرہ شامل ہیں۔ یہ حروف عربی آوازوں کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ان الفاظ کو اردو زبان نے قبول کیا اور تلفظ کی ادائیگی میں یہ الفاظ اظہار پانے لگے۔

جب دوسری زبانوں کے الفاظ کسی مقامی زبان میں کثرت سے شامل ہو جاتے ہیں تو ان حروف اور آوازوں کا اظہار مقامی زبانوں میں بھی ہوتا ہے اور یہ آواز مقامی الفاظ کے ساتھ مل کر تلفظ ادا کرنے کا موجب بنتی ہیں۔ اردو زبان میں مقامی نوعیت کے ایسے الفاظ شامل ہیں جن کی ادائیگی میں عربی حروف اور عربی اور فارسی اصوات کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً خچر، غنڈا، اخروٹ، غرغراہٹ جیسے الفاظ عربی اور فارسی کے نہیں ہیں لیکن ان میں خ یا غ بولی جاتی ہے۔ اس طرح غنڈا اور گپ کے الفاظ کا تلفظ بدل کر غنڈہ اور غپ کر دیا گیا ہے۔

محققین نے عربی الفاظ کی درست ادائیگی کے لیے عربی حروف کے درست لفظ کے ساتھ ساتھ حرکات زیر، زبر، پیش وغیرہ کے استعمال کو لازمی قرار دیا ہے۔

کیوں کہ عربی الفاظ کی ادائیگی میں حرکات کی تبدیلی کے ساتھ لفظ کے تلفظ میں نمایاں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں اور تلفظ کے ساتھ ساتھ الفاظ کی معنویت بھی بدل جاتی ہے۔ اس لیے ان الفاظ کی ادائیگی میں حرکات کا استعمال کرنا ضروری ہے۔

اردو زبان پر عربی اور فارسی زبان کے اثرات کے بعد سب سے زیادہ اثرات انگریزی زبان نے مرتب کیے ہیں۔ انگریزی کے لسانی اثرات کو اس لیے بھی واضح طور پر محسوس کیا جاتا ہے کہ انگریزی کا صوتی نظام اردو

کے نظام سے بالکل مختلف حروف کے لیے لکھاوٹ کے ساتھ ساتھ ان سے وابستہ آوازیں بھی مختلف نوعیت کی حامل ہیں۔ اردو میں انگریزی الفاظ کے تلفظ کی ادائیگی کے حوالے سے ناقدین نے اصول وضوابط طے کیے ہیں۔ مثال کے طور پر ایس سے شروع ہونے والے الفاظ شروع میں الف کا استعمال کرنا جیسے اسکول، اسٹیشن، اسکرین، اسٹیٹ، اسٹرائیک وغیرہ اس طرز کے انگریزی کے تمام الفاظ میں اردو لفظ کی ادائیگی میں الف کا اضافہ لازمی ہے۔

علمی اور عوامی زبان میں دو طرح کے تلفظ کے ادائیگی ہوتی ہے۔ بعض الفاظ کے تلفظ میں غلط العام جب کہ بعض غلط العوام ہوتا ہے۔ اس ضمن میں محققین نے رائے پیش کی ہے کہ کسی بھی زبان میں شامل غیر زبان کا کوئی بھی لفظ حتی الامکان درست تلفظ کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ لیکن جب کسی لفظ کا تلفظ مقامی اثرات کی وجہ سے طویل عرصہ تک اصل زبان سے مختلف صورت میں استعمال ہوتا رہے اور اس کی یہ صورت اصل زبان سے غلط قرار پاتے تو مقبول ہونے والے الفاظ کا تلفظ پھر اسی صورت میں اپنا لیا جانا درست تصور ہوگا۔ کیوں کہ اگر طویل عرصے کے بعد کسی لفظ کا تلفظ اصل زبان کے مطابق بدل کر ادا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس صورت میں زبان میں اجنبیت پیدا ہوگی اور تلفظ کی بدلی ہوئی صورت کو فروغ حاصل نہیں ہوگا۔ جب کہ تلفظ و زبان میں جگہ نہیں پاسکے گا۔

اردو زبان کے املا اور تلفظ کے حوالے سے اداروں میں منعقد ہونے والے سیمینارز بھی شامل ہیں۔ اس حوالے سے مقتدرہ قومی زبان کو اہمیت حاصل ہے۔ مقتدرہ نے املا تلفظ کے حوالے سے متعدد سیمینار منعقد کرائے اور ان سیمینار میں شریک بعض نے املا و تلفظ کے متنوع پہلوؤں پر تجاویز پیش کی ہیں۔

پاکستان میں اردو زبان کے فروغ میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد کو اہم حیثیت حاصل ہے۔ اس ادارے نے اردو زبان کو نئے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے حوالے سے اہم کردار ادا کیا۔ خاص طور پر کمپیوٹر اور ٹائپ کے حوالے سے اردو املا میں جدت پیدا کرنے کے حوالے سے اس ادارے کی خدمات اور تجاویز قابل تحسین ہے۔ پاکستان کے ساتھ ہندوستان میں بھی اردو املا اور تلفظ کی ذیل میں متعدد ادارے کام کر رہے ہیں۔ ان میں اردو اکادمی دہلی کا ادارہ بھی شامل ہے۔ اس ادارے نے اردو زبان کے فروغ اور خاص طور پر املا اور تلفظ کے حوالے سے قابلِ قدر تجاویز پیش کی ہیں۔ ان میں سے بعض تجاویز کا عملی صورت میں اظہار ممکن نہیں

ہے۔ مثلاً الفاظ کو غیر ضروری طور پر توڑ کر لکھنا۔ مصادر وغیرہ نا کا الگ لکھنا یان علیحدہ لکھنا۔ لیکن اس ادارے کی زیادہ تر تجاویز عملی اور ادبی حلقوں میں پذیرائی اور مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

اردو املا تلفظ کے مسئلے کو اردو زبان میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ ان موضوعات پر بیشتر محققین نے کتب لکھی ہیں۔ علاوہ ازیں اس سلسلے میں اداروں کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ اردو زبان کے آغاز کے ساتھ ہی املا کے تلفظ کے مباحث کا آغاز ملتا ہے۔ عہد باعہد یہ سلسلہ جاری نظر آتا ہے۔ موجودہ عہد میں محققین اور ادارے املا و تلفظ کے مسئلے کو نئے عہد کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کرنے کی کوششیں بھی کر رہے ہیں۔

# کتابیات


آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت اور مسائل (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی، مرکزی پبلکیشنز، ۲۰۱۸

آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر: اردو قواعد کی بنیادی اصول، راولپنڈی: نقش گر پبلیکیشنز، ۲۰۱۳

اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد و املا انشا، اعظم گڑھ: مجلس برکات، ۱۹۸۸

ادریس صدیقی: مسائل تلفظ، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵

اسد اللہ خان، غالب: دیوان غالب، لاہور: مقبول اکادمی، ۲۰۱۰

اسد ملتانی: تلفظ کی غلطیاں، اصلاحِ تلفظ املا، (مرتب) طالب الہاشمی، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۳

اشرف بیابانی: واحد باری، تذکرہ مخطوطاتِ ادارہ ادبیات اردو (جلد اول) حیدر آباد (دکن)، ۱۳۶۲

اعجاز راہی: املا اور موز واو قاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۷۴

اعجاز راہی: روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵

اکبر الہ آبادی: تبصرہ و تاثرات مشمولہ، امیر اللغات از امیر مینائی عکسی ایڈیشن، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۸

انشاء اللہ خان: دریائے لطافت، (مرتبہ) مولوی عبد الحق، (ترجمہ) برجموہن دتریہ کیفی، اورنگ آباد ترقی اردو، ۱۹۳۵

انشاء اللہ خان انشا: کلیاتِ انشاء اللہ لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹

ایوب صابر، پروفیسر: (مرتب) پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵

جلال لکھنوی: قواعد منتخب، لکھنو، مطبع قومی، ۱۳۱۰

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد اول) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو، (جلد دوم) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، فروری، ۲۰۱۲

ڈاکٹر ذکاالدین شایان: اٹھارویں صدی میں اردو شاعری کی فرہنگ، دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۸۹

راجیشور راؤ اصغر: مجمع الالفاظ، حیدر آباد (دکن) مکتبہ ابراہمہ، ۱۹۲۲

رشید حسن خاں: انشاء اور تلفظ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰

رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۸۳

رشید حسن خاں: اردو املا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸

رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، لاہور: زبیر بکس، ۲۰۱۵

رشید حسن خاں: املائے غالب، کراچی: ادارہ غالب، ۲۰۰۰

رضوانہ معین ڈاکٹر: اردو پر عربی کے لسانی اثرات، دہلی: نور پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۱

سید عبد اللہ، ڈاکٹر: نوادر الالفاظ، ، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۱

عبد اللہ، سید، ڈاکٹر: مباحث، لاہور "اردو بازار، ۱۹۷۹

سید قدر نقوی: مطالعات عبد الحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۷

شفیع احمد صدیقی: اردو زبان و قواعد، دہلی، اردو اکادمی، ۱۹۹۱

شان الحق حقی: لسانی مسائل و لطائف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶

ظہور الدین حاتم: انتخاب حاتم: دیوان زادہ، مرتب، عبد الحق، دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷

عبد الرحمان خان، حاجی: حروف و ہجاو عروضِ جدید، کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ، ۱۹۹۰

عبد الستار ردلوی، ڈاکٹر: اردو میں لسانی تحقیق، اسلام آباد: حسان پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۰

عقیل عباس جعفری: صحیح تلفظ، درست املا، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۹

غازی علم دین، پروفیسر: لسانی مطالعے دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵

فاروق چودھری، پروفیسر: اردو رموز، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹

فرزانہ احمد صغیر بلگرامی: تذکرہ جلوہ خضر (جلد دوم)، لکھنو: مطبع نور الانوار، بار اول، ۱۸۸۵

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو املا رسم الخط لاہور: الوقار پبلکیشنز، ۲۰۱۹

قیوم ملک: اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹

گوپی چند نارنگ: املا نامہ، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۰

گیان چند جین: عام لسانیات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳

گوہر نوشاہی، ڈاکٹر: منتخب مقالات، اردو املا رموز او قاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶

محمد عرفان رامے: میں درست اردو لکھنا سیکھیں، لاہور: رابعہ بک ہاؤس، ۲۰۰۶

محمد یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر تلفظ اور قواعد، دہلی: البرکات پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۴

مرزا محمد عسکری: ادبی خطوطِ غالب، لکھنو: نظامی پریس وکٹوریہ، ۱۹۹۴

مقالات عبد الستار صدیقی (مرتب) مسلم صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۷

مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۱

مولوی عبد الحق: قواعد اردو، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۰۹

مولوی عبد الحق: مشتری، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۹

یوسف رام پوری: اردو تلفظ اور معونیت، نئی دہلی: مرکزی پبلشرز، ۲۰۱۸

# حوالہ جات


۱۔ محمد حسین آزاد، مولانا: آب حیات (مرتبہ) تبسم کاشمیری، سنگ میل پبلکیشنز، لاہور، ۱۹۷۰، ص ۱۶

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو، (جلد دوم) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۱۷۶

۳۔ سراج الدین خان، آرزو: نوادر الالفاظ، (مرتبہ) ڈاکٹر سید عبد اللہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۵۱، ص ۳

۴۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۲۱، ص ۹۳

۵۔ سراج الدین خان آرزو: نوادر الالفاظ، ص ۳

۶۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۰۰

۷۔ ایضاً، ص ۱۰۸

۸۔ ظہور الدین حاتم: انتخاب حاتم: دیوان زادہ، مرتب، عبد الحق، جمال پرنٹنگ پریس، دہلی، ۱۹۷۷، ص ۳۰۔۲۹

۹۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۱۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۱۹

۱۱۔ انشاءاللہ خان: دریائے لطافت، (مرتبہ) مولوی عبد الحق، (ترجمہ) برج موہن دتاتریہ کیفی، ترقی اردو، اورنگ آباد، ۱۹۳۵، ص ۲۶

۱۲۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۳۳

۱۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۱۰۶

۱۴۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۵۳

۱۵۔ فرزانہ احمد صغیر بلگرامی: تذکرہ جلوہ خضر (جلد دوم)، مطبع نور الانوار، لکھنو، بار اول، ۱۸۸۵، ص ۳۵۶

۱۶۔ محمد حسین آزاد، مولانا: آب حیات، ص ۳۳۰

۱۷۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۱۸۹

۱۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم)، ص ۷۷۰

۱۹۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۲۲۸

۲۰۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)، مجلس ترقی ادب، لاہور، فروری، ۲۰۱۲، ص ۱۴۳۰

۲۱۔ اکبر الہ آبادی: تبصرہ وتاثرات مشمولہ، امیر اللغات از امیر مینائی عکسی ایڈیشن، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۸، ص ۳۵۲

۲۲۔ جلال لکھنوی: قواعد منتخب، لکھنو، مطبع قومی، ۱۳۱۰، ص ۲

۲۳۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۲۴۰

۲۴۔ مولوی عبد الحق: دیباچہ انگلش اردو ڈکشنری، مشمولہ، مطالعات عبد الحق، مصنفہ سید قدرت نقوی، انجمن ترقی اردو پاکستان، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۸۵

۲۵۔ مولوی عبد الحق: قواعد اردو، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، طبع چہارم، ۲۰۰۹، ص ۴۸

۲۶۔ عبد الحلیم شرر، مولانا: تفریظ، مشمولہ، نغمہ عنادل، از، راجیشور راو اصغر، دکن مطبع نظام، ۱۳۲۸، ص ۱۳۴۵

۲۷۔ راجیشور راؤ اصغر: مجمع الالفاظ، مکتبہ ابراہمہ، حیدرآباد (دکن)، ۱۹۲۲، ص (دیباچہ)

۲۸۔ عبد الستار صدیقی: مضمون اردو املا، مشمولہ، املا اور رموز اوقاف، مرتبہ، ڈاکٹر، گوہر نوشاہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶، ص ۶۰

۲۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد اول) مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۷، ص ۱۲۰

۳۰۔ اشرف بیابانی: واحد باری، تذکرہ مخطوطاتِ ادارہ ادبیات اردو (جلد اول) حیدرآباد (دکن)، ۱۳۶۲، ص ۲۸۵

۳۱۔ ملاوجہی قطب مشتری، (مرتبہ) مولوی عبدالحق، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۳۹، ص ۴۱

۳۲۔ مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص ۴۸

۳۳۔ ڈاکٹر ذکاالدین شایان: اٹھارویں صدی میں اردو شاعری کی فرہنگ، انجمن ترقی اردو (ہند)، دہلی، ۱۹۸۹، ص ۱۸۵

۳۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو جلد چہارم، ص ۳۰

## حوالہ جات


۱۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، زبیر بکس، لاہور، 2015، ص ۲۴

۲۔ ایضاً، ص ۲۴

۳۔ اسد اللہ غالب: دیوانِ غالب، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1981، ص ۹۴

۴۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۲۵

۵۔ ایضاً، ص ۲۶

۶۔ ایضاً، ص ۲۶

۷۔ محمد عرفان رامے: میں درست اردو لکھنا سیکھیں، رابعہ بک ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۲۸

۸۔ ایضاً، ص ۲۹

۹۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۲۸

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۱

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۱

۱۳۔ انشاء اللہ خان انشا: کلیاتِ انشاء، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۹، ص ۴۴۱

۱۴۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۲

۱۵۔ ایضاً، ص ۴۲

۱۶۔ محمد عرفان رامے میں درست اردو لکھنا سیکھیں، ص۳۹

۱۷۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، مکتبہ جامعہ، نئی دہلی، ۱۹۸۳، ص ۳۷

۱۸۔ مرزا محمد عسکری (مرتب): ادبی خطوطِ غالب، نظامی پریس وکٹوریہ، لکھنؤ، ص ۳۴

۱۹۔ رشید حسن خاں: املائے غالب، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی، ۲۰۰۰، ص ۶۳

۲۰۔ ایضاً، ص ۶۳

۲۱۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، سرحد اردو اکیڈمی، ایبٹ آباد، ۱۹۹۲، ص ۵۹

۲۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۸، ص ۱۲۶

۲۳۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۴

۲۴۔ ایضاً، ص ۲۵

۲۵۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۰

۲۶۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۳۹

۲۷۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۳۹

۲۸۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص

۲۹۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۳۰۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۴۶

۳۱۔ گوپی چند نارنگ، املا نامہ، ص ۶۱

۳۲۔ رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، ص ۴۸

۳۳۔ ایضاً، ص ۴۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۵۰

۳۵۔ گوپی چند نارنگ، املانامہ، ص ۶۲

۳۶۔ مقالات عبدالستار صدیقی (مرتب) مسلم صدیقی، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۷، ص ۱۵

۳۷۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۱

۳۸۔ ایضاً، ص ۱۶

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۷۳

۴۰۔ ایضاً، ص ۱۷۴

۴۱۔ غازی علم دین، پروفیسر: لسانی مطالعے، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۵، ص ۸۶

۴۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۵

۴۳۔ فاروق چودھری ڈاکٹر، پروفیسر اردو آموز، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۷، ص ۴۷

۴۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۴

۴۵۔ اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد املاو انشاء، مجلس برکات، اعظم گڑھ، ۲۰۱۱، ص ۳۲

۴۶۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۱۷۹

۴۷۔ ایضاً، ص ۱۸۲

۴۸۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۳

۴۹۔ محمد آفتاب احمد خان ثاقب: اردو املا کے بنیادی اصول ، نقش گر، راولپنڈی، ۲۰۱۳، ص ۴۶

۵۰۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۵۰

۵۱۔ شفیع احمد صدیقی: اردو زبان و قواعد، اردو اکادمی، دہلی، ۱۹۹۱، ص ۴۲

۵۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۴۲

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۹۰

۵۴۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۴

۵۵۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵

۵۶۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۶۶

۵۷۔ محمد عرفان رامے: درست اردو لکھنا سیکھیں، ص ۵۱

۵۸۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے سیکھیں، ص، ۴۶

۵۹۔ ایضاً، ص ۴۸

۶۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۶۶

۶۱۔ اختر حسین فیضی، مصباحی: قواعد املا و انشاء، مجلس برکات، اعظم گڑھ، ۲۰۱۱، ص ۴۴

۶۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۴۹

۶۳۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے سیکھیں، ص

۶۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵۲

۶۵۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر: اردو املا اور رسم الخط، (اصول و مسائل) سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۷، ص ۶

۶۶۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۵

۶۷۔ گوپی چند نارنگ، اردو املا نامہ، ص ۶۷

۶۸۔ ایضاً، ص ۶۸

۶۹۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر: مباحث، سنگِ میل، لاہور، ۱۹۷۹، ص ۵۸

۷۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۲۸۰

۷۱۔ ایضاً، ص ۲۸۱

۷۲۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۷۷

۷۳۔ اعجاز راہی: املا اور موز و اوقاف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۷۴، ص ۱۸

۷۴۔ گوپی چند نارنگ: املا نامہ، ص ۷۷

۷۵۔ ایضاً، ص ۷۹

۷۶۔ ایضاً، ص ۷۸

۷۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو املا رسم الخط، الوقار پبلکیشنز، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۶۴

۷۸۔ ایضاً، ص ۶۵

۷۹۔ گوپی چند نارنگ: اردو املا، ص ۹۴

۸۰۔ ایضاً، ص۹۵

۸۱۔ ایضاً، ص۹۵

۸۲۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص۲۶۴

۸۳۔ رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، ص۶۲

۸۴۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص۴۶۴

۸۵۔ ایضاً، ص۴۷۱

۸۶۔ ایضاً، ص۴۷۹

## حوالہ جات


۱۔ فاروق چودھری، پروفیسر: اردو رموز، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹، ص ۳۷

۲۔ ایضاً، ص ۳۷

۳۔ عبدالرحمان خان، حاجی: حروف وہجا و عروضِ جدید، کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ، ۱۹۹۰، ص ۲۴

۴۔ ایضاً، ۳۷

۵۔ آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت اور مسائل (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی، مرکزی پبلکیشنز، ۲۰۱۸، ص ۴۶

۶۔ رشید حسن خاں: اردو املا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸، ص ۳۷۵

۷۔ گوپی چند نارنگ: املانامہ، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۰، ص ۸۰

۸۔ ایضاً، ۳۵۴

۹۔ اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد و املا انشا، اعظم گڑھ: مجلس برکات، ۱۹۸۸، ص ۴۴

۱۰۔ رشید حسن خاں: اردو املا، ص ۳۵

۱۱۔ ایضاً، ۳۴۰

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۸۰

۱۳۔ ایضاً، ص ۳۹۳

۱۴۔ آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر: اردو قواعد کی بنیادی اصول، راولپنڈی: نقش گر پبلیکیشنز، ۲۰۱۳، ص ۳۵

۱۵۔ شان الحق حقی: لسانی مسائل و لطائف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶، ص ۱۶۰

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۶۱

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۶۱

**۱۸۔ ایضاً، ص ۱۶۲**

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۶۳

۲۰۔ غازی علم الدین، پروفیسر: لسانی مطالعے، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵، ص ۸۶

۲۱۔ رضوانہ معین ڈاکٹر: اردو پر عربی کے لسانی اثرات، دہلی: نور پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۱، ص ۴

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۱۱

۲۳۔ گیان چند جین: عام لسانیات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳، ص ۳۶۵

۲۴۔ عبد الستار ردلوی، ڈاکٹر: اردو میں لسانی تحقیق، اسلام آباد: حسان پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۰، ص ۲۳۴

۲۵۔ قیوم ملک: اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹، ص ۴

۲۶۔ غازی علم الدین، پروفیسر: لسانی مطالعے، ص ۱۳۲

۲۷۔ ایضاً، ص ۱۳۵

۲۸۔ ایضاً، ص ۱۳۶

۲۹۔ آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، ص ۶۴

۳۰ ۔ علیم اشرف خان، پروفیسر: اردو میں مستعمل فارسی و عربی الفاظ کا تلفظ و املا مشمولہ، اردو میں معنویت اور مسائل، ص ۴۹

۳۱۔ ایضاً، ص ۵۳

۳۲۔ ایضاً، ص ۵۴

۳۳۔ بدیع الزمان: اردو میں انگریزی الفاظ کی ادائیگی کا مسئلہ، مشمولہ اردو میں تلفظ اور معنویت، ص ۱۳۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۱۳۹

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۳۶۔ ایضاً، ص ۱۴۰

۳۷۔ ایضاً، ص ۱۴۱

۳۸۔ رشید حسن خاں: انشاء اور تلفظ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰، ص ۵۹

۳۹۔ ایضاً، ص ۵۹

۴۰۔ ایضاً، ص ۶۰

۴۱۔ ایضاً، ص ۶۰

۴۲۔ ایضاً، ص ۶۱

۴۳۔ ایضاً، ص ۶۳

۴۴۔ اسد اللہ خان، غالب: دیوان غالب، لاہور: مقبول اکادمی، ۲۰۱۰، ص ۱۵۴

۴۵۔ شہاب الدین قاسمی: قومی میڈیا اور اردو زبان و تلفظ، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت مسائل، (مرتب) یوسف رام پوری نئ دلی مرکزی پبلی کیشنز، ۲۰۱۸، ص ۱۷۳

۴۶۔ ایضاً، ص ۱۷۵

۴۷۔ ادریس صدیقی: مسائل تلفظ، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵، ص ۸

۴۸۔ ایضاً، ص ۹

۴۹۔ ایضاً، ص ۱۳

۵۰۔ عقیل عباس جعفری: صحیح تلفظ، درست املا، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۹، ص ۵۰

۵۱۔ محمد یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر تلفظ اور قواعد، دہلی: البرکات پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۴، ص ۸۱

۵۲۔ نایاب حسن: سوشل میڈیا پر اردو تلفظ: مسائل اسباب اور تدارک مشمولہ اردو تلفظ اور معونیت (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی: مرکزی پبلشرز، ۲۰۱۸، ص ۱۶۷

۵۳۔ ایضاً، ص ۱۷۰

۵۴۔ یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر، تلفظ اور قواعد، ص ۹۰

۵۵۔ اسد ملتانی: تلفظی غلطیاں، اصلاحِ تلفظ املا، (مرتب) طالب الہاشمی، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۳، ص ۱۷

۵۶۔ ایضاً، ص ۲۰

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۴

۵۸۔ ایضاً، ص ۲۷

# حوالہ جات


۱۔سید عبد اللہ،ڈاکٹر:اردو املا کے متعلق ہمارا تجزیہ، مشمولہ،روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۵،ص ۱۰

۲۔ ایضاً،ص ۱۱

۳۔ ثاقبہ رحیم الدین، بیگم:روداد سیمینار املا اور رموزاو قاف کے مسائل، مشمولہ،روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل(مرتبہ)اعجاز راہی،ص ۱۴

۴۔ ابو سلمان شاہجہان پوری،ڈاکٹر:اردو ملا کے چند اہم مسائل تحریک نفاذ اردو کی روشنی میں، مشمولہ،روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل(مرتبہ)اعجاز راہی،ص ۲۲

۵۔ ایضاً،ص ۲۸

۶۔ احسان اکبر،ڈاکٹر:املا، اصلاح کی کوششیں اور تجاویز، مشمولہ،روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل(مرتبہ) اعجاز راہی،ص ۸۲

۷۔ مظفر علی سید :حرف و صوت کا رشتہ، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی،ص ۱۰۹

۸۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر:اردو املا اور رسم الخط،لاہور:الوقار پبلکیشنز،۲۰۱۸،ص ۶

۹۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر:اردو میں عربی اور فارسی الفاظ کا املا، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ)اعجاز راہی،ص ۱۱۲

۱۰۔ ایضاً،ص ۱۱۴

۱۱۔ ایضاً،ص ۱۱۸

۱۲۔ خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر: گفتگو، مشمولہ،روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ)اعجاز راہی،ص ۱۲۷

۱۳۔ شان الحق حقی:لسانی مقالات و لطائف، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۶،ص ۱۵۳

۱۴۔ ایضاً،ص ۱۵۵

۱۵۔خواجہ محمد زکریا،ڈاکٹر :اردو کا املائی نظام، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل (مرتبہ) اعجاز راہی، ص۱۵۷

۱۶۔محمد احسن خان: اردو میں رموز او قاف کا استعمال اور اصلاحی تجاویز، مشمولہ، روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل(مرتبہ)اعجاز راہی، ص۱۸۴

۱۷۔مقبول نثار ملک،ڈاکٹر:اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، فیصل آباد: مثال پبلشرز،۲۰۲۱، ص۴۳۵

۱۸۔گوہر نوشاہی،ڈاکٹر:(مرتب)منتخب مقالات، اردو املار موز او قاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۶، ص۲۹۷

۱۹۔ایضاً، ص۲۹۸

۲۰۔مقبول نثار ملک،ڈاکٹر:اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۳۹

۲۱۔گوہر نوشاہی،ڈاکٹر:(مرتب)منتخب مقالات اور اردو املا اور موز او قاف، ص۳۱۱

۲۲۔ایضاً، ص۳۱۲

۲۳۔مقبول نثار ملک،ڈاکٹر:اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۴۱

۲۴۔ایضاً، ص۴۴۴

۲۵۔ایوب صابر، پروفیسر:(مرتب) پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۵، ص۶۲

۲۶۔مقبول نثار ملک،ڈاکٹر:اردو میں اصلاح زبان کی روایت، ص۴۷۵

۲۷۔عطش دورانی،ڈاکٹر:اردو صوتیے نئی املا اور کمپیوٹر تختیاں، مشمولہ، اخبار اردو، مئی ۱۹۹۹

# کتابیات


آصف اقبال جہاں آبادی: اردو تلفظ پر عربی صوتیات کے اثرات، مشمولہ اردو میں تلفظ معنویت اور مسائل (مرتب) یوسف رام پوری، نئی دہلی، مرکزی پبلکیشنز،۲۰۱۸

آفتاب احمد ثاقب، ڈاکٹر: اردو قواعد کی بنیادی اصول، راولپنڈی: نقش گر پبلیکیشنز،۲۰۱۳

اختر حسین فیضی مصباحی: قواعد و املا انشا، اعظم گڑھ: مجلس برکات،۱۹۸۸

ادریس صدیقی: مسائل تلفظ، کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۵

اسد اللہ خان، غالب: دیوان غالب، لاہور: مقبول اکادمی، ۲۰۱۰

اسد ملتانی: تلفظ کی غلطیاں، اصلاحِ تلفظ املا، (مرتب) طالب الہاشمی، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۳

اشرف بیابانی: واحد باری، تذکرہ مخطوطاتِ ادارہ ادبیات اردو (جلد اول) حیدر آباد (دکن)، ۱۳۶۲

اعجاز راہی: املاور موز واو قاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۷۴

اعجاز راہی: روداد سیمینار، املاء اور موز او قاف کے مسائل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵

اکبر الہ آبادی: تبصرہ و تاثرات مشمولہ، امیر اللغات از امیر مینائی عکسی ایڈیشن، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۸

انشاءاللہ خان: دریائے لطافت، (مرتبہ) مولوی عبدالحق، (ترجمہ) برجموہن دتریہ کیفی، اورنگ آباد ترقی اردو، ۱۹۳۵

انشاءاللہ خان انشا: کلیاتِ انشاءاللہ لاہور مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹

ایوب صابر، پروفیسر: (مرتب) پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے، اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵

جلال لکھنوی: قواعد منتخب، لکھنو، مطبع قومی، ۱۳۱۰

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد اول) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو، (جلد دوم) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد سوم) لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶

جمیل جالبی، ڈاکٹر: تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)، لاہور: مجلس ترقی ادب، فروری، ۲۰۱۲

ڈاکٹر ذکاالدین شایان: اٹھارویں صدی میں اردو شاعری کی فرہنگ، دہلی: انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۸۹

راجیشور راؤ اصغر: مجمع الالفاظ، حیدرآباد (دکن) مکتبہ ابراہمہ، ۱۹۲۲

رشید حسن خاں: انشاء اور تلفظ، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۰۱۰

رشید حسن خاں: اردو کیسے لکھیں، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۸۳

رشید حسن خاں: اردو املا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۸

رشید حسن خاں: عبارت کیسے لکھیں، لاہور: زبیر بکس، ۲۰۱۵

رشید حسن خاں: املائے غالب، کراچی: ادارہ غالب، ۲۰۰۰

رضوانہ معین ڈاکٹر: اردو پر عربی کے لسانی اثرات، دہلی: نور پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۱

سید عبداللہ، ڈاکٹر: نوادر الالفاظ، ، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۱

عبداللہ، سید، ڈاکٹر: مباحث، لاہور " اردو بازار، ۱۹۷۹

سید قدر نقوی: مطالعات عبدالحق، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۹۷

شفیع احمد صدیقی: اردو زبان و قواعد، دہلی، اردو اکادمی، ۱۹۹۱

شان الحق حقی: لسانی مسائل و لطائف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶

ظہور الدین حاتم: انتخاب حاتم: دیوان زادہ، مرتب، عبدالحق، دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، ۱۹۷۷

عبدالرحمان خان، حاجی: حروف و ہجاو عروضِ جدید، کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ، ۱۹۹۰

عبدالستار ردلوی، ڈاکٹر: اردو میں لسانی تحقیق، اسلام آباد: حسان پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۰

عقیل عباس جعفری: صحیح تلفظ، درست املا، کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۹

غازی علم دین، پروفیسر: لسانی مطالعے دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵

فاروق چودھری، پروفیسر: اردو رموز، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹

فرزانہ احمد صغیر بلگرامی: تذکرہ جلوہ خضر (جلد دوم)، لکھنو: مطبع نور الالنوار، بار اول، ۱۸۸۵

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر: اردو املا رسم الخط لاہور: الوقار پبلکیشنز، ۲۰۱۹

قیوم ملک: اردو میں عربی الفاظ کا تلفظ، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۹

گوپی چند نارنگ: املانامہ، دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۰

گیان چند جین: عام لسانیات، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳

گوہر نوشاہی، ڈاکٹر: منتخب مقالات، اردو املار موز و قاف، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶

محمد عرفان رامے: میں درست اردو لکھنا سیکھیں، لاہور: رابعہ بک ہاؤس، ۲۰۰۶

محمد یامین سنبھلی برکاتی: اردو تحریر تلفظ اور قواعد، دہلی: البرکات پرنٹنگ ایجنسی، ۲۰۱۴

مرزا محمد عسکری: ادبی خطوطِ غالب، لکھنو: نظامی پریس وکٹوریہ، ۱۹۹۴

مقالات عبد الستار صدیقی (مرتب) مسلم صدیقی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۷

مقبول نثار ملک، ڈاکٹر: اردو میں اصلاحِ زبان کی روایت، فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۲۱

مولوی عبد الحق: قواعد اردو، کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع چہارم، ۲۰۰۹

مولوی عبد الحق: مشتری، نئی دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۳۹

یوسف رام پوری: اردو تلفظ اور معونیت، نئی دہلی: مرکزی پبلشرز، ۲۰۱۸